الجنة لأهل السنة

مولانا مفتی محمد عبد الغنی خان صاحب
(نور اللہ مرقدہ)
صدر مدرس مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

مکتبہ مدنیہ دیوبند

تقریظ حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ

السلام علیکم۔ رسالہ (الجنّہ) پہونچا۔ ابھی مفصلاً نہیں دیکھا۔ کہیں کہیں مجملاً دیکھا۔ اس کی ترتیب و تہذیب اور تنقیح و توضیح سے بہت دل خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور ضلال کا دافع فرماوے۔

اشرف علی
(نور اللہ مرقدہٗ)

واضح ہو کہ کتاب کا نام بھی حضرت مولانا تھانوی ہی نے تجویز فرمایا تھا۔ تحریر فرماتے ہیں :-

الجنّۃ لاھل السنّۃ

السلام علیکم۔ مصنف صاحب کو بعد سلام تصنیف پر مبارکباد عرض کیجئے۔ اور امتثال امر کی نیت سے ایک معمولی سا نام اوپر عرض کر دیا ہے۔ اگر وہ خود کچھ نام تجویز فرمالیں تو زیادہ بہتر ہوگا دعائے مقبولیت و نافعیت کرتا ہوں۔ باقی خیریت ہے۔

اشرف علی
(نور اللہ مرقدہٗ)

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

علماء دیوبند و دیگر اکابر ملت کے متعلق مخالفین نے مشہور کر رکھا تھا کہ یہ حضرات وہابی ہیں
اور ان کے اقوال افعال اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں بحمدہ تعالیٰ رسالہ نافعہ

کہ مطالعہ کرو روشن کی طرح واضح ہوجائیگا کہ بزرگان دیوبند پکے اہل سنت والجماعت حنفی ہیں۔
انکا مسلک قرآن و حدیث و فقہاء احناف کے خلاف نہیں انکو وہابی کہنا اہل بدعت کا محض افترا و بہتان ہے
کتاب و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں مسائل تقویۃ الایمان و فاتحہ، تیجہ، دسواں، مجلس
میلاد شریف اور دیگر اختلافی امور پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ اہل فہم کو چاہیے کہ غیر جانبدارانہ طریقہ
انصاف کے ساتھ کتاب کو بغور ملاحظہ فرمائیں، تو قع ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ حق منکشف ہوجائے گا

مؤلفہ

حامی سنت ماحی بدعت جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول حضرت مولانا
مولوی مفتی محمد عبد الغنی خاں صاحب پٹیالوی صدر مدرس مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

مکتبہ مدنیہ دیوبند

فہرست مضامین الجنۃ

فہرست مضامین الکواکب المشرقۃ فی کشف ضلال زنادقہ

مضامین	صفحہ
فہرست مضامین باب ثانی ملقب بہ سیف اہل اللہ الغنی	

تلك عشرة كاملة کی فہرست

فہرست مضامین باب ثالث ملقب بجہد المہتدی فی ارشاد المعتدی

الجنۃ لاہل السنۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

اما بعد مؤلف تحقیقات نے کاشف الاسرار کے بعد جس کا جواب سوط الابرار میں دیا گیا ایک رسالہ تحقیقات لدفع التحریفات المہند کے رد میں شائع کیا تھا مگر برسوں کے بعد بمشکل آج دستیاب ہوا۔ نام کو تو المہند کا رد ہے مگر مولانا شہید علیہ الرحمۃ پر اپنی کج فہمی سے اور مولوی فضل رسول بدایونی و مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی تقلید سے زبان درازیاں کی ہیں اور شہید علیہ الرحمۃ کو اپنے دادا اور چچا حضرت شاہ ولی اللہ و حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہما کا مخالف العقیدہ ظاہر کیا ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ میں بھی اس کے جواب میں جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا پر عمل کروں مگر اہل علم میری تحقیقات اور حق بیانی کو انتقام پر محمول فرما کر پسند نہ فرمائیں گے۔ لہذا اس سے قطع نظر کر کے اصل مباحث اور مسائل کی تنقید پر اکتفا کرتا ہوں۔ یہ رسالہ نام کو تو التحقیقات کا جواب ہے لیکن خدا نے چاہا تو اس سے تمام مخالفین کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ اتفاقات زمانہ سے حضرت محدث مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ کو اپنی عمر کے آخری حصہ میں مذاہب امامیہ کے خلاف تحفۂ اثنا عشریہ لکھنے کی ضرورت پیش آئی اور چونکہ وہ کتاب نہایت تحقیق کے ساتھ لکھی گئی تھی۔ اسلئے عام طور سے مقبول ہوئی۔ مگر جو لوگ محض اپنے آباؤ اجداد کی تقلید سے شیعی کہلاتے تھے اور سرکار اودھ سے معقول وظائف پانے کے سبب بفحوائے الناس علیٰ دین ملوکہم ان کی طبیعتوں کا رجحان اپنے محسنوں کے مذہب کی طرف تھا، ان کو حضرت مولانا ممدوح کی یہ کارروائی سخت ناگوار گذری وہ اسی وقت سے جوش میں آ کر ان کی مخالفت اور نقصان رسانی کے لئے آمادہ ہو گئے لیکن کھلم کھلا تحفہ کا جواب لکھ کر اپنا شمار فرقہ امامیہ میں کرانا خلاف مصلحت جانتے تھے۔ اس لئے دیگر مسائل بیان کردہ جناب ممدوح پر انھوں نے لب کشائی کی ٹھانی

تفسیر فتح العزیز میں آیت وَمَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کے تحت میں جو کچھ مولانا ممدوح نے حوالہ قلم فرمایا ہے
اس سے بعض عقائد وہابیوں کی مخالفت مشہور ہے تاہم شاہ صاحب کے سامنے ان کی دال گلنا مشکل
تھی اس لئے مجبوراً اُن کو خاموش رہنا پڑا۔ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد جب اُن کے بھتیجے حضرت
مولانا شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اور ان کے نواسے حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ جانشین ہوئے اور
انہوں نے اپنے مقدس بزرگ کے ارشادات کو شائع کرنا شروع کیا اور ایک رسالہ جس کا نام تقویۃ الایمان
ہے عقائد میں بدعتی کی اصلاح میں جو عوام الناس میں بکثرت شائع ہو گئے تھے بظاہر کسی قدر تشدد کے
ساتھ تالیف فرمایا اور اس میں تمام عقائد حقہ اپنے مقدس بزرگوں کے طرز کے موافق بیان کئے تو یہی بدعتی
بزرگوار جو بڑے شاہ صاحب کے مقابلہ کے لئے عاجز ہو رہے تھے۔ ان کے سامنے بھی آ موجود ہوئے الغرض
مولانا شہید علیہ الرحمۃ پر طرح طرح کے قولی و فعلی بے بنیاد بہتان لگائے اور بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا
اور اس مرتبہ اپنے دست جناب مولانا مولوی فضل حق صاحب مرحوم خیرآبادی معقولی کو بھی جو اس وقت
رزیڈنسی دہلی میں سررشتہ دار تھے اور دینیات میں اسی خاندان کے خوشہ چین اور ہم عقیدہ تھے اور
علامہ شہیدؒ کے ہمعصر اور ہمدرس بھی رہ چکے تھے بنابریں علامہ شہید کی خداداد ذہانت اور تبحر علمی اور
شہرت پر ان کو طبعی رشک پیدا ہو گیا تھا بعض مسائل کلامیہ میں اپنی مدد کے لئے آمادہ کر لیا۔ دراصل یہ
وہی تحفۂ اثنا عشریہ کی کدورت تھی جو اس پیرایہ میں نکالی جاتی تھی ورنہ یہ ممکن نہیں کہ ان مقدس بزرگان دین
کا ایک بڑا فاضل جانشین کوئی ایسی بات کہے اور کرے جو اس کے بزرگوں کی روش کے خلاف ہو اور اس کو
ایک غیر شخص مجہول الدیانۃ والدرایۃ یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب کرنے والی ہو۔ اگرچہ
بقول حضرت علامہ سید احمد بریلوی یہ بھی مخفی نہ رہنا چاہیے کہ کوئی عالم ہو کتاب تصنیف کرے اپنی تحریر میں
کسی مقام پر سہو و نسیان سے قولی لغزش کھا جانے سے سالم نہیں رہ سکتا چنانچہ مثل مشہور ہے من
الّف فقد استہدف مگر پھر بھی ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ مولانا شہید علیہ الرحمۃ کا کوئی فتویٰ
ایسا نہیں جس کی سند علماء سلف اور ان کے خاندانی بزرگوں کے ارشادات سے نہ ملتی ہو یا اُن کا کوئی قول
ان مقدس حضرات کے خلاف ہو اس کے لئے ہم فرداً فرداً ایک ایک مسئلہ کا ثبوت دینے کیلئے ہر وقت تیار
جس کا جی چاہے تعصب اور نفسانیت سے خالی الذہن ہو کر بنظر تحقیق حق ایک ایک مسئلہ کی ہم سے تحقیق
کر لے۔ کیونکہ یہ عاجز بھی ایک مدت تک فاضل بدایونی اور فاضل بریلوی کے بیان پر وثوق اور ان کی
تحریر کو یاد کر کے مناظرہ پر آمادہ رہا۔ ابتداءً بہ نظر تحقیق حق کبھی تقویۃ الایمان کو اوّل سے آخر تک نہ
دیکھا اور نہ آخر تک کبھی ماثرہ مسائل بجز چند کے مسائل کو پایا گی۔ اس کے بعد توفیق الٰہی تقویۃ الایمان کو

(اولیٰ تا آخر) وغیرہ دیکھا اور رسائل مسائل وغیرہ کے مسائل کی پوری جانچ کی اور ان کے مقابلہ میں فاضل بریلوی
کی سیف الجبار و تحقیق الحقیقۃ و تصحیح المسائل وغیرہ اور فاضل بریلوی کے اکثر رسائل کا بغور مطالعہ کیا اور
ان کے بیان کی پوری جانچ کی معلوم ہوا کہ ان کی عبارتیں تلبیس صفت برسم جاہلیت اور مخالف شریعت تشریح
بدعت ہے اور بس۔ اور ان کا مذہب محض داستان و حکایت اور معقول علیہ قول مرجوح و مجروح و نوادر
مخالف کتاب و سنت مستفاد قیاس مجتہدین و اجماع علمائے امت اور اہل حق پر تحریف اور کتر بیونت
کر کے حتی بیگانہ کر اعتراض کیا ہے۔ اور ہم ایسے احباب سے جو اہل حق کی تذلیل کے درپے ہیں درخواست
کرتے ہیں کہ برا بھلا کہنے یا خلاف قلم اٹھانے سے پہلے خوب غور و فکر اور پوری تحقیق فرما کر یہ بات ملاحظہ کریں کہ
یہ طریق قرین انصاف اور معقول ہے کیونکہ ان فاضلوں کی یہی تحقیقات مایۂ فخر نہیں جو محض [illegible] اور کہیں
کے بے خبر لوگوں کو ایک جتھا گروہ کے خلاف بھڑکانا اہل اسلام کی عادت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو
مسرف اور کذاب فرمایا ہے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والے پر خود کفر لوٹ آتا ہے
الغرض حضرات اہل حق نہ وہابی ہیں نہ بدعتی بلکہ اہل سنت والجماعت ہیں۔ افراط و تفریط سے علیحدہ ہیں
جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

قبر پرست و پیر پرست اور بدعتیوں کے عام عقائد
جن کی تقویۃ الایمان میں اصلاح کی گئی ہے

کُن اولیاء اللہ کی شان ہے۔ اولیاء اللہ جس چیز کو کُن کہتے ہیں فوراً موجود ہو جاتی ہے۔ اپنے اختیارات
اور اپنے ارادہ و حکم سے تمام عالم میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ جسے جو چاہیں دیں۔ حضور
علیہ السلام مختار کل ہیں۔ تمام کارخانۂ خدائی کے مالک ہیں۔ اللہ کے سب خزانوں کی کنجیاں آپ کے قبضہ میں
ہیں جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے یعنی آرام و تکلیف، رنج و راحت، پیدا کرنا مارنا، رزق دینا، مرض و صحت، غنا
و افلاس، مشکل کشائی، جنت دوزخ، کفر و اسلام، ایجاد و اعدام، فرش سے عرش تک سب آپ ہی
کے اختیار میں ہے۔ [illegible] تمام اوصاف و اقتدار و اختیارات خداوندی سے متصف
اور قادر اور مختار بالذات ہیں۔ اللہ کے خزانوں سے جو چیز بھی مخلوقات کو ملتی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی عطا ہوتی ہیں۔ (یعنی خدا بیکار محض ایک فلسفی خدا ہے۔ معاذ اللہ) سب اللہ کے نور ہیں وحدت کے
سوا کیا ہے۔ وجہ کچھ نہیں ایسا ہے کہ [illegible] ہر حاجت میں ندا، مشکلوں کے وقت
تشویش [illegible] دستگیری فرماتے ہیں۔ اسی لئے مشکل کے وقت پکارا جاتا ہے (حاشیۃ الاستمداد [illegible])

افادات فاضل بریلوی ملحفنا دا الامن والعلا ص۱۰ و ۱۰۵ و سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ) احکام تشریعیہ
بھی حضور کے قبضہ میں ہیں جس پر جو چاہیں حرام فرمائیں جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف
کر دیں (بہار شریعت حصہ اول عقیدہ ۳۳ ص ۲۲) حضور کو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ دلوں کے خطروں سے
آگاہ ہیں۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں (شرح استمداد ص) آپ کے علوم بے حد بے شمار ہیں۔ آپ کو روز ازل
سے روز آخر تک جمیع ماکان و مایکون کا علم ہے (حسام الحرمین ص۲۲ و تمہید ص۲۴) ہم سب رسول کے
بندے ہیں خود خدا فرماتا ہے کہ اے محمد تم سب کو اپنا بندہ کہو یعنی بزرگوں کا بندہ کہنا کہلانا اور نام رکھنا
جائز ہے۔ (کشف ضلال دیوبند یعنی شرح استمداد ص) جبرئیل امین نے حضرت مریم کو بیٹا دیا ہے۔
خود قرآن مجید نے عیسیٰ علیہ السلام کو رسول بخش کہا (شرح استمداد ص ۹۶) خدا بھی حضور علیہ السلام کی
اطاعت کرتا ہے۔ شرح استمداد ص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری خدائی طاقت دی گئی ہے جب
ہی تو خدا کی طرح مختار کل ہیں اور خدا کے نائب کل (شرح استمداد ص) بزرگوں کی قبروں کا طواف جائز اور
اونچی قبر پر غلاف رکھنا جائز۔ بزرگوں کو پوجنا اور اپنے تئیں پیر پرست کہلانا (الکوکبۃ ص) اور ان کی
پرستش کرنا جائز کہ در اصل اللہ ہی کی پرستش ہے ظل ذی ظل سے جدا نہیں اور ان کے نام کا ورد و وظیفہ
کرنا اور ان کا نام جپنا جائز۔ بزرگوں کے نام کی نذر منت چڑھاوا چڑھانا جائز ہے (شرح استمداد ص
و ص) اور جامع الاحکام فتاویٰ علماء کچھوچھہ وغیرہ و رسالہ مرشد کو سجدہ تعظیمی اور رسالہ مسائل قبریہ ص
حضور علیہ السلام گناہوں کو بخشتے ہیں (شرح استمداد ص) قرآن و حدیث کے خلاف بزرگوں کے قول
کی سند پکڑنا جائز ہے (کشف ضلال دیوبند ص) اولیاء اللہ عالم غیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غیب دانی ان
کے اختیار میں دیدی جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر سکتے ہیں۔ غیب کی بات معلوم کر لینا ان کے
اختیار و قابو میں ہے۔ (الامن والعلیٰ ص۳۰ للفاضل البریلوی) ع

بنا لیتا ہے سلطان آپ سا جس پر عنایت ہو ۔۔۔ خدا سے کم نہیں ہوتا جلال اس دین کے سلطان کا

(مدح غوث الاعظم) اولیاء اللہ کے قبور کا حج کرنا جائز ہے یہاں تک کہ بعض نے اس کے متعلق ایک کتاب
لکھی ہے جس کا نام مناسک الحج المشاہد ہے (مجالس الابرار ترجمہ ص۱۰ میں دیکھو) اور حضرت شاہ ولی اللہ
صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے فقد رأینا رجالا من ضعفی المسلمین
یتخذون الاحبار والرھبان اربابا من دون اللہ یحجون الی قبورھم مختصراً۔
یعنی ہم نے مسلمانوں کی نسل میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے مولویوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا
رب ٹھہراتے ہیں۔ ان کی قبروں کی طرف حج کرنے جاتے ہیں۔

تنبیہ:- پیر پرست اپنے ان عقائد و افعال پر بزرگوں کے اقوال اور قرآن و حدیث سے استدلال
بھی لاتے ہیں مگر الفاظ ان کے اور معنی اپنے ہوتے ہیں اور ان کے موقع اور محل سے بدل ڈالتے ہیں اور
مجازی اسنادوں کی آڑ میں حقیقی نسبتیں ثابت کیا کرتے ہیں اور بطور واسطہ فی الثبوت تمام اوصاف
خداوندی اور اختیارات سے متصف و مختار بالذات عقیدہ رکھتے ہیں اور اہل حق کے عقائد پر تحریف اور
تحریف کر کے معنی مجازی پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ
نے بھی ایسے لوگوں کو مشرکین المسلمین فرمایا ہے (فتاویٰ عزیزی ص۱۲۱ و ص۱۴۳ دیکھو) اور لا اقول
لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب نص قطعی ہے۔ اور مشرکین عرب کے بھی اپنے معبودوں
کے حق میں ایسے ہی عقیدے تھے۔ اور نیز ان کا عقیدہ ہے کہ خدائے تعالیٰ حضور علیہ السلام کے
مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے عاجز ہے اور اہل حق پر بطور غضب معتزلیوں کی طرح امکان کذب کا الزام
لگاتے ہیں حالانکہ اہل سنت کے نزدیک قادر ہے عاجز اور مجبور نہیں ہے کہ نظیر ممکن کی ممکن ہی ہوتی
ہے مگر اپنے اختیار سے اپنے وعدہ کے مطابق آپ کے مثل ہرگز پیدا نہ کرے گا۔ مکتوبات حضرت یحییٰ
منیری رحمۃ اللہ علیہ میں ہے قولہ اگر خواہد در یک لحظہ صد ہزار چوں محمد پیدا فرماید (مکتوب ۳۵) اور اس
گروہ نے ہندوستان میں جس کسی کو ان عقائد میں سے کسی عقیدہ میں اپنے خلاف پایا، وہابی کا خطاب
عنایت فرمایا۔ اور ان عقائد پر بہت سے دیگر افعال بدعیہ کا بھی اضافہ کر لیا ہے جن کی تفصیل دوسرے
حصے میں ملے گی۔ اب اس وقت یہاں تک توضیح ہو گیا ہے کہ میں نے بعض بعض قبر پرست تعزیہ پرستوں کو
فاضل بدایونی اور فاضل بریلوی کی نسبت وہابی کہتے ہوئے سنا۔ اور حال ہی میں ایک صاحب نے
بڑے زور شور سے جواز تعزیہ میں ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے جس کا نام الحجۃ الباہرۃ فی جواز تعزیہ ہے
اور اس سے قبل بھی جواز تعزیہ میں کئی رسالے لکھے جا چکے ہیں۔

انہی عقائد کی بنا پر عوام الناس کے اعمال اور پیر پرستوں کے افعال

قبر کی طرف سجدہ کرنا۔ اور قبر کا طواف کرنا کسی ولی اللہ کے نام کا ورد کرنا کسی کے
نام کا بطور تقرب جانور ذبح کرنا۔ عبد فلاں غلام فلاں نام رکھنا بطور واسطہ فی الثبوت
مستقل اور قادر و مختار بالذات جان کر امور غیر عادیہ میں انہی سے مدد چاہنا ملتجی ماننا نذریں کرنا۔

است (گو بجائے دیگر او نباید کفر است صریح) یا یہ کہ گرد قبرے یا غارِ سوائے کعبہ گردد۔

(۵) حضرت ملا علی قاری شرح مناسک میں فرماتے ہیں لا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء ولا عبرۃ بما یفعلہ الجھلۃ ولو کانوا فی صورۃ المشائخ والعلماء انتہیٰ (ترجمہ) مزار مبارک کے ارد گرد نہ گھومے کیونکہ طواف کعبہ کے لئے مخصوص ہے لہٰذا انبیاء و اولیا کی قبروں کے گرد گھومنا حرام ہے اور ان جاہلوں کے فعل کا اعتبار نہیں اگرچہ علماء اور مشائخ کی صورت میں ہیں۔

(۶) بحر الرائق اور کفایہ حاشیۃ الہدایہ میں ہے وصرح فی معراج الدرایۃ بانہ لو طاف حول مسجد سوی الکعبۃ یخشی علیہ الکفر انتہیٰ۔ (ترجمہ) معراج الدرایہ میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی کعبہ کے سوا کسی اور مسجد کے ارد گرد طواف کرے تو اس پر کفر کا خوف ہے۔ (نوٹ) طواف لغوی سے دھوکہ نہ ہو جو کسی اور غرض سے ہوتا ہے نہ برائے تقرب جیسا کہ بعض نے طاف رسول اللہ صلعم علی نسائہ فی غسل واحد اور طاف رسول اللہ صلعم علی الجمل اور طاف علی اعظم البیت سے طواف شرعیہ لغیر الکعبہ کی اباحت پر حجت پکڑا۔

(۷) عالمگیری صفحہ ۲۰۳ جلد ۵ میں ہے ان سجد للسلطان بنیۃ العبادۃ اولم تحضرہ النیۃ فقد کفر کذا فی الجواہر الاخلاطی انتہیٰ یعنی اگر بادشاہ کو عبادت کی نیت سے یا کچھ بھی نیت نہ ہو سجدہ کرے دونوں صورتوں میں کافر ہو جائے گا۔

(۸) درمختار صفحہ ۲۰۶ جلد ۵ میں ہے ان علی وجہ العبادۃ و التعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار اثما مرتکبا الکبیرۃ انتہیٰ۔ اگر عبادت اور تعظیم کی بنا پر سجدہ کیا تو کفر ہو گیا اور اگر تحیہ کے طور پر کیا تو کافر نہ ہوگا بلکہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ (نوٹ) سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیم ایک ہی معنی رکھتا ہے اور اگر بلا نیت ہو جب بھی کفر ہے صرف سجدہ بہ نیت تحیہ گناہ کبیرہ ہے کفر و شرک نہیں لیکن عوام ان باتوں میں تفرق کر سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔

(۹) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں بھی اسی طرح تصریح ہے (صفحہ ۱۲۲) اس کے بعد ہے اما تقبیل الارض فھو قریب من السجود الا ان وضع الجبین او الخد علی الارض افحش و اقبح من تقبیل الارض فان قلت وضع الجبین اقبح من وضع الخد فینبغی ان لا یکفر الا بوضع الجبین دون غیرہ لان ھذہ سجدۃ مختصۃ للہ تعالیٰ۔

(۱۰) کتاب ثمرۃ الایمان میں ہے دگور را سجدہ کردن و بوسہ دادن و طواف کردن عاز صاحب قبر

حاجت طلبیدن بعد قبرستان چراغہا افروختن مکروہ تحریمی است۔

(۱۱) حضرت امام مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکتوب ۴۱ جلد سوم صلے مطبوعہ نول کشور میں فرماتے ہیں: حیوانات را کہ از مشائخ نذر می کنند و بر سر قبرہائے ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح می نمایند در روایات فقہیہ ایں امر را نیز داخل شرک ساختہ اند و دریں باب مبالغہ نمودہ ایں ذبح را از جنس ذبائح جن انگاشتہ اند کہ ممنوع شرعی است و داخل دائرہ شرک ... صیام نساء کہ بنیت پیراں و بیبیاں نگاہ می دارند اکثر نامہائے ایشاں را از خود تراشیدہ روزہائے خود را بنام آنہا نیت کنند و در وقت افطار از برائے ہر روزہ خاص لباس بوضع مخصوص تعیین می نمایند و تعیین ایام نیز کنند از برائے صیام مطالب و مقاصد خود را بآں روزہ مربوط می سازند و توسل بآں روزہ از ایشاں حوائج می خواہند و قضائے حاجت خود را از ایشاں می دانند ایں شرک در عبادت است و توسل بعبادت غیر در حاجات خود را از ایشاں بغیر خواستن است و حیلہ است، الخ بعض النساء در وقت اظہار شناعت ایں فعل گویند کہ ایں روزہا را برائے خدا نگاہ می داریم و ثواب آں را بہ پیراں می بخشیم اگر دریں امر صادق باشند تعیین ایام از برائے صیام چہ درکار است تخصیص طعام و تعیین اوضاع و قیود مختلفہ در افطار برائے چیست الخ۔ (نوٹ) یہ بھی یاد رہے کہ وہ امر جو ہماری شریعت میں باری تعالیٰ کی تعظیم کے لئے مخصوص ہے وہ غیر اللہ کے لئے اعتقاد کرنا بلاشبہ شرک ہوگا اگرچہ ملل سابقہ میں مخصوص باللہ ہونے کی وجہ سے شرک نہ تھا۔ شرح مقاصد میں ہے۔ التوحید اعتقاد عدم الشریک فی الالوہیۃ وخواصہا۔ شرک حقیقی جلی وہ ہے جس سے فاعل قطعی کافر ہوجاتا ہے اسدائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور نقل ہے الا۔ ان میں اور اقسام شرک اکبر و اصغر کی بحث ہے جس کی بحث آئندہ ملے گی اور پھر کسی مومن کو بعض افعال شرکیہ و کفریہ میں تاویل کر کے کفر و شرک سے بچانا یہ امر آخر ہے اور ان کو جائز سمجھنا امر آخر ہے۔

(نوٹ) ان تمام عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ اور طواف کرنا نذر ماننا اور تقرب کیلئے جانور ذبح کرنا نام کا ورد کرنا اور چندہ کھانا اور روزہ رکھنا اور مرادیں مانگنا یہ اللہ تعالیٰ ہی کے خصوصی آداب ہیں اور اسی کو پرستش اور عبادت کہتے ہیں۔ اگر کوئی بندۂ خدا اللہ تعالیٰ کے ان خصوصی آداب کو اہل قبور انبیاء و اولیاء کیلئے عمل میں لاوے گا تو بیشک شرک اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والا ہوگا اور مسلمانی سے خارج ہوجائے گا۔ یہ آفت عوام اور جاہل مسلمانوں میں آج کل پائی جاتی ہے چنانچہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے مخصوص آداب اور خصوصی صفات میں سے کوئی ادب اور صفت باقی نہیں چھوڑی جس کے ساتھ خصوصیت کا معاملہ غیر اللہ میں منتقل نہ کی ہو۔

عوام وجہال مسلمان وزمرۂ پیر پرستان جو انبیاء اولیاء کو بطور واسطہ فی الثبوت متصرف بالارادہ اور مستقل وقادر ومختار بالذات جان کر امورِ غیر عادیہ بشریہ میں مدد مانگتے اور حاجت طلب کرتے ہیں بلا شبہ شرک جلی ہے اور امورِ غیر عادیہ میں خود اولیاء اللہ سے حاجت مانگنا حرام بلکہ کفر ہے۔ اور اسی اعتقاد سے دور دور سے مشکل کے وقت دفع بلا کیلئے پکارنا اور حاضر ناظر جاننا اور ان کے نام کا ورد کرنا بھی شرک ہے، ہاں توسُّل جائز ہے۔ البتہ امورِ عادیہ بشریہ میں استعانت بالاحیاء مشروع ہے یہ بحث سے خارج ہے۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ ومن مظان الشرک انہم کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجھم من شفاء المریض وغناء الفقیر وینذرون لھم یتوقعون انجاح مقاصدھم بتلک النذور ویتلون اسماءھم رجاء برکتھا فاوجب اللہ علیھم ان یقولوا فی صلواتھم ایاک نعبد وایاک نستعین وقال تعالیٰ ولا تدعوا مع اللہ احدا ولیس المراد من الدعاء العبادۃ کما قالہ بعض المفسرین بل المراد ھو الاستعانۃ لقولہ تعالیٰ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون۔ انتہیٰ یعنی مشرکین عرب کے مظنات شرک سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے حوائج شفاء مریض وغناء فقیر وغیرہ میں غیر اللہ سے استعانت کرتے تھے اور اپنے مقاصد کے پورا ہونے کی توقع میں ان کی نذریں مانتے تھے اور بطور تبرک ان کا نام ورد کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر واجب قرار دیا کہ اپنی نمازوں میں ایاک نعبد وایاک نستعین کہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تدعوا مع اللہ احداً یعنی اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔ اور دُعا سے مراد عبادت نہیں ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے بلکہ استعانت ہے بقولہ تعالیٰ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے قول جمیل کے حاشیہ شرک فی العبادۃ والاستعانت کے بیان میں عوام کو اس میں مبتلا بتلایا ہے اور اس تمسک قرآن میں بہت سی آیات ہیں۔ ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ الآیۃ۔ قل ارأیتم ما تدعون من دون اللہ الآیۃ۔ ان الذین تدعون من دون اللہ الآیۃ۔ والذین یدعون من دون اللہ الآیۃ۔ والذین یدعون من دونہ الآیۃ۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی

(۳) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ متن ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں۔ مسئلہ: بجز
غیر خدا را جائز نیست و نہ مدد درخواستن از غیر حق ایاک نعبد و ایاک نستعین یعنی حق تعالے
تعلیم کرد مر بندگاں را کہ بگوئید خاص ترا عبادت میکنیم یا الٰہی و خاص از تو مدد می خواہیم بر عبادت و
بر ہر چیز ایاک برائے حصر است۔ مسئلہ: دعا از اولیاء مردگان یا زندگان و از انبیاء جائز نیست
رسول خدا فرمود صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ یعنی دعا خواستن از خدا عبادت است
پس تلاوت آیت فرمود وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن
عبادتی سیدخلون جھنم داخرین (ارشاد الطالبین فارسی متن مسئلہ استمداد و دعا
عبادت است) ۔ مسئلہ: اولیاء را قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و
اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیرہ آں بسوئے ایشاں کفر است قل لا املک لنفسی
نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ (اور اسی ارشاد متن میں ہے مسئلہ: سجدہ کردن بسوئے قبور
انبیاء و اولیاء و طواف گرد قبور کردن و دعا از انہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ
چیزہا از آنہا بکفر می رساند۔ (نوٹ) ماحصل کلام یہ ہے کہ جیسے پرستش اور عبادت اللہ تعالیٰ کے
لئے مخصوص ہے استعانت بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے جیسے عبادت غیر اللہ کی جائز نہیں
غیر اللہ سے رزق یا اولاد یا بارش یا دفع بلا و مرض یا طول عمر وغیرہ حاجتیں جو جناب الٰہی سے مخصوص ہیں
مانگنا بھی جائز نہیں۔ باب استعانت میں عوام اور جاہل مسلمانوں میں بہت افراط واقع ہو رہا ہے وہ
ارواح اولیاء کو اس قسم کے حوائج دینے اور دلوانے میں مستقل جانتے ہیں اور خدا کی طرف سے ان کو یہ
مرتبہ خیال کرتے ہیں۔ پھر اسی عقیدہ سے انہی سے حاجتیں مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی آداب
کمال کے ساتھ برتاؤ بھی کرتے ہیں یقیناً شرک ہے۔ نہ چند جاہلیت کے مشرک بھی اس سے زیادہ اپنے
بتوں کے حق میں اعتقاد رکھتے تھے۔

(۴) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد وقصہ قتل بدر شرح مشکوٰۃ عربی و
فارسی ہر دو میں فرمایا ہے۔ اور شیخ نے سماع موتیٰ کو ترجیح دی ہے اور پھر صوفیہ کرام کی تحقیق اور تجربہ سے
ثابت کیا کہ ارواح اولیاء سے مسترشدین کو فیوض و فتوح حاصل ہوتے ہیں اور وہ ان کی دعا سے
امداد فرماتے ہیں جیسا کہ زندگی میں دعا فرماتے تھے۔ لہٰذا استمداد یعنی توسل کے وہی طریقے ہم سمجھتے ہیں۔
اس میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ اور انکہ ما سے فہیم از ان ثابت کرد اعنی محتاج فقیر الی اللہ دعا
می کند خدا را و طلب می کند حاجات خود را از قرب جناب حضرت وغیرہ و توسل می کند بروحانیت این

بندۂ مقرب و مکرم در درگاہ عزت وے دبگوید خداوندا ببرکت این بندۂ تو کہ رحمت کردۂ بروے و اکرام کردۂ او را و لطف و کرمے کہ بوے داری ارزانی آوردہ گردان حاجت مرا کہ تو معطی کریمی یا ندا میکند این بندۂ مقرب را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا و قضا کند حاجت مرا پس معطی و مسئول و مامول پروردگار است تعالیٰ و تقدس و نیست این بندہ درمیان مگر وسیلہ و نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیاء خدا فانی و ہالک اند در فعل الٰہی و قدرت و سطوت وے نیست ایشان را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنون کہ در قبور اند و نہ در زمانیکہ زندہ بودند در دنیا و اگر این معنی کہ ما دعا استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بما سوا حق باشد چنانکہ منکر زعم می کند پس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات نیز و این ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین "الخ اس کے بعد فرماتے ہیں" اگر مے مردی و مسنون در زیارت سلام بر موتی و استغفار مر ایشان را و قراءۃ قرآن است ولیکن در دین جائے انا استمداد نیست "الخ باید دانست کہ خلاف در غیر انبیا است صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین کہ ایشان احیاء اند بحیات حقیقی دنیاوی باتفاق و اولیاء بحیات اُخروی معنوی الخ انتہی۔ منکر استمداد یعنی توسل بارواح موتی و طلب دعا کو جو موجب شرک جانتا تھا اور متوسلین اور طالبین دعا کو مشرک کہتا تھا جواب دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا نعم اگر زائران اعتقاد کنند کہ اہل قبور متصرف و مستقل و قادر اند بے توجہ بحضرت حق و التجا بجانب وے تعالیٰ است چنانکہ عوام و جہال و غافلان اعتقاد دارند و چنانکہ می کنند آنچہ حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ مر آنرا و نماز بسوئے وے و جز آن کہ از آن نہی و تحذیر واقع شدہ این اعتقاد و این افعال ممنوع و حرام خواہد بود۔

باقی رہا سماعِ موتیٰ اس کے متعلق محدث گنگوہی اپنے فتاوی رشیدیہ ص ۹۶ پر فیصلہ فرما چکے ہیں۔ سماعِ موتی عہد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے۔ اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، جس پر عمل کرے درست ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سماع میں اختلاف نہیں۔

(۵) کشف الغطاء میں ہے "نیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندۂ مقرب و مکرم درگاہ والا و گوید خداوندا ببرکت این بندۂ مکرم تو رحمت و اکرام کردہ اور ابرآوردہ گردان حاجت مرا و یا ندا کند آں بندۂ مقرب و مکرم را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا تعالیٰ مطلوب مرا تا قضا کند حاجت مرا پس نیست بندہ درمیان مگر وسیلہ و قادر و معطی و مسئول پروردگار است تعالیٰ شانہ۔" انتہی الکلام لشیخ الاسلام۔

اور شیخ عبد الحق جذب القلوب میں لکھتے ہیں: حقیقت معنی توسل واستمداد سوال ودعا است از جناب صمدیت بوساطت شخصے وکسے کہ ایں بندۂ خاص ودالد یا طلب والتماس از روحانیت ایں بندہ ودعا خواستن را از حضرت عزت بوسیلہ قربے وکرامتے مراد است ودرآں درگاہ۔ انتہی۔

اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزی صفحہ ۱۰۸ جلد ۲ میں فرماتے ہیں: حقیقت صورت استمداد نحو این است کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب الٰہی بتوسل الخ

(۶) در الفوائد ملفوظات حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ ۳ رجمادی الاولیٰ بروز سہ شنبہ میں ہے۔ کارے از بزرگان خواستن خطا است ونامرضی کبریا است وحل مشکلے از حق تعالیٰ طلب نمودن بتوجہ بزرگان بجا است ودلیں رضا است۔ انتہی۔

(نوٹ) حضرت شیخ عبد الحق ؒ وشیخ الاسلام وشاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہم یہ تینوں بزرگوار جامع شریعت وطریقت ہیں اور تبحر علمی اور تفقہ میں مسلم العلماء ہیں ان کے کلام سے اظہر من الشمس ہے کہ استمداد کی یہی صورت ہے کہ زائر اور داعی قبر کے پاس بتوسل و برکت بزرگ بجناب الٰہی خود دعا مانگے اور قضائے حاجت طلب کرے یا بزرگ سے دعا کی التماس کرے رہا استعانت مبحوث عنہا و متنازعہ فیہا وہ مسئلہ پیر پرستان کو اس سے کیا لگاؤ۔ دراصل یہ استمداد و اعانت ہی نہیں ہے بلکہ توسل اور طلب دعا ہے جس میں کوئی نزاع نہیں ہے ہاں البتہ فقہاء میں اختلاف ہے کہ زیارت قبور میں بتوسل اور طلب دعا بھی جائز مباح ہے یا بدعت ممنوعہ۔ بعض جائز کہتے ہیں اور اکثر ناجائز کہ طریقہ مسنونہ زیارت کے خلاف ہے۔ چنانچہ خود شیخ علیہ الرحمہ باب زیارت قبور میں معترف ہیں۔ اما استمداد باہل قبور در غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا غیر انبیا علیہم السلام منکر شدہ اند آں را بسیارے از فقہا میگویند نیست زیارت قبور مگر از برائے دعائے موتی واستغفار برائے ایشاں ورسانیدن نفع بایشاں بدعا واستغفار وتلاوت قرآن۔ واثبات کردہ اند آں را مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم وبعضے فقہا رحمۃ اللہ علیہم۔ اس تفاصیل سے ظاہر و باہر ہے کہ فقہائے مانعین بہ نسبت مجوزین کے اکثر ہیں۔ فاضل بدایونی کا کثرت سے مراد فی نفسہ کثرت یا قلت مراد لینا اور مختصر معانی اور مطول کی عبارتیں پیش فرمانا اُن کے فضل کے خلاف ہے۔ شرح مشکوۃ عربی کے الفاظ فقد انکرہ کثیر من الفقہاء اور اس کے مقابلہ میں اثبتہ بعض الفقہاء سے کیسے کثرت فی نفسہ مراد لی جا سکتی ہے۔

اور شیخؒ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ مروی ومسنون در زیارت سلام بر موتی واستغفار برایشاں وقراءۃ قرآن است۔ اور شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ سوال۔ استمداد

بایں طور کہ یا فلان از حق تبارک وتعالیٰ حاجت مرا بخواہ وشفیع من شو و دعا برائے من بخواہ درست است
یا نے۔ جواب: استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در
زمان صحابہ وتابعین نبود لیکن اختلاف است دراں کہ ایں بدعت سیئہ است یا حسنہ ونیز حکم مختلف
میشود باختلاف طرق استمداد (فتاویٰ ص۹۲) الغرض جب حضرت شیخ اجل اور شاہ صاحبؒ بایں
وسعت نظر اس طریق توسل کو بھی خیر مردی فرماتے ہیں کہ زمانہ صحابہ وتابعین میں نہیں پایا جاتا تو جواب
کس کا زہرہ ہے کہ قرون اولیٰ میں ثابت کر دکھائے۔ البتہ مظہر عون الٰہی جان کر امور عادیہ بشریہ میں
بالاتفاق استعانت مِن الاحیاء عقلاً وشرعاً متعین ومستحب ہے جیسا کہ شیخ رح نے فرمایا:۔ وشائع
است ودرین۔ اور شاہ صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا، دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہیکہ
اعتماد براں غیر باشد واورا مظہر عون الٰہی نداند حرام است واگر التفات محض بجانب حق است واورا
یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بکارخانہ اسباب وحکمت او تعالیٰ دراں نمودہ بغیر استعانت ظاہری
نماید دور از عرفان نخواہد بود ودر شرع نیز جائز وروا است وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ
اند ودر حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر۔ اور تفسیر میں
اس عبارت سے قبل استعانت مِن الاحیاء کا ذکر اس پر قرینہ ہے اور قول بیضاوی ویؤیدہ
قوله عليه السلام رحم الله اخي يوسف لو لم يقل اذكرني عند ربك لما لبث في
السجن سبعا بعد الخمس والاستعانة بالعباد في كشف الشدائد وان كانت محمودة
في الجملة لكنها لا يليق بمنصب الانبياء میں بھی استعانت بالاحیاء فی امور عادیہ ہے۔

(۷) مجمع البحار میں ہے۔ من قصد لزيارة قبور الانبياء والصلحاء ان يصلي
عند قبورهم ويدعو عندها ويسئلهم الحوائج فهذا لا يجوز عند احد من علماء
المسلمين فان العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق لله وحده۔ (انتهی) یعنی
جس شخص نے اس غرض سے قبور انبیاء وصلحاء کی زیارت کا قصد کیا کہ ان کی قبروں کے پاس نماز پڑھے
اور ان سے دعا مانگے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرے تو یہ علماء مسلمین میں سے کسی کے نزدیک جائز
نہیں کیونکہ عبادت اور طلب حوائج اور استعانت اللہ ہی کا حق ہے۔ اور صاحب مجمع البحار نے جو
باب سین مع الجیم میں لکھا ہے اما اتخاذه في جوار صالح لقصد التبرك بالقرب لا التعظيم
له فلا يدخل تحته اس کے خلاف نہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مقابر صلحاء محل نزول برکات
ہے لہٰذا اگر مسجد بجوار صالح اس قصد سے کہ محل برکات میں داخل ہو جائے کہ جس سے اثر روحانی کا

وصول اور ان کے قرب سے استفادہ برکت مطلوب ہو حدیث کی وعید میں داخل نہیں نہ یہ معنی ہیں کہ بقصد توجہ و استعانت اتخاذ مسجد حدیث کی وعید میں داخل نہیں۔ دیکھیں هذا ما فی الخیر الجاری نقلاً عن العینی وھو ناقل عن البیضاوی فاما من اتخذ مسجداً فی جوار صالح و قصد التبرک بالقرب منه لا للتعظیم له ولا للتوجه الیه فلا یدخل فی الوعید المذکور۔ انتہٰی اور ترجمہ شیخ میں بھی اسی طرح ہے و سیاق التفصیل۔

(۸) تفسیر معالم التنزیل میں علامہ بغوی فرماتے ہیں یقال الاستعانة نوع تعبد والعبادة الطاعة مع التذلل والخضوع۔ انتہٰی یعنی استعانت بھی ایک قسم کی عبادت ہے اور عبادت کے معنی نہایت تذلل اور غایت خضوع کے ساتھ اطاعت کرنا۔

(۹) مدارج العالمین میں ہے۔ من اقبح العقائد طلب الحاجة من الموتی و الاستعانة بھم فان المیت لا یملک بنفسه نفعاً ولا ضراً وھو احوج الناس الی الاحیاء للدعاء والاستغفار والصدقة علی نھج الشریعة۔ انتہٰی یعنی مردوں کی حاجت طلب کرنا اور اُن سے مدد مانگنا بدترین عقیدہ ہے اس لئے کہ مردے تو خود احیاء کے صدقہ اور استغفار اور دعا کے محتاج ہیں شرعی طریقہ پر اور نہ اپنے نفس کو آپ نفع اور ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ (لانه لا قدرة ولا اختیار لھم)۔

(۱۰) نتائج المرام سید عبد الصبور میں ہے۔ قال الشیخ الامام الاجل ابو صالح محمد بن ابراھیم الشیرازی ما یقع فی بلاد العجم من فرش البسط وضرب الخیام عند مقابر الاولیاء الکرام والعوام یستمدون بھم و یخشعون و یتضرعون الیھم کلھا مکروہ و المکروہ اقرب الی الحرام۔ انتہٰی یعنی اولیاء کرام کے مقبروں کے پاس جو بلاد عجم میں فرش بچھائے جاتے ہیں اور خیمے لگائے جاتے ہیں اور عوام الناس ان سے حاجتیں طلب کرتے ہیں اور ان کی طرف خشوع اور خضوع کرتے ہیں یہ سب مکروہ تحریمہ ہیں۔

(۱۱) مجالس العالمین میں ہے۔ من القبائح طلب الحاجة من الموتی و الاستعانة بھم والتوجه الیھم لیشفعوا۔ انتہٰی یعنی مردوں سے حاجت طلب کرنا اور اُن سے استعانت اور ان کی طرف توجہ کرنا تاکہ وہ سفارش کریں یہ بھی امر قبیح ہے (لانه خلاف السنة)۔

(۱۲) شیخ علی بن قاسم سندھی تنبیہ المرام میں لکھتے ہیں لا یجوز الاستعانة باهل

القبور وعليه الجمهور۔ یعنی جمہور کے نزدیک اہل قبور سے استعانت جائز نہیں ہے۔

(۱۳) ملا عبداللہ سمرقندی ہمعصر ملا علی قاری نیج السنۃ میں لکھتے ہیں حرم الاستمداد بالقبور الکثیر من القبور۔ انتہی۔ یعنی قبروں سے استمداد حرام ہے بوجہ کثیر قبور کے۔

(۱۴) قاضی عبدالرحمٰن صاحب تفسیر فتح الرحمٰن ہمعصر صاحب ہدایہ احوال الآخرۃ میں لکھتے ہیں ویکرہ الاستعانۃ بالموتی۔ انتہی یعنی مُردوں سے حاجت طلب کرنا مکروہ ہے۔

(۱۵) ابو العلاء اسمٰعیل قرشی روضۃ الہدایہ میں لکھتے ہیں:- لا یجوز الاستعانۃ بالاولیاء والصالحین بعد موتھم انتہی۔ یعنی اولیاء اور صلحاء سے ان کی موت کے بعد استعانت جائز نہیں۔

(۱۶) کاشف الاسرار مقصد ثانی میں ہے:- قال الشیخ الامام علی بن ابی اسحاق ابن منصور النیشاپوری لا یجوز ان یدور الرجل حول قبور الاولیاء الکرام تقربًا الیھم ولا یمس القبور ولا یقبلہ والاستعانۃ بھم غیر مستحسن بالاجماع انتہی۔ یعنی اولیاء کے قبور کے ارد گرد بطور تقرب کے گھومنا ناجائز ہے اور قبر کو مس کرنے اور نہ اس کو چومے اور ان کے ساتھ استعانت بالاجماع غیر مستحسن ہے۔

(۱۷) اور تارخ المسلمین میں ہے بکرہ الانتفاع بالمقبرۃ اور مطالب المومنین میں ہے یکرہ الانتفاع بالقبر۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں ابو محمد مالکی گوید قصد انتفاع بمیت بدعت است در زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی خود میت سے نفع طلب کرنا مکروہ اور بدعت ہے۔ یا یہ حضرات منکر سماع ہیں یا اس وجہ سے کہ سنت کے خلاف ہے، فافہم

بحث ندا استمدادی

یعنی بنا بر اعتقاد حاضر و علم غیب بالاستقلال ذاتی ہو یا عطائی ندا استمدادی کرنا کفر ہے جیسے کہ پیر پرستوں کا عقیدہ ہے نہ مطلق ندا۔

سب سے پہلے محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ سن لینا چاہئے تاکہ اصل حقیقت معلوم ہو جائے اور غلط بحث نہ ہو اور خواہ مخواہ معارضہ میں جہالت نہ کریں۔

(۱) شوق میں اشعار استمداد یہ اور ندائیہ پڑھنا جائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج۳ ص۳۰) کیونکہ اس میں منادی کو سنانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس طرح کی طرح ہوتا ہے ۔ اے نسیم سحر آیا گر یار کجا است

(۳) ندا یا رسول اللہ اگر بنا بر حاضر و علم غیب بالاستقلال جان کر ہے کفر ہے۔ اور اگر ذوق اور
شوق میں کہے تو جائز۔ اور اگر یہ سمجھ کر کہ خدا اطلاع دیتا ہے جس جا کوئی نہیں ہے بغیر ثبوت کے یہ
اعتقاد گناہ ہے اور صرف اس امید پر کوئی حرج نہیں اور بذریعہ صلوۃ و سلام جائز کہ فرشتے پہنچاتے
ہیں (صفحہ ۱۱) یا بوقت پیش ہونے اعمال کے یہ ندا استمدادی بھی معروض ہوگی اور بذریعہ صلوۃ و سلام
یا مزار مبارک کے پاس استشفاع بھی کر سکتے ہیں کیونکہ آپ بالاتفاق سنتے ہیں۔ اس استشفاع اور
طلب دعا بجناب باری میں کسی کو اختلاف نہیں اور عشق و فرط محبت سے بھی یا محمد کہہ سکتے ہیں (یا ربط
قلب نام رکھتا ہو امداد السلوک صفحہ) یا ندا کو بغیر عقیدہ علم غیب و سمع بالاستقلال کے رقعہ یا کسی نظم
میں استعمال کرے، ان سب صورتوں میں بحث نہیں۔ فاضل بریلوی خواہ مخواہ ان اقسام کو پیش
فرما کر معاصرین کی زحمت اٹھاتے ہیں اور بطور کرامت اسماع ندا یا سمع ندا بھی بحث سے خارج ہے
اس کا اسلوب اتفاقیہ ہوگا اور باذن اللہ غیر اختیاری ہوگا۔

(۱) مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز سورۂ مزمل آیت ورتل القرآن
ترتیلا کے تحت میں فرماتے ہیں۔ دویم نوع تقرب تقرب اسم دو چیز است یکے احاطہ علمی باذکار قلبیہ
ولسانیہ ذاکرین باوصف تخالف السنہ و ازمنہ و امکنہ تا ذکر قلبی و لسانی ہر ذاکر را معلوم کند دوم
قوت نزدیک شدن و دور ماندن و آمدن و آرام کردن و حکم صفت احیا کردن کہ در عرف شرع
آنرا دنو و تدلی و نزول و قرب می نامند و این ہر دو صفت خاصہ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق را
حاصل نیست آرے کفرہ در حق بعضے از معبودان خود و بعضے پیر پرستان از زمرۂ مسلمین در حق پیران خود
امر اول را ثابت می کنند و در وقت احتیاج بہمیں اعتقاد یاد آنہا استعانت می نمایند۔ انتہی نیز اسی آیت
کے تحت میں فرماتے ہیں کہ مخلوقات ہر چند در مراتب باشند اول علم محیط ندارند کہ ہر ذاکر ہر جا از مطلع شوند
دوم استیلائے دائمی بر ہر جا ذاکری نتوانند کرد الخ و سورۂ لقمان و مثالیں ہے و انبیاء و مرسلین علیہم السلام
بالوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کند۔ انتہی

(۲) سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
قدس سرہما تحفہ تصحیح میں فرماتے ہیں منہم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج
والمصائب باعتقاد ان ارواحہم حاضرۃ تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلک
شرک قبیح وجہل صریح قال اللہ تعالیٰ ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ الآیۃ۔ انتہی
یعنی بعض وہ لوگ ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو حاجت اور مصیبتوں کے وقت اس اعتقاد سے کہ ان کی

الالات وتشبہ ہا مانند آں عبادت است لقولہ تعالیٰ و رفعنا لک ذکرک لقد قیل اگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ گوید و یا ہم کند علی ولی اللہ یا ابوبکر ولی اللہ بگفتہ شود و ذکر محمد رسول اللہ ہم بر وجہیکہ در شرع وارد نشدہ است چنانچہ کے بطور وظیفہ یا محمد یا محمد یا محمد گفتہ یا قصد روا نباشد۔ انتہیٰ۔

تنبیہ: حضرت قاضی صاحب نے نہایت خوبی سے فاضل بدایونی و بریلوی کے تمام شبہات کو زائل فرما دیا ہے افسوس اگر یہ دونوں فاضل اس تحریر کو دیکھ لیتے تو ان کے لئے بہت سی مشکلات کی عقدہ کشائی ہو جاتی (۴) اور کتاب الحالات و المقالات مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ من مولفات شاہ غلام علی مجددی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے **قولہ** روزے گفتم یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ الہام شد بگو یا ارحم الراحمین شیئاً للہ۔

(۵) فتاوی بزازیہ میں ہے من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ و تعلم یکفر انتہیٰ یعنی جو شخص ارواح مشائخ کے متعلق یہ عقیدہ رکھے اور کہے کہ وہ حاضر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتے ہیں کافر ہو جائے گا۔

(۶) عینی شارح بخاری کتاب الدعوات میں لکھتے ہیں:۔ وقالت طائفۃ ان المراد بالدعاء العبادۃ و استدلوا بحدیث النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی الآیۃ اخرجہ الاربعۃ وصححہ الحاکم فی النوع واجاب الجمھور ان الدعاء من اعظم العبادۃ الخ و بذلک ما رواہ الترمذی من حدیث انس رفعہ الدعاء مخ العبادۃ وقد تواترت الآثار من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالترغیب بالدعاء والحث علیہ لحدیث ابی ھریرۃ رفعہ لیس اکرم علی اللہ من الدعاء انتہیٰ مختصراً اور اسی کتاب الدعوات میں اس سے قبل ہے قال الراغب الدعاء والنداء واحد الخ قاموس میں ہے الدعاء ھو الرغبۃ الی اللہ اور صراح میں ہے دُعاء بالضم والمد یکے ادعیہ ج خواندن۔ رشیدی میں ہے دعا بمعنے خواستن حاجت از خدا تعالیٰ است اور تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ کے تحت میں ہے قال بعض العلماء الدعاء تنبیہ و بمعنے العبادۃ لما فیہ لزم التکرار والاظھر انہ علی الاصل والمقصود الدعاء نوع من انواع العبادۃ انتہیٰ ملخصاً و در تحت آیت اجیب دعوۃ الداع الآیۃ وحقیقۃ الدعاء

بتشک عالم الغیب مراتبه جل جلاله العناية ولا يسئل الا ومعونة انتہی۔ الغرض سب
خلاصہ یہ ہے کہ دعا کے حقیقی معنی ندا کے ہیں۔ اور دعا اور ندا کے ایک ہی معنی ہیں اور کبھی بمعنے عبادت
بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور بعض مفسرین نے جو بعض مقامات میں دعا بمعنے عبادت تفسیر کی ہے محض
اس وجہ سے کہ ندا کی بعید ہے ندا یا استغاثت و طلب حاجت بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ حضور
علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے اور اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی شے
عزیز نہیں ہے۔ دعا ایک بڑی عبادت ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ الدعاء مخ العبادة فقال ادعوا
ربكم تضرعا وخفية وفي الاية مسائل المسئلة الاولى ادعوا ربكم فيه قولان قال
بعضهم اعبدوا وقال الآخرون بالاول والقول الثاني هو الاظهر لان الدعاء
مخ العبادة الخ اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی و شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہما کی
بھی آیات کے متعلق تفسیر ان کے اقوال کے بیان میں لکھ چکا ہوں۔ ان کو دوبارہ پھر ملاحظہ فرمایا جائے
اور ان دس بارہ آیات کو بھی بہرحال تطبیق کر لیا جاوے۔

ایک اعتراض کا جواب

اعتراض تقویۃ الایمان میں جن آیتوں کو استدلال میں لایا گیا ہے وہ کفار بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں
نہ مسلمان پیر پرستوں کے حق میں۔ جواب۔ اس کا جواب حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب ارشاد الطالبین
میں دے چکے ہیں۔ فان قيل هذه الاية في حق الكفار كانوا يدعون من دون الله الاصنام
قلت اللفظ عام فلا عبرة لخصوص المحل كما تقرر في الاصول۔ انتہی۔ یعنی اگر کہا جائے
یہ آیت تو کفار کے حق میں ہے جو بتوں کو پکارتے اور یاد کرتے تھے تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے
لفظ عام ہے خصوص محل کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور نیز تفسیر بیضاوی
میں ہے۔ قل ادعوا الذين زعمتم انها آلهة من دونه كالملائكة والمسيح وعزير۔
انتهى اور علی ہذا القیاس صاحب جلالین اکثر جا من دون اللہ کی تفسیر غیر اللہ کرتا ہے۔ اور نیز کفار
کا مقصود بھی پتھروں کو پکارنا نہ تھا بلکہ ان کی غرض اصحاب صور کو پکار کر اپنی حاجت روائی ہوتی تھی۔
جیسا کہ خود صاحب وسیلہ جلیلہ نے ص۶۹ پر اقرار کیا ہے۔ مشرکین کہتے ہیں کہ امور معظمہ کا مدبر تو
خداوند تعالیٰ ہے مگر بعض صالحین نے خداوند تعالیٰ کی عبادت کی جس سے وہ اس کے مقرب خاص
ہو گئے۔ خداوند کریم نے اس کے صلہ میں ان کو الوہیت کا درجہ عنایت کیا جس سے وہ مستحق عبادت
کے ہو گئے ہم پر ان کی عبادت لازم ہے تاکہ وہ ہم کو مرتبہ میں اللہ کے نزدیک کر دیں۔ ان لوگوں نے اپنے

مقبولین کے لئے یہ بھی سمجھ لیا کہ وہ لوگ سنتے ہیں۔ دیکھتے ہیں اپنے بندوں کی شفاعت کرتے ہیں پھر ان کے نام کے پتھر رکھ لئے اور ان کو معبودوں کی توجہ کے لئے قبلہ ٹھیرایا۔ انتہی

اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر پارۂ الٓم میں فرماتے ہیں اور بقول فاضل بریلوی اقرار سے ثبوت بدعت ملاتے ہیں قولہ خواہ آں جبروت یا شد یا روح شیخ خواہ جن خواہ پیرے یا پیغمبرے را این ذبیح جانورے نذر مقرر کردہ دہند این ہمہ حرام است (ملخصاً)

اور بخاری میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے یہ معنی ہیں کہ خارجیوں نے وہ آیتیں جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی تھیں ان کو مسلمان صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہونا بتایا کہ یہ آیت مثلاً علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی اور فلاں آیت فلاں صحابی کے حق میں معاذ اللہ قبحہم اللہ۔

(۷) بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ۔ اور ابن حجر کی شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں۔ اذا صلی وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعا حقیقیا او یرد علیہ من غیر واسطۃ واذا صلی وسلم علیہ من بعید لا یسمعہ الا بواسطۃ یدل علیہ احادیث کثیرۃ۔ انتہی۔

اور شیخ عبد الحق ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ سلام زائران قبر شریف بے واسطہ بارہ فرماید و رد سلام نماید و دیگران بوساطت ملائکہ میرسد انتہی۔ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس آکر درود و سلام مجھ پر کہتا ہے میں خود بلاواسطہ حقیقتاً سن لیتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور جو دور سے درود و سلام بھیجتا ہے اس کو خود تو نہیں سنتا لیکن فرشتوں کے ذریعہ سے اس کو میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔ مقام غور ہے کہ جب حضور علیہ السلام دور سے صلوٰۃ و سلام نہیں سنتے بلکہ فرشتوں کے ذریعہ سے جو اس کام کے لئے خدا کی طرف سے مقرر ہیں اور قاصد حضور علیہ السلام کیلئے وہ متعین ہیں اور ان کے لئے یہ امر ثابت نہیں ہے تو ندا استمدادی بنسبت غیر آنحضرت کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

اور التحیات میں جو عباد اللہ الصالحین کو درود و سلام بالغیب کہا جاتا ہے وہ لفظ سلام نہیں پہنچتا بلکہ اس کا اثر و اس کا ثواب و برکت بطریق عموم پہنچتا ہے۔ شیخ نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔ فانہ اذا قال ذلک اصاب کل عبد صالح فی السماء والارض یعنی جس وقت بگوید بندہ این سلام را بطریق عموم میرسد اثر آن بر بندہ صالح کہ در زمین و آسمان است۔ انتہی۔ اور ملا علی قاری نے مرقات میں اصاب کل عبد کے بعد لکھا ہے۔ فاعلہ ضمیر ذلک ای اصاب ثواب ہذا الدعاء او برکتہ انتہی۔

اور صلوٰۃ الحاجۃ میں جو دعا بصورت ندا واقع ہے وہ ابقاء علی الاصل ہے جیسا کہ شیخ نے
التحیات کی نماز میں وجہ خطاب یہی لکھی ہے۔ وجہ خطاب بآں حضرت بجہت ابقاء این کلام است
بر آنچہ در اصل بود کہ در شب معراج از جانب پروردگار تعالیٰ و تقدس بر آنحضرت خطاب السلام آمد
پس آنحضرت در بیان تعلیم امت نیز بر ہماں لفظ اصل گذاشتند تا ایشاں را تذکر آں حال گردد و نیز
آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان و قرۃ عین عابدان ست در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت
عبادت و آخر آں کہ وجود نورانیت و انکشاف است درین محل بیشتر و قوی تر است و بعضے از عرفا
گفتہ اند کہ این خطاب بجہت سریان حقیقۃ محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت
در ذوات مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا
بانوار قرب و اسرار معرفت متنور و فائز گردد۔ انتہی ترجمہ مشکوٰۃ اور رسالہ مسمی بہ تحصیل البرکات فی
بیان معنی التحیات میں لکھتے ہیں اگر گویند کہ خطاب مر حاضر راست و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دریں
مقام حاضر نیست پس توجیہ این خطاب چہ باشد جواب آنست کہ چوں ورود ایں کلمہ در اصل یعنی در
شب معراج بصیغہ خطاب بود تغییرش ندادند و بر ہماں اصل گذاشتند و در شرح صحیح بخاری میگوید کہ
صحابہ در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصیغہ خطاب می گفتند و بعد از زمان وفات بعض
صحابہ ایں چنیں می گفتند السلام علی النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ نہ بلفظ خطاب انتہی

(۸) بحر الرائق میں ہے من ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ و اعتقد بذا
کفر یعنی جس نے یہ کہا کہ اللہ کے سوا میت بھی بالاختیار و بالارادہ امور میں تصرف کرتا ہے اور اس پر عقیدہ

لہ عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی قال ان
شئت دعوت وان شئت صبرت فهو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضأ فیحسن الوضوء ویدعو بهذا
الدعاء اللهم انی اسألک واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی توجهت بک الی ربی فی قضاء
حاجتی [illegible] اللهم فشفعه فی۔ ترمذی [illegible]
[illegible]

جانا گیا کافر ہو گیا، ایسے ہی جو یہ سمجھے کہ میت ہی تصرف کرتا ہے نہ اللہ تعالیٰ ہر حالت میں یہ محض کفر ہے۔
اور فتاویٰ شامی صفحہ ۱۳۳ فصل باب الاعتکاف میں بھی اسی طرح ہے۔

(۹) رسالہ فیض عام میں ہے جو مولوی نجم الدین ساکن بردوان نے چند سوال حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے دریافت کیے تھے اور آپ نے ان کا جواب دیا ہے۔ ایک سوال میں استمداد کی صورت بھی پوچھی تھی آپ نے جواب دیا طریق استمداد از ایشان آن ست کہ جانب سر قبر بجا اند و بزبان گوید کہ حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجا می کنم و دعا نمائید بلکہ شفاعت امداد من نمائید۔ اور فتاویٰ عزیزی صفحہ ۔۔ میں فرماتے ہیں بہ نیت صورت امداد گویند کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب الٰہی بتوسل او۔ اور اسی طرح شیخ نے تصریح کی ہیں شیخ دہلوی اور شاہ صاحب کے کلام سے معلوم ہوا کہ استمداد کی صورت توسل اور طلب دعا بجناب الٰہی عند القبر کے سوا کوئی اور صورت ہی نہیں ہے جیسے کسی پیر پرستوں نے پیروں اور بزرگوں کے متعلق عقیدہ قائم کیا ہے اور اپنے اسی عقیدہ کی بنا پر ان سے استمداد کرتے ہیں بالکل شرک ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب نے پیر پرستوں اور عوام و جہال کے استمداد کو کئی جگہ بیان فرمایا ہے اور اس کو شرک صریح جلی اور فرقہ پیر پرستوں کو فرقہائے مشرکین میں شمار فرمایا ہے۔ ان عبارتوں کو دوبارہ ملاحظہ فرما لیا جاوے۔ پس اگر کسی جگہ یہ لفظ امداد یا استمداد بزرگوں کے کلام میں نظر آئے تو ایک جگہ اول تو اس کا جواب یہ ہے یہ استمداد ہوگی، دوسرے اور بغیر علاوہ یہ ہیں اولیاء اللہ سے طلب حاجت و امداد و استمداد کے یہ معنی ہیں کہ عرض کیا جاوے کہ وہ جناب الٰہی میں دعا فرمائیں الا خیر۔ اور ان کی امداد یہ ہے کہ وہ بجناب الٰہی دعا فرما دیں الا خیر۔

(تنبیہ) وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنگل بیابان میں کسی کا جانور بدک جائے یا بھاگ جائے یا کوئی اور مصیبت پیش آجائے تو تین دفعہ اعینونی یا عباد اللہ پکار کہے کیونکہ وہاں اللہ کے بندے ایسے ہیں جو تم کو نظر نہیں آتے وہ روک دیں گے۔ بعد صحت حدیث اول تو یہ استمداد احیاء سے ہے کیونکہ وہاں وہ موجود و حاضر ہوتے ہیں خواہ جن مسلمان ہوں یا ملائکہ یا رجال الغیب جو ابدال ہیں جیسے کہ ملا علی قاری نے تصریح فرمائی ہے متفاوت انہی سے استمداد ہوتی ہے۔ اور اللہ نے ان کو خواہ وہ ملائکہ ہوں یا جن اس کام پر متعین کیا ہے اور حضور علیہ السلام نے ایسے جنگل میں ان کی موجودگی کی اطلاع دیدی ہے اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں رجال الغیب کا عنوان قائم کرکے اس میں تحقیق بیان کی ہے کہ وہ ملائکہ ہیں اور فیض القدیر شرح جامع صغیر میں ایک روایت ہے جس میں تصریح ہے کہ وہ ملائکہ ہیں ان للہ ملائکۃ فی الارض یسمون الحفظۃ یکتبون ما یقع فی الارض من ورق الشجرۃ فاذا اصاب احدکم عرجۃ

او احتاج الی عون بفلاۃ من الارض فلیقل اعینونی عباد اللہ رحمکم اللہ فانہ یحصل ان شاء اللہ تعالیٰ رواہ ابن سنی والطبرانی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان ملائکہ حفظہ کی اللہ تعالیٰ نے اسی کام کے لئے تخلیق فرمائی ہے جو سب سے اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ اللہ کے بندے جو وہاں موجود اور حاضر ہوتے ہیں او حضور علیہ السلام نے ہم کو ان کی موجودگی کی اطلاع دیدی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس جگہ پر قائم کیا ہے وہ ارواح اولیاء ہیں تو ان سے طلب امداد کے یہ معنی ہیں کہ وہ جناب الٰہی میں دعا فرماویں اور یہ بھی دعا وشفاعت امداد فرمائیں جیسے محقق شیخ دہلوی اور شاہ صاحب کے کلام میں معلوم ہو چکا۔

(١٠) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کنت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک واذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتبہ اللہ لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک الا بشیء قد کتبہ اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف رواہ احمد والترمذی (مشکوۃ کتاب التوکل) ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضور کے پیچھے تھا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے اللہ کے حقوق کی حفاظت کر۔ اللہ تجھکو دنیا و آخرت کے مکاروہ سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اس کو اپنے روبرو پائے گا منجملہ ان حقوق کے ایک یہ ہے کہ جب تو کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد چاہ اور یقین کر لے کہ اگر سب لوگ تجھ کو ذرہ بھر نفع پہونچانے کے لئے جمع ہو جائیں تو ہرگز نفع نہیں پہونچا سکتے لیکن وہی شے جو اللہ نے تیرے لئے مقدر کی ہے اور اگر تجھے ضرر پہونچانے کے لئے جمع ہو جائیں تو ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکتے لیکن وہی شے جو اللہ نے تجھ پر لکھ دیا ہے قلم اٹھائے گئے اور کاغذ سوکھ گئے۔

(ف) اس حدیث میں امر ہے کہ اللہ کے حقوق کی رعایت کی جائے اور اس کی رضا کی تحری کی جائے اور یہ تمام خاص وعام پر واجب ہے۔ مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۹۵ میں ہے:۔ قال الطیبی ای راع حق اللہ وتحر رضاہ تجدہ تجاھک ای مقابلک وحذاءک ای احفظ حق اللہ تعالیٰ حتی یحفظک اللہ من مکارہ الدنیا والآخرۃ انتہی۔ (فاسئل اللہ) ای فاسئل اللہ وحدہ فان خزائن العطایا عندہ الخ ولا یسئل غیرہ لان غیرہ غیر قادر علی العطاء والمنع ودفع الضر وجلب النفع فانہم لا یملکون لانفسہم نفعا ولا ضرا ولا یملکون موتا ولا حیاۃ ولا نشورا ولا یترک السؤال بلسان الحال او ببیان المقال فی جمیع الاحوال ففی الحدیث من لم یسئل اللہ یغضب علیہ (ان الامۃ) ای جمیع الخلق من الخاصۃ والعامۃ والانبیاء والاولیاء وسائر الامۃ لو اجتمعت علی

دیگراں حاصل است و آں نیست مگر در ارواح ایشاں را و آں باقی است و متصرف حقیقی نیست مگر خدا
عزشانہ وہمہ بقدرت اوست الخ۔ و نیست فعل و تصرف در ہر دو حالت مگر حق را جل جلالہ الخ۔ اور جذب
القلوب میں ہے اما تبرک و توسل در عالم برزخ و مواطن قبور یا مخصاص او بحضرت قدسی سمات انبیاء و
رسل صلوات اللہ علیہم تعیین کردہ است و ظاہر عبارت اوست در غیر ایشاں از اولیاء اللہ یعنی رخصت
واللہ اعلم۔ اور شیخ الاسلام نے کشف الغطاء میں بھی اسی طرح لکھا ہے اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ
کے فتاوی جلد ۲ میں بھی اسی طرح ہے۔

(نوٹ) شیخ کی ان تمام نقول سے صرف فیض روحانی باطنی و اجابت دعا اور کرامت کا بیان ہے
اور یہی تصرف ہے کما مر سابقاً۔ اور سوائے دعا کے اور کوئی شے اختیاری نہیں معلوم ہوتی۔ اور یہ
بحث بھی عالم برزخ کے ساتھ مخصوص ہے عالم دنیا اور عالم آخرۃ دونوں مستثنیٰ ہیں۔ اور ان کو معارضہ
کرنا بھی جہالت ہے۔ امام فخر الدین رازی فالمدبرات امرا کے تحت میں لکھتے ہیں ثم ان ھذہ
الارواح الشریفۃ العالیۃ لا یبعد ان یکون فیھا ما یکون لقوتھا و شرفھا یظہر منھا آثار فی
احوال ھذا العالم فھی المدبرات امرا الیس ان الانسان قد یری استاذہ فی المنام و
یسألہ عن مشکلۃ فیرشدہ الیھا الیس ان الابن قد یری اباہ فی المنام فیھدیہ الی
کنز مدفون الیس ان جالینوس قال کنت مریضا فعجزت عن علاج نفسی فرأیت فی
المنام واحدا ارشدنی الی کیفیۃ العلاج الیس ان الغزالی قال ان الارواح الشریفۃ
اذا فارقت ابدانھا ثم اتفق انسان مشابہ الانسان الاول فی الروح والبدن فانہ
لا یبعد ان یحصل للنفس المفارقۃ تعلق بھذا البدن حتی تصیر کالمعاونۃ للنفس المتعلقۃ
بذلک البدن علی اعمال الخیر فتسمی تلک المعاونۃ الھاما و نظیرہ فی جانب النفوس
وسوسۃ وھذہ المعانی وان لم تکن منقولۃ عن المفسرین الا ان اللفظ محتمل لھا جدا
الحق۔ یعنی ان ارواح شریفہ کے بسبب بڑی قوت اور شرافت کے عالم دنیا میں کچھ آثار ظاہر ہوں تو
بعید نہیں ہے۔ پس اس صورت میں یہ مدبرات امر ہیں۔ دیکھو شاگرد کبھی اپنے استاد کو خواب میں
دیکھتا ہے کسی مسئلہ مشکل کا سوال کرتا ہے وہ اس کو حل کرتا ہے اور بیٹا بھی اپنے باپ کو خواب میں
دیکھتا ہے باپ اسے اپنا خزانہ مدفون بتا دیتا ہے۔ جالینوس نے کہا کہ میں مریض تھا میں اپنے علاج
سے عاجز ہو گیا دیکھتا ہوں کہ خواب میں ایک شخص نے علاج کی کیفیت بتائی اور امام غزالی نے
کہا کہ ارواح شریفہ جب ابدان سے علیحدہ ہوتی ہیں اور اپنے مماثل روح و بدن کسی انسان کو پاتی ہیں

تو بعید نہیں اس روح مفارقہ کو اس بدن سے تعلق پیدا ہو جائے جس سے یہ روح اس بدن کی شے کو اعمال خیر میں معاون کی طرح بن جائے اس معاونت کو الہام کہتے ہیں اور اس کی نظیر جانب نفوس شریرہ میں وسوسہ ہے۔ اور یہ معانی اگرچہ مفسرین سے منقول نہیں ہیں لیکن بنابر مذکورہ بالا لفظ اس کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ انتہیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں بھی اس احتمال کو ذکر کیا ہے مگر مختصر۔

اور تفسیر عزیزی سورۂ اذا السماء انشقت کی تفسیر میں ہے۔ و بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنہا می نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند و بطریق درخواست و دعا بجناب الٰہی کما سبق) ومی یابند و زبان حال آنہا دراں وقت ہم مترنم باین مقالات ست ع من آئم بجاں گر تو آئی بہ تن۔ انتہیٰ۔

(نوٹ) جواز مراقبہ عند القبور او حصول فیض باطنی میں کسی کو انکار نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ ص۱ سوال جواب دیکھو اور امام فخر الدین رازی کے تمام بیان سے صرف مجاب ہیں بالارادۃ اللہ و باذن اللہ و باقیہا و اللہ القادر روحانی اور ارواح کے روحانی آثار ثابت ہوتے ہیں۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:۔ فاذا مات انقطعت العلاقات ورجع الی مزاجہ فلحق بالملائکۃ وصار منہم و الہم کالہامہم ویسعی فیما یسعون وربما اشتغل ہؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ (یعنی بعد موت کے علاقے قطع ہو جاتے ہیں اور اپنے مزاج کی طرف رجوع کرتا ہے اور فرشتوں میں مل جاتا ہے اور اس پر فرشتوں کی طرح الہام ہوتا ہے اور جس میں فرشتے سعی کرتے ہیں وہ بھی سعی باذنہ تعالیٰ کرتا ہے۔ اور بسا اوقات اپنے روحانی اثر و دعا سے اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کے گروہ کی مدد کرنے میں مشغول ہوتا ہے باذنہ تعالیٰ (یعنی دعائے مستجاب سے مدد کرتا ہے۔ بیشک اس سے ثابت ہے کہ ملائکہ میں شامل ہو جاتا ہے اور ان کا کام کرتا ہے اگرچہ ملائکہ مدبرات کا تصرف بھی بنصوص قطعیہ بالارادہ و بالاختیار نہیں ہے ورنہ اُن سے استعانت جائز ہو۔

(نوٹ) ان تحریرات سے یہ نہ کوئی سمجھے کہ پھر تو براہ راست ان سے استعانت و استمداد امور غیر عادیہ میں بھی کر سکتے ہیں کیونکہ یہ مدبرات ہیں۔ میں کہتا ہوں اس سے استعانت ہرگز ثابت نہیں ورنہ مدبرات کی پہلی تفسیر نجوم سے کی گئی ہے۔ کیا ان سے بھی استعانت جائز ہو سکتی ہے پھر تو ستارہ پرستوں کے پاس ایک بڑی حجت ہے اگر کہا جائے اللہ تعالیٰ باختیار خود نجوم کے ذریعے طرح طرح کی تاثیرات عالم میں ظاہر

فرماتا ہے اور نجوم کو ان تاثیرات میں کوئی اختیار نہیں اور نہ ان میں کوئی طاقت ہے اور نہ اس کے خلاف کرنے پر قدرت بلکہ وہ بمنزلہ آلہ ہے تو یہی کہیں گے اسی طرح اگر ارواح مفارقہ بھی مدبر ہوں تو ان کو یا ان کے بالارادہ خود تاثیر کی قدرت نہیں اور نہ کسی کی حاجت پوری کر سکتے ہیں۔ اور تدبیر کے معنی بھی معلوم ہو گئے کہ صرف فیض روحانی باطنی و دعائے مستجاب اور خواب میں القاء روحانی اور لیس۔ اور فرشتوں کے بیچاریوں کے لئے بھی ابھی دلیل ہے کہ وہ ملائکہ مدبرات سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں یہ تو ایسا شرک کا دروازہ کھل گیا جیسے انہی علماء کے خلاف بروئے قرآن و حدیث میں پہلے لکھ چکا۔ ان تصرفات کے بطور کرامت باذن اللہ بھی کبھی ظاہر ہونے سے مدبر عالم نہیں بن سکتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ارواح اولیاء کو فرشتوں کی طرح مدبر عالم ہی بنا دیتا ہے تو استعانت مفروضہ کا جواب کیسے ہو سکتا ہے فافہم

اور صاحب وسیلہ جلیلہ نے صفحہ ۱۷ میں ایک حدیث نقل کی ہے عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لن تخلو الارض من ثلاثین مثل ابراھیم خلیل الرحمٰن بھم تغاثون و بھم ترزقون و بھم تمطرون یعنی زمین تیس آدمیوں سے جو مثل ابراہیم علیہ السلام کے ہوتے ہیں خالی نہ ہوگی۔ انہی کی برکت سے تمہاری فریاد رسی کی جاتی ہے۔ انہی کی برکت سے تم کو رزق دیا جاتا ہے اور انہی کی برکت سے تم پر پانی برسایا جاتا ہے یعنی اگر یہ ابدال نہ ہوں تو قیامت قائم ہو جائے۔ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ صاحب نصیحۃ المسلمین جو پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو اس بات کو کسی آیت یا کسی حدیث صحیح سے ثابت کر دو کہ انبیاء و اولیاء کو میں نے اپنی طرف سے مختار کر دیا ہے۔ میرے حکم سے پانی برساتے ہیں اولاد دیتے ہیں بیماروں کو اچھا کرتے ہیں فقط ہماری طرف سے کوئی شخص ان کو یہ حدیث دکھلا دے الخ۔ سبحان اللہ امور غیبیہ میں جو مخصوص باللہ ہیں کیسے ان کو مختار و متصرف ثابت کیا ہے بخدا سست ہیں اس حدیث سے ان کو ان امور میں اختیار ثابت کر دکھایا۔ آپ نے طبقہ ابدال کی حدیث پیش کرنے میں خواہ مخواہ زحمت اٹھائی حدیث بخاری کی لا ترزقون الا بضعفائکم او کما قال یعنی تم کو تمہارے ضعفاء ہی کی بدولت رزق دیا جاتا ہے پیش کر دی ہوتی اور ضعفاء کو مختار رزق رساں مان کر ان سے استعانت کا حکم لگا دیا ہوتا۔ پیر پرست ہمیشہ اپنے مزعومہ عقائد کو کہیں اختلافی مسائل یا الجھا کر کہیں مجازی اسنادوں کی آڑ لے کر ثابت کیا کرتے ہیں العجب۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بعض نے اس قسم کا استفتاء کیا کہ کیا شرع شریف میں ثابت ہے کہ مرنے کے بعد ارواح مفارقہ بھی اس عالم میں تدبیر امور اور تصرف فرماتے ہیں تفسیر کبیر میں ہے: ان ھذہ الارواح الشریفۃ العالیۃ لا یبعد ان یکون فیھا من یقوی

لقوتها وشرفها ينقطع تعلقها بهذا البدن فلا يبعد ان يحصل لها اثر في احوال هذا العالم فهي المدبرات امراً کہ ارواح
شریفہ مدبرات ہیں۔ حضرت مولانا جواب لکھتے ہیں۔ در شرع شریف انسان وجن وشیاطین را ارواح
ثابت کردہ اند کہ آنہا تدبیر ابدان خود واحساس وحرکات ارادیہ است وتصرفات شایان آنہاست
خواہ پاک باشند خواہ ناپاک۔ آرے ارواح جواد انبیاء وارواح انسانی تصرفات خارقۃ العادۃ مثل
طی المسافۃ الکثیرۃ فی المدۃ القلیلۃ وحمل الاثقال الثقیلۃ والدخول فی جوف الانسان وہم چنیں ارواح
شیاطین را تصرفات عجیبہ دادہ اند مثل القاء وساوس وخطرات در دل وتشکل باشکال مختلفہ وتخویف وہم
دلیل ہذا القیاس وتدبیر امور عالم چیزے دیگر است ومتعلقہ دیگر ثابت کردہ اند کہ ملائکہ را اگرچہ تدبیر امور
عالم موکول بایشان است لیکن نہ باستقلال بلکہ بہ تبعیت محض لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون
ما یؤمرون وما نتنزل الا بامر ربک لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وانہا تعبیر لقوی بر تبہ اند کہ تابع
نفس ناطقہ می باشند وارواح دیگر برائے افلاک وکواکب یا ارواح متعلقہ از سیارہ وارکوہ ثابت نفرمودہ
اند آرے افلاک وکواکب را بلکہ جبال وبحار را ملائکہ تعیین فرمودہ اند مثل ملک الجبال وملک البحار وفلسفی شریعت را
از اثبات ملائکہ اہل اند ونفوس ثابت می کنند وکسانیکہ درمیان شرع وفلسفہ جمع کردہ اند ہر دو ثابت می کنند
نفوس را ارواح می نامند وملائکہ را ملائکہ۔ عبارت تفسیر کبیر از ماسبق تحریر باید کرد تا واضح شود کہ مراد از ارواح
شریفہ عالیہ ملائکہ مقربین اند یا نفوس فلکیہ وکوکبیہ واز احکام ابدان مفارق شدہ اند تاثیر آنہا در عالم
اصلا در شرع ثابت نہ شدہ باعتبار فلسفہ تاثیر آنہا در عالم اصلا درست نمی آید زیرا کہ فلاسفہ ارواح مفارقہ را یا
مشغول بلذات روحانی میدانند یا گرفتار آلام روحانی آنہا تصرف در امور عالم کجا۔ انتہی۔ منقول از
تقریر المسائل فی جواب تصحیح المسائل ص ۱۳ وملخصہ کہ این فتوی از بعض علماء ہند موجود است از نقل کردہ شد
امام رازیؒ نے تفسیر میں اقرار کیا ہے کہ یہ معنی مفسرین سے منقول نہیں ہیں محض ایک احتمال ہے وہ بھی
حکایات مشہورہ سے استنباط کیا کہ خواب میں ارواح سے القاء روحانی ہوا اسی کو تدبیر سے تعبیر فرمایا ہے
نہ تدبیر امور عالم فافہم۔ ظہور کرامات باذن اللہ امر آخر ہے۔

حاصل کلام

ماحصل کلام یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز وقاضی ثناء اللہ وشیخ عبد الحق
وغیرہم قدس سرہم کے بیانات سے ظاہر و باہر ہے کہ عوام وجہال مسلمان اور زمرۂ
پیر پرستاں جو ارواح اولیاء اللہ کے متصرف بالارادہ اور مستقل اور مختار من جانب اللہ یعنی الیہ رد واسطہ
فی الغیبت مختار ومتصرف ونافذ بالذات جان کر امور غیر عادیہ بشریہ میں مدد مانگتے ہیں اور حاجت طلب کرتے
ہیں بلا شبہ شرک جلی ہے اور امور غیر عادیہ میں خود اولیاء اللہ سے حاجت مانگنا حرام بلکہ قریب شرک ہے اور اسی اعتقاد کے

مشکل کے وقت دور دور سے دفع بلا کے لئے پکارنا اور حاضر و ناظر جاننا اور اس خیال سے کہ جب ہم کسی جگہ سے پکارتے ہیں وہ سنتے ہیں اُن سے کوئی چیز چھپی نہیں ہے اور ان کے نام کا ورد کرنا بھی شرک ہے۔ ہاں توسل جائز ہے۔ اور امور عادیہ بشریہ میں استعانت بالاجماع مشروع ہے یہ بحث سے خارج ہے۔ اور ان عقیدوں کے باوجود عوام الناس کے اعمال قبر کی طرف سجدہ کرنا اور قبر پر رخسار رکھنا اور قبر کا طواف کرنا اور کسی کے نام کا بہ نیت تقرب جانور ذبح کرنا۔ عبد فلاں یا غلام فلاں نام رکھنا۔ منتیں ماننا نذریں کرنا، چڑھاوا یہ سب امور حرام اور شرک ہیں۔

اب اسی کے مطابق تقویۃ الایمان میں ملاحظہ فرمائیے اور یہ بھی معلوم ہو کہ علامہ شہید جاہل عوام الناس پیر پرستوں ہی کے عقیدوں کی اصلاح فرماتے ہیں **قولہ** صفحہ ۸ پر ہے سننا چاہیئے کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں کو اور اماموں اور شہیدوں کو فرشتوں اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برآنے کے لئے انکی نذر و نیاز کرتے ہیں۔ اور بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھتا ہے کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین اور ان کے جینے کے لئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے کوئی کسی کے نام کے جانور ذبح کرتا ہے کوئی مشکل کے وقت کسی کی دوہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کی قسم کھاتا ہے۔ الخ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی کے ٹھہرائے ہیں وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ اور اس کے نام کا جانور ذبح کرنا اور اس کی منت ماننی اور مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۹) یا اس کے نام کا تقرب ہے (صفحہ) **قولہ** اور عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے (یہی مستقل قدرت ہونے کے معنی ہیں) مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کر دینا۔ فتح و شکست دینی، اقبال و ادبار دینا۔ مرادیں پوری کرنی۔ حاجتیں برلانی بلائیں ٹالنی (الخ) جو کوئی اور کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت انکو خود بخود ہے یعنی طاقت مستقل بالذات بغیر عطا اور خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے (یعنی طاقت مستقل بالذات باعطاء الٰہی) ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (صفحہ) وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں مثلاً اگر چاہیں تو اک دم میں الٹ پلٹ کر دیں الخ۔ اللہ نے انکو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں

مار ڈالیں یا اولاد دیویں یا مشکل کھول دیں (ص۲۳) یہ جو بعض عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیاء کو اللہ نے طاقت بخشی ہے کہ تقدیر کو بدل ڈالیں جس کی تقدیر میں اولاد نہیں لکھی اس کو اولاد دیویں جس کی عمر تمام ہو چکی ہو اس کی عمر بڑھا دیویں سو یہ بات کچھ صحیح نہیں بلکہ یہ سمجھا چاہئے کہ اللہ اپنے ہر بندے کی کبھی دعا قبول بھی کر لیتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کی اگر اور ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا نبی ہو یا ولی سوائے اس کے کہ اللہ سے مانگے اور اس کی جناب میں دعا کرے کچھ اور طاقت نہیں رکھتا پھر وہ مالک مختار ہے چاہے اپنی مہربانی کی راہ سے قبول کرے چاہے اپنی حکمت کی راہ سے قبول نہ کرے انتہی (ص۲۹)

غرض مولانا شہیدؒ اسی مستقل تصرف کو تقویۃ الایمان میں باطل فرماتے ہیں اور اہل سنت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ کسی نبی یا ولی کو امور غیر عادیہ بشریہ میں امور عادیہ اختیاریہ کی طرح یہ قدرت تامہ اور اختیار کلی دیا گیا ہو کہ اپنے اختیار اور ارادے اور اپنے حکم و خواہش سے تمام عالم میں جس کو چاہیں ماریں جلائیں تندرست بنا کریں رزق دیں معاذ اللہ معاذ اللہ یہ یقیناً شرک ہے۔ اور ان اعمال و عقائد سے اشراک فی العبادۃ و اشراک فی التصرف ثابت ہوتا ہے۔ یہی کفار عرب کا عقیدہ تھا۔ مشرکین عرب اپنے معبودوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا کرتے اور ان اعمال و عقائد شرکیہ پر اپنے معبودوں کی وکالت و سفارش پر بھروسہ کئے ہوئے تھے جن کو قرآن کریم نے کثرت سے رد فرمایا ہے (دیکھو الفوز الکبیر ص۸) ورنہ ذاتی قدرت و استحقاق عبادت کے وہ خود بھی قائل نہ تھے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى الآیۃ اور وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ اور وَمَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فَيَقُولُونَ اللَّهُ اور وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَيَقُولُونَ اللَّهُ اور ان کے تلبیہ لبیک لبیک لا شریک لک الا شریکا هو لک تملکه وما ملک سے خوب ظاہر ہے۔ ہاں البتہ انبیاء و اولیاء کو جو تصرف حاصل ہے وہ بطور معجزہ و کرامت ہے جو اُن کے ارادے اور اختیار کلی اور قدرت تامہ سے نہیں یعنی اُن کو عالم میں تصرف کرنے کی یہ قدرت کاملہ تامہ اختیاریہ نہیں دی گئی کہ اپنی قدرۃ اختیاریہ اور اپنے ارادے سے جو چاہیں سو کریں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ الفوز الکبیر ص۲ و ۵ میں فرماتے ہیں۔ شرک آنست کہ غیر خدا را صفات مختصہ خدا اثبات نمایند مثل تصرف در عالم بارادہ کہ تعبیر از اں بکن فیکون می شود۔ انتہی بلکہ خدا کے حکم اور ارادہ میں فانی ہیں، واسطہ اور بمنزلہ جارحہ ہیں جب اللہ چاہتا ہے تو خود اُن سے کوئی تصرف ظاہر فرماتا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ترجمہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد قصہ قتل ابی رافع میں فرماتے ہیں۔ نسبت این بندہ مگر وسیلہ و نسبت فاعل و قادر و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیاء فانی و ہالک اند در فعل حق و قدرۃ و سطوت وے و نیست ایشان را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنون کہ در قبور اند و نہ ہنگام کہ زندہ بودند

انتہیٰ ۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد الطالبین صفحہ ۱۸ میں فرماتے ہیں اولیاء اللہ را قادر مستقل بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آن بسوئے شان کفر است انتہیٰ ۔ اور حضرت پیران پیر قدس سرہ الفتح الربانی مجلس ۱۳ میں فرماتے ہیں ان الخلق عجز عدم لا ھلاک بایدیھم ولا ھلاک ولا غنی بایدیھم ولا فقر ولا ضر بایدیھم ولا نفع ولا ملک عندھم الا اللہ عزوجل لا قادر غیرہ ولا معطی ولا مانع ولا ضار ولا نافع غیرہ ولا محیی ولا ممیت غیرہ ۔ انتہیٰ اور اولیاء اللہ کے بطور [illegible] اور بطور کرامت تصرفات کا مفصل ثبوت شہید علیہ الرحمۃ کے دو رسالوں منصب امامت و صراط مستقیم میں ملاحظہ ہو ۔ چنانچہ منصب امامت صفحہ ۱۲۳ میں فرماتے ہیں حکیم علی الاطلاق ایشان را واسطہ در تصرفات کونیہ گردانیدہ مثل نزول مطر و نمو اشجار و سرسبزی نباتات و بقاء انواع حیوانات و آبادی قری و امصار و تقلب احوال دول و تحول اقبال و ادبار سلاطین و انقلاب حالات اغنیاء و مساکین و ترقی و تنزل اصاغر و اکابر و اجتماع و افتراق جنود و عساکر و رفع بلا و دفع وبا و امثال ذلک انتہیٰ ۔ اور صراط مستقیم صفحہ ۳۳ میں ہے ۔ اگر این طریق را کاملاً این فریق از زمرہ ملائکہ مدبرات الامر گردیدہ تدبیر امور از جانب ملاء اعلیٰ بایشان سپردہ و اجرائے آن بیکوشند و در بس احوال این کرام بر احوال ملائکہ عظام قیاس باید کرد انتہیٰ ۔ الغرض حضرت شہید پر مطلق تصرف کی نفی کا الزام لگانا صریح جھوٹ اور افتراء ہے ۔ شہید بیچارے تو قید لگاتے ہیں کہ اپنے ارادہ اپنے حکم اور اپنی خواہش سے [illegible] ہیں کہ ایسی قدرت تصرف ثابت کرے تو شرک ہے لیکن بعض معاندین جو پیر پرستوں کے معاون ہیں یہی رٹ لگاتے ہیں کہ مطلق تصرف کی نفی کی ہے چنانچہ علامہ شہید نے ملا جندادی کے جواب میں تحریر فرمایا ہے جو خط مکتب شائع ہو چکا ہے کہ جب میں نے ہندوستان کے عام جاہل مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی کہ اپنے جہل کے سبب شرک میں محو ہو گئے نبیوں اور اہل قبور کی عبادت کرنے لگے اور بلاواسطہ اُن سے چھوٹی بڑی حاجتیں مانگنے لگے ہیں اور ان کو استحقاق سجدہ و انزال مطر و عطائے اولاد اور سارے عالم اور تمام دنیا کے کاموں کا اختیار ثابت کرتے ہیں اور وہ اپنی نادانی سے یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ استعانت و عبادۃ و سجدہ وغیرہ صرف بتوں کے لئے ناجائز ہے اگر انبیاء کرام و اولیاء عظام سے ایسا کیا جائے تو ناجائز نہیں کیونکہ انبیاء و اولیاء علیہم السلام والرحمۃ سارے جہان میں اپنے اختیار اور اپنے ارادے سے تصرف فرماتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں تو ان کے رد میں اور اس شبہ عوام کی تردید میں میں نے یہ رسالہ لکھا کہ نصوص قطعیہ قرآنیہ سے ثابت ہے کہ ان امور کا اختیار کلی اور استحقاق عبادۃ اللہ جل شانہ کے سوا کسی کو نہیں اس میں چھوٹے بڑے نبی ولی سب الوہیت برابر ہیں اگر کسی سے بھی یہ معاملہ کیا جاویگا شرک فی العبادۃ و شرک فی الاستعانت ہوگا اور ان کا

خوش عقیدہ کا یہ نام پانا ہے اس قسم کے الفاظ سن کر پیر پرستوں کو دھوکا نہ ہونا چاہیئے کیونکہ خوش عقیدہ کو نسبت کرنا بھی خادم و مطیع اور با اعتبار دعا کے ہوگا اور پیر پرست کی نسبت حقیقی با اعتبار معطی یا دافع مستقل متصف بالذات کے ہوگی۔ جیسے انبت الربیع البقل میں موحد اور جاہل کی سنادت فرق ہے کہ موحد کی نسبت بوجہ اسناد مجازی جائز و صحیح۔ اور جاہل کی نسبت بوجہ اسناد حقیقی باطل اور کفر ہے۔ اور خوش عقیدہ کے لئے قرنیۃ الوجہ غلو پیر پرستان ایسی مجازی اسنادوں سے احتراز ضروری ہے۔ اور نیز کسی مسئلہ میں جو پہلے بیان کر چکا حالات سکاری سے دھوکہ نہ ہو اس کا ری معذور بعض یجوز للسکاری ما لا یجوز للصحاۃ ہے (مکتوبات مجددی)۔ جیسے ایک بزرگ فنا فی الشیخ نے غلبہ اور سکر میں فرمایا کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اور تقویۃ الایمان میں عوام ایسے کلمے والوں کو بے ادب فرمایا ہے۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ استعانت بالغیر کی چار صورتیں ہیں اور توسل خارج ہے

استمداد بھی توسل کی جیسا کہ شیخ عبد الحق و شیخ الاسلام و شاہ عبد العزیز و شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی دو ہی صورتیں جائز ہیں توسل کی پہلی صورت یہ ہے کہ خود جناب الہی میں بالتضرع اپنی حاجت طلب کرے بذریعہ جاہ و برکت اور بحرمت انبیاء اللہ و اولیاء اللہ۔ یہ صورت خواہ قبر کے پاس ہو یا دور بلا اختلاف جائز ہے۔ توسل کی دوسری صورت یہ ہے کہ قبر کے پاس انبیاء اللہ سے (بالاتفاق) اور اولیاء اللہ سے (بالاختلاف) سفارش یا دعا کی درخواست کی جائے اس صورت میں بعض فقہائے احناف منکرین سماع موتی کو اختلاف ہے اور انبیاء کے سماع میں اتفاق ہیں۔ اور توسل کی تیسری صورت بالاتفاق فقہا مکروہ ہے اور فعل شرک، حقیقی شرک نہیں مگر اہل بدعت و پیر پرست کے نزدیک جائز ہے وہ یہ ہے کہ قبر کے پاس خود انبیاء اللہ یا اولیاء اللہ سے مقصود طلب کیا جائے اور دل میں یہ ہے کہ اللہ سے دعا مانگ کر مقصود دلائیں (اگر بغیر نیت دعا کے ہو تو کفر و شرک ہے (فتاوے عزیزی صفحہ ۴۳ دیکھو یہ صورت استعانت بالغیر میں داخل ہوگی) اور یہ صورت بھی پیر پرستوں کے نزدیک جائز ہے۔ شاہ صاحب فتاوی عزیزی صفحہ ۴۳ میں فرماتے ہیں اگر کسے دعا بگو یا فلان افعل کذا افعل کذا بگو آنہ البتہ مشابہ بعبدۃ الاوثان کردہ باشد۔ اور اس بارہ حوالے پہلے نقل کر چکا ہوں دوبارہ ملاحظہ فرمالئے جاویں۔ اب رہی استعانت بالغیر کی چار صورتیں۔

(۱) پہلی صورت بالاتفاق جائز ہے وہ یہ ہے کہ غیر اللہ تعالیٰ کو خواہ کوئی ہو کسی امر میں قادر بالذات نہ سمجھا جائے اور جو امور عادتاً طاقت بشر میں داخل ہیں اور بطور نشا بحسب جری الاسباب

بلکہ ممکن ہے کہ اسے اطلاع بھی نہ ہو یا اطلاع بھی ہو اور دخل بھی ہو مگر وہی اعجاز یا کرامت کی صورت ہو۔
یا کسی صاحب کشف کو معلوم ہوا کہ یہ کام جب ہوگا کہ فلاں بزرگ کی طرف توجہ کی جائے کیونکہ اس میں
اس کی ہمت کی ضرورت اتفاقاً یا اقتضاءً بالطریق التسبب ہے (اسی کو قدرت جزئیہ سے تعبیر کر سکتے ہیں کہ
ادھر توجہ فرمائی اُدھر مسبب الاسباب کا ظہور ہوا) یا مرید حسب استعداد امور تعلیمیہ سلوک میں اپنے شیخ
سے استمداد و استعانت کرے جیسے ظاہری علوم کے تلامذہ اپنے اساتذہ سے استفادہ کرتے ہیں۔
ان تمام صورتوں میں استعانت و استمداد کرنے والا اس نبی یا ولی یا پیر کو محض بمنزلہ جارحۃ اللہ تعالیٰ
خیال کرے سوائے قدرت باری تعالیٰ کے اس کو قادر و متصرف بالاختیار نہ سمجھے بلکہ یہ خاص ایک وقتی بات
ہوتی ہے کہ اُس ولی اور نبی کو بھی اختیار نہیں ہوتا کہ اس کو اس کے وقت یا کسی کیفیت یا جس کے لئے ہوا ہے
بدل یا تغیر کردے وہ محض گویا جارحۃ اللہ تعالیٰ ہیں کہ انکو کچھ بھی ان امور کے ہست و نیست میں جیسا کہ ایک گونہ
امور عادیہ میں اختیار ہے، اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرۃ کاملہ سے انکے اعجاز یا کرامت ظاہر کرنے کے
لئے جب چاہے کسی امر کو خلاف عادت پیدا کردے اور اس کا یہ محمل ہرگز نہیں کہ ہر شخص کو اجازت ہے
کہ جس سے جس امر میں جس طرح اور جہاں چاہے استعانت و استمداد کرے وہ مطلب اس کا پورا ہو جائیگا
یا بزرگوں کو خداوند عالم نے یہ اختیار کلی اور قدرت تصرف دی ہو کہ وہ جو چاہیں اور جب چاہیں اور جس کا
چاہیں مطلب پورا فرمائیں اور جس کو چاہیں محروم کردیں۔ خوارق عادت معجزات کا غیر اختیاری ہونا آیت
قرآنی میں منصوص ہے۔ ما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ یعنی کسی رسول سے یہ نہیں ہو سکتا
کہ وہ کسی معجزے کو ظاہر کرسکیں مگر اللہ کے اذن اور ارادہ سے کمالین میں اس آیت کی تفسیر میں ہے۔
لیست الآیات فی وسعھم اور تفسیر ابن جریر و ابن کثیر و کبیر وغیرہا میں بھی اسی طرح ہے۔ سب کا خلاصہ
یہ ہے۔ ان شاء اللہ اظھرھا علی ایدیھم و ان شاء لم یظھر اور قل انما الآیات عند اللہ اور
انک لا تھدی من احببت۔ فلعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین۔ وما اکثر الناس ولو
حرصت بمؤمنین۔ قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا۔ لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما
شاء اللہ۔ ولا اقول عندی خزائن اللہ۔ کیا ان نصوص کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ فخر عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کو اختیار کلی مرحمت ہو چکا ہے اور اپنے اختیار اور اپنے ارادہ و حکم سے تمام عالم میں جس طرح چاہتے
ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام نے جو ایک صحابی کو فرمایا تھا سل یعنی جو مانگتا ہے مانگ،
اس نے مرافقتک فی الجنۃ طلب کی کہ جنت میں آپ کا رفیق رہوں۔ آپ نے فرمایا اعنی علی نفسک بکثرۃ
السجود یعنی کثرت سجدوں سے تو میری مدد کر تاکہ قیامت کے دن میری دعا کی قبولیت میں کچھ کمی نہ آئے۔

اس سے شبہ ہو کیونکہ یہ اگرچہ عام ہے لیکن آپ کا یہ ارشاد خاص ایک کیفیت اور خاص ایک وقتی بات ہے
یعنی آپ کو وحیاً معلوم ہوا کہ اس وقت اللہ کے خزانوں سے یہ شخص جس شے کو طلب کریگا ہم بذریعہ دعا
مقبولہ وسفارش اس کے مقصود کو پورا کردیں گے اور ہماری دعا مقبول ہوگی پس اس کا حاصل بھی وسیلہ
ہی ہے اور اگر آپ کو اختیار تام ہوتا اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی تھی تو اعنی علی نفسک بکثرۃ
السجود یعنی تو کثرت نماز سے میری اعانت کر کیوں فرماتے۔ اور حضرت شیخ عبدالحق رحمہ کا لفظ اس کے ترجمہ
میں باذن پروردگار خود اسی کا مؤید ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جنت کی زمین کو قطع کردیا ہے
کہ جس مومن کے لئے آپ دعاء مقبولہ وشفاعت مشفعہ فرمائیں اللہ تعالیٰ اس کو حسب وعدہ عنایت فرمائے
ذکرہ ابن سبع ان اللہ تعالیٰ اقطعہ ارض الجنۃ یعطی منہا ما شاء لمن یشاء (مرقاۃ صفحہ)
کے یہی معنی ہیں لا غیر۔ بلکہ جو بہجۃ الاسرار سے حضرت پیران پیر قدس سرہ کا الہامی قول نقل کیا جاتا ہے کہ
من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن
توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃ قضیت لہ۔ ان تینوں فقروں کا ایک ہی مطلب ہے اور عطف
تفسیری ہے اور کشفت وفرجت وقضیت صیغے مجہول ہیں اور من استغاث بی وبا بی میں باء وسیلہ ہے
یعنی جس شخص نے اللہ کی جناب میں میرے توسل سے استغاثہ کیا اس کی مصیبت کھل جائے گی۔ اور جو شخص
کسی شدت میں بطریق توسل میرا نام لیکر پکارے اس کی سختی دور ہو جائے گی اور جس شخص نے اللہ کی جناب میں
اپنی حاجت میں میرے ساتھ توسل کیا اس کی حاجت پوری ہو جائیگی۔ اس الہامی قول میں توسل کا لفظ
صراحۃً موجود اور بطریق توسل پکارنے کے یہی معنی کہ اے اللہ بتوسل فلاں۔ تو پھر اس کو پیر پرستوں کے
دعا سے کیا تعلق۔ الغرض یہ قدرت جزئیہ اور ارادہ جزئیہ معجزے اور کرامت کے ہرگز منافی نہیں ہے اور
قول مولانا رومی سے اولیا را ہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گردانند ز راہ۔ میں یہی قدرت جزئیہ مراد ہے
نہ قدرت تامہ مستقلہ اختیاریہ۔ فافہم۔

(نوٹ) اور یہ بھی معلوم ہو کہ امور عادیہ ہر نوع کے جدا جدا ہیں۔ مثلاً ہوا میں اُڑنا پرندوں کی عادت ہے اور
انسان کے لئے خرق عادت اور مدت قلیل میں مشرق سے مغرب تک مسافت طے کر لینا قبض ارواح
کے لئے ملک الموت کا اور اغوا کے لئے شیطان ملعون کا امر عادی ہے اور انسان کیلئے خرق عادت
اور ہر طرح کی شکل بن جانا جنات اور فرشتوں کی عادت اور انسان کے لئے خرق عادت محال ہوتا ہے اور ایک
نوع میں مثلاً ہر شخص عادتاً قریب کی آواز کو سنتا ہے اور بعید مسافت سے خرق عادت قدیر ہے اور
تعجیز عن الفعل المعتاد والمقدور بھی معجزہ ہے۔ یعنی اقتدار نبی بھی معجزہ ہو سکتا ہے مثلاً خداوند تعالیٰ نے

اپنے نبی کی صداقت کے لئے یہ نشان دیا کہ اس شخص مخصوص مقصد پر بھی قوت قادر رہیگا اور تمام لوگ اس فعل سے عاجز رہیں گے مثلاً مسواہی کے کوئی سر پر ہاتھ نہ رکھ سکے گا۔ وقس علیٰ ہذا۔

برخلاف پیر پرستان جملہ اہل اسلام کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کو اللہ جل شانہٗ نے یہ قدرت اور طاقت نہیں دی کہ وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے جب چاہیں خود ہی غیب کی بات یقینی طور پر معلوم کرلیں یعنی علم غیب بالاستقلال اور نہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم تفصیلی کسی غیر اللہ کو حاصل، اور یہ عقیدہ نصوص قرآنیہ کے صریح خلاف اور کفر ہے البتہ باطلاع الٰہی آپ کو اکثر غیوب کا علم حاصل ہے جس کو علم غیب نہیں کہہ سکتے بلکہ مطلع علی الغیب، الغرض جس قدر اقتضی منصب نبوت کیلئے علوم شریفہ کمالیہ کی ضرورت تھی وہ تمام علوم حضور کو عطا فرمائے گئے لیکن جو رذیلہ اور خبیثہ علوم اور جو علوم حضور کے شایان شان نہیں وہ علوم ہرگز ثابت نہیں مثلاً کہانت اور سحر کا علم شراب بنانے اور جوا کا علم، زمین کے کیڑے مکوڑوں مچھر درختوں کے پتوں، ریگ کے ذروں، دریا کی مچھلیوں، مینڈکوں کے تفصیلی حالات، تمام مخلوق کے بول و براز اور ان کے کیڑوں کی پوری کیفیات کا علم۔ بنص سورۃ یٰس شعر کا علم تو آپ کی شان کے لائق نہ ہو اور یہ رذیل و خبیث علوم اپنے قیاس فاسد سے ثابت کئے جائیں تو ہین نہ ہو معاذ اللہ اس قدر جرأت فاضل بریلوی کے ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۶۲ میں ہے سیمیا ایک ناپاک علم ہے کیا یہ ناپاک علم بھی دیا گیا، معاذ اللہ۔

(۱) مسائرہ میں محقق ابن الہمام، اور شرح عقائد نسفیہ میں علامہ تفتازانی اور شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری فرماتے ہیں اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ احیاناً وذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ (انتہیٰ عبارۃ القاری) اور یہ بھی ہے لا سبیل للعباد الیہ الا باعلام منہ او الہام الخ یعنی انبیاء علیہم السلام غیب کو نہیں جانتے تھے مگر جس قدر اللہ تعالیٰ نے کبھی کبھی ان کو اطلاع دی اور حنفیہ نے ایسے شخص کی تکفیر بتصریح کی ہے جو یہ اعتقاد رکھے کہ حضور علیہ السلام مستقلاً غیب جانتے تھے کیونکہ یہ عقیدہ قول اللہ تعالیٰ (کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو کوئی زمین اور آسمانوں میں ہے اللہ کے سوا غیب نہیں جانتا) کے معارض ہے (انتہیٰ) اور امور غائبہ پر اطلاع کا سوائے وحی الٰہی اور الہام وغیرہ کے کوئی اور رستہ نہیں ہے۔

(۲) اور علامہ کرمانی و عینی و ابن حجر عسقلانی اور صاحب مجمع البحار نے [illegible] رسول اللہ

ما یفعل بی او بکم. الحدیث کے تحت میں لکھا ہے ھو نفی الدرایۃ التفصیلیۃ والمعلوم ھو الاجمالی
اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے مراد عدم دریافت احوال عاقبت است چہ در
دنیا وچہ در آخرت بتفصیل چہ علم باحوال غیب بتفصیل جز پروردگار تعالیٰ را نباشد اگرچہ مجملاً معلوم است کہ
عاقبت انبیاء علیہم السلام بخیر است۔

(۳) اور تفسیر جامع البیان و کمالین میں ہے لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الآیۃ ای
لا ادری حالی وحالکم فی الدارین علی التفصیل اذ لا ادری علم الغیب یعنی مجھ کو یہاں اور وہاں
دنیا کے اور آخرت کے احوال کا علم تفصیلی نہیں ہے اسلئے کہ میں علم غیب کا مدعی نہیں ہوں۔

(۴) انتم اعلم بامور دنیاکم الحدیث (مسلم) یعنی امور دنیا کو تم مجھ سے زیادہ جانتے
ہو۔ علامہ نووی نے اس کی شرح میں اور قاضی عیاض نے شفا میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے کہ جمیع
علماء نے اتفاق کیا ہے کہ ایسے ویسے بعض امور دنیاویہ کے عدم علم اور وقوع خطا اور خطا خلاف واقعہ سے
آپ کی شان رسالتمآب اور انبیاء کی شان میں کوئی عیب لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی توجہ
آخرت کی طرف متعلق ہوتی ہے۔ شفا شریف کی عبارت یہ ہے اما ما تعلق منہا بامر الدنیا فلا یشترط
فی حق الانبیاء العصمۃ من عدم معرفۃ الانبیاء ببعضہا او اعتقادہا علی خلاف ما ھو علیہ
ولا وصم علیہم اذ ھممہم متعلقۃ بالآخرۃ انتھی۔ پھر شفا شریف کے اسی باب میں ہے کہ حضور
علیہ السلام کو زمین و آسمان و اشراط ساعۃ و ما کان و ما یکون وغیرہا کے تفصیلات کا علم ہونا بھی شرط نہیں تھی
اور ملا قطب بن حجر نے حدیث انما انا بشر کے معنی میں لکھا ہے انی بشر ای ذاتی من ذوات من کان
(سوی) فانہ یعلم کل غیب حتی لا یخفی علیہ المظلوم۔

(۵) لا یعلم جنود ربک الا ھو الآیۃ اللہ کے سوا تیرے رب کے لشکر کا شمار کوئی نہیں جانتا۔
اور ما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ الآیۃ ہم نے حضور کو شعر کا علم نہیں دیا کہ آپ کی شان کے شایان
نہ تھا۔ اور قیامت میں حضور علیہ السلام کو لا علم لک بما احدثوا بعدک الحدیث فرمایا جائیگا کہ
آپ کو ان لوگوں کے امور محدثہ کا علم نہیں۔ اور سب سے آخر سورۃ توبہ میں ہے لا تعلمہم نحن نعلمہم
سنعذبہم مرتین۔ کیونکہ یہ غزوہ تبوک کے قصہ میں جو آخر عمر شریف میں واقع ہوا تھا۔ نازل ہوئی تھی۔
آپ نے اپنے اخیر خطبے میں علی الاعلان فرمادیا انی لا ادری ما بقائی فیکم (ترمذی)

(۶) قل لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء الآیۃ میں ذاتی اور
عطائی علم غیب مستقل دونوں کی نفی کی گئی ہے۔ جس جزا کا ترتب صحیح ہوگا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اگر علم غیب ذاتی ہو تو منافع

جمع کر سکتا ہوں اور صورت قدرت علی الجمع یا جمع نہیں کر سکتا۔ اور امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت میں لکھا ہے والعلم المحیط لیس الا للہ۔ اور تفسیر علامہ نیشاپوری میں ہے والعلم المحیط لیس الا للہ تعالیٰ اور روح المعانی میں ہے الف لام فی الغیب للاستغراق وھو صلی اللہ علیہ وسلم لم یعلم کل الغیب۔ اور علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے لا یعلم الغیب الا ھو قال معناھا فلا یعلم ذالک استقلالاً او علم احاطۃ۔ انتہیٰ۔

(۷) البحر الرائق میں ہے۔ لو تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد النکاح ویکفر لاعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب انتہیٰ۔ اور قاضی خان فی کتاب النکاح میں ہے رجل تزوج بکون بشھادۃ اللہ ورسولہ فحوق الشرع لعقد و بعضہم جعلوا ذالک کفرا لانہ یعتقد ان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو کفر۔ انتہیٰ۔ اور مختار الفتاویٰ میں ہے۔ فی الملتقط لو تزوج امرأۃ بشھادۃ اللہ ورسولہ لا یجوز النکاح وقال الشیخ الامام ابو القاسم الصفار ھذا کفر محض لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب انتہیٰ۔ عینی۔ عالمگیری۔ عجیب القلوب عقائد سفیہ۔ بزازیہ سب میں اسی طرح ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر کسی عورت سے نکاح کرے تو نکاح منعقد ہوگا۔ اور کافر ہو جائیگا کیونکہ اس نے اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اعتقاد کیا۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی نکاح میں گواہ بنائے تو کافر ہوگا کیونکہ وہ اس واقعہ میں حاضر اور اس کے عالم ہیں۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ وتعلم یکفر انتہیٰ۔ یعنی جس نے اعتقاد کیا کہ ارواح مشائخ حاضر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتے ہیں کافر ہوگا۔ اور انقل عن تاتار خانیہ لا یکفر لان بعض الاشیاء تعرض علی روحہ صلی اللہ علیہ وسلم فیعرف بعض الغیب۔ (طحطاوی بر حاشیہ درمختار نول کشور جلد ۲) یس فقہا کے کلام سے صاف معلوم ہوا کہ بعض مجوب کا علم آپ کو دیا گیا نہ کل غیب اور کا شکا۔

(۸) اور آیات قرآنی متعلقہ علم غیب کو جو سب اخبار ہیں منسوخ کہنا کمال جرأت ہے کیونکہ نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں۔ ملا علی قاری مرقاۃ میں حدیث ما ادری وانا رسول اللہ کے تحت میں فرماتے ہیں و ثانیھا ان یکون ھذا منسوخاً بقولہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر کما ذکرہ ابن عباس فی قولہ تعالیٰ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم قلت وفیہ ان النسخ علی تقدیر صحۃ تاخیر الناسخ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار کما ھو مقرر فی الاخبار۔ مالا یمکن ان یکون نفیاً للدرایۃ المفصلۃ دون المجملۃ قلت ھذا ھو الصحیح فافھم واستقم۔

(۹) ہمیں ہر شخص نے آیت نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء کو اپنی حجت گردانا لیکن علمائے اہلسنت نے اس طرح تفسیر فرمائی ہے۔ یقول نزل علیک یا محمد ھذا القرآن بیانا لکل ما بالناس الیہ الحاجۃ من معرفۃ الحلال والحرام والثواب والعقاب وھدًی من الضلالۃ ورحمۃ لمن صدق بہ وعمل بما فیہ من حدود اللہ وامرہ ونہیہ الخ۔ ابن جریر۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں المسألۃ الثانیۃ من الناس من یقول القرآن بیان لکل شیء وذلک لان العلوم اما دینیۃ او غیر دینیۃ اما العلوم التی لیست دینیۃ فلا تعلق لھا بھذہ الآیۃ لان من المعلوم بالضرورۃ ان اللہ تعالیٰ انما مدح القرآن بکونہ مشتملا علی علوم الدین فاما ما لا یکون من علوم الدین فلا التفات الیہ الخ اور بیضاوی میں ہے تبیانا بیانا بلیغا لکل شیء من امور الدین علی التفصیل او الاجمال بالاحالۃ الی السنۃ والقیاس انتہی۔ اور آیت ما فرطنا فی الکتب من شیء کی تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی اللوح المحفوظ فانہ مشتمل علی ما یجری فی العالم من جلیل ودقیق لم یھمل فیہ امر حیوان ولا جماد او القرآن فانہ قد دون فیہ ما یحتاج الیہ من امر الدین مفصلا او مجملا الخ۔ یعنی قرآن علوم دینیہ کو یا ان امور کو جن کی طرف معاش ومعاد میں انسان محتاج ہے یعنی حلال وحرام، ثواب وعقاب، ہدایت، رحمت، حدود اللہ، امر نہی وغیرہ وغیرہ کو واضح بیان کرتا ہے نہ امور دنیاویہ کو۔ مختصر یہ کہ قرآن علوم دینیہ کا مشتمل ہے اور جو علوم دینی نہیں قرآن کو ان سے کوئی واسطہ نہیں اور حدیث فیم یختصم الملأ الاعلیٰ قلت لا ادری الخ فتجلی لی کل شیء او فعلمت ما فی السموات والارض او فعلمت ما کان وما یکون او نحوھا فی احادیث۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد فرشتے کن امور میں بحث کرتے ہیں حضور نے فرمایا مجھے علم نہیں پھر فیضان الٰہی کا ورود ہوا تو سب معاملہ آپ پر کھل گیا۔

چنانچہ اس کے بعد حضور نے اسی حدیث میں ذکر فرمایا کہ فلاں فلاں امور میں فرشتے بحث کر رہے ہیں اس میں ہر شخص کیلئے کون سی حجت ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے ای ما اذن اللہ فی ظھورہ لی من العوالم العلویۃ والسفلیۃ مطلقا او مما یختصم فیہ الملأ الاعلیٰ خصوصا فعرفت حقیقۃ الامر اور مرقاۃ میں اس باب سے پہلے اسی حدیث کے تحت میں ابن حجر کی شرح نقل فرمائی ای جمیع الکائنات الخ پھر اس پر یہ اعتراض فرمایا لابد من التقیید الذی ذکرتہ اذ لا یصح اطلاق الجمیع کما ھو الظاھر اور طیبی میں ہے ای علمت ما علمنی اللہ لا کل ما فیھما فانہ لا یعلمہ الملائکۃ المقربون والرسل او التراب انتہی۔ بہرحال لفظ ما موصولہ جنس یا عموم معانی کے لئے ہے نہ استغراق کے لئے جیسا کہ علمکم ما لم تکونوا تعلمون الآیۃ یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون الآیۃ۔ علمتم ما لم تعلموا انتم ولا آباؤکم الآیۃ

وغیرہ میں ہے اور بلقیس کے بارے میں ہے اوتیت من کل شیئ (الآیۃ) اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ہے وتینا من کل شیئ (الآیۃ) تفسیر مدارک میں ہے المراد بہ کثرۃ ما اوتی کما تقول فلان یعلم کل شیئ ومثلہ اوتیت من کل شیئ یعنی اس کے یہ معنی نہیں کہ تمیع اشیاء بلقیس کو دی گئیں حتیٰ کہ حضرت سلیمانؑ کا ملک بھی اس کے قبضہ میں ہو اور زمین و آسمان اور ما فیہا الی یوم القیامۃ سب اس کے تصرف میں ہو بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جس قدر ایک بڑی سلطنت کیلئے ضروری اشیاء ہیں وہ تمام بلقیس کو دی گئیں۔ سو اسی طرح علمک ما لم تکن تعلم (الآیۃ) اور فتجلی لی کل شیئ (الحدیث) کے معنی ہیں کہ اقصی مراتب نبوۃ کیلئے جسقدر علوم مناسب تھے وہ آپ کو عنایت فرمائے گئے۔ یا اجمالاً تمیع کائنات اور تمام دنیا کا اور فیما یختصم کا تفصیلاً انکشاف ہوا یا امور متعلقہ بالدین کل و جزئی سب کا انکشاف ہوا ای مما یتعلق بالدین مما لا بد منہ (لمعات مرقاۃ وغیرہ) بقول سعدی ؒ ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم   گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

اور حدیث عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اہل الجنۃ منازلہم واہل النار منازلہم وفی روایۃ الی قیام الساعۃ وفی روایۃ فاخبرنا بما کان و بما ہو کائن۔ ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں و ینبغی ان یحمل ما یظہر من الفتن من ذلک الوقت الی قیام الساعۃ (انتہی)۔ اور قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور زرقانی اس کی شرح جز سابع میں لکھتے ہیں (فما ترک شیئاً) یکون مساق ای مدۃ او ذلک یوجد ثم یحدث بعدہ من مہمات احوال المسلمین ومن یتولی امورہم بعدہ وما یکون بینہم من الفتن والحروب ثم قال حذیفۃ ۔۔۔۔ واللہ ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قائد فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا الخ۔ چنانچہ اس حدیث کو ابو داؤد کتاب الفتن میں لائے ہیں اور شیخ نے لمعات میں یہ معنے کئے ہیں۔ ای مما یتعلق بالدین ای کلیاتہ۔ اور حدیث عن ابن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ہذہ جلیانا من اللہ جلاہ لنبیہ کما جلاہ للنبیین من قبلہ وسندہ ضعیف کنز العمال ج۶ ص۹۴۰ بعد صحت حدیث یہ بھی مثبت مدعی نہیں ہے۔ اولاً دنیا کے اصل معنی آسمان اور زمین کے مابین کا نام ہے جیسا کہ ابن حجر مکی نے شرح قصیدہ ہمزیہ میں تصریح فرمائی ہے۔ لہذا ساتوں آسمان و ما فیہا اور تحت الارض اور ما فیہا سب کا رفع اس سے ساکت ہے۔ اور دوسرے ما کان کو بھی شامل نہیں کیونکہ صرف موجود فی الدنیا حالۃ رفع اور ما ہو کائن فیہا کو شامل ہے تیسرے نظر الی الشئ مستلزم نظر الی الشئ بجمیع احوالہ

چوتھے یا جنس یا عموم اضافی کے لئے ہے نہ استغراق کے لئے۔ فافہم۔ پانچویں مایوجد یحدث من اہم
احوال المسلمین ومن قبول الوہم بعدہ ومایکون بعدہ من الفتن والحرب۔ اور جو نسیم الریاض میں ہے
انہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علیہ الخلائق من لدن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام الی
قیام الساعۃ فعرفہم کلہم کما علم آدم الاسماء۔ اول تو خلائق قبل آدم کے عرض سے ساکت
ہے دوسرے خلائق سے مراد انسان ہیں اسی لئے لفظ آدم کو عرض خلائق کا مبدء کیا گیا ورنہ اگر
جمیع خلائق مراد ہوتی تو من لدن زمان آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا جاتا۔ علاوہ اس کے معروضین
کا عرض من حیث الصور ہوا۔ من حیث جمیع احوالہم کے عرض پر ہرگز دلالت نہیں کما ہو الظاہر۔ علامہ
عینی شرح صحیح بخاری تحت حدیث۔ فذراری المشرکین واللہ اعلم بما کانوا عاملین جلد ۱ ص میں
لکھتے ہیں۔ وھذا الفتوی ما ذھب الیہ اھل السنۃ ان اللہ ھو علم اللہ وغیبہ الذی
استاثر بہ فلم یطلع علیہ ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا۔

(۱۰) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد الطالبین ص۱۹ میں فرماتے ہیں مسئلہ اولیاء
علم غیب نباشد مگر از مغیبات بطریق خرق عادات بکشف یا الہام آنہا را علم دہند و علم غیب مر اولیاء
را گفتن کفر است قال اللہ تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب انتہی۔

جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم ومغفور فاضل بریلوی کے دادا پیر اپنی کتاب
خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور ص۱۵ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ علم غیب صفت ہے رب العزت کی جو عالم الغیب
والشہادہ ہے جو شخص رسول اللہ صلعم کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی
امور خفیہ کا علم ہوتا تھا جیسے علم غیب کہنا کفر ہی ہے ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے۔

اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سورۂ مزمل کی تفسیر میں فرماتے ہیں اول اعمال علمی
باذکار قلبیہ ولسانیہ ذاکر شدن یا وصف تخلق بالف الکنہ الخ دوم قوت نزدیک شدن الخ در عرف شرع
آن را لوح تملی و نزول و قرب نوانند این ہر دو صفت خاصہ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق
را حاصل نیست آرے بعض کفرہ در حق بعضے از معبودان خود و بعضے پیر پرستان از زمرۂ مسلمین
در حق پیران خود امر اول را ثابت میکنند و در وقت احتیاج بہ ہمیں اعتقاد یا آنہا استعانت می نمایند
انتہی۔ اور اسی سورت کی تفسیر میں ہے مخلوقات ہر چند روحانیات باشند اول علم محیط ندارند کہ بر
ذکر ہر ذاکر مطلع شود دوم استیلائے ذاتی بر روح ذاکر نمی توانند کرد انتہی۔ اور سورۂ بقرہ ص میں ہے
بارگاہ اللہ اولیاء را برابر انبیاء و مرسلین علیہم السلام کرد اند و انبیاء و مرسلین علیہم السلام را لازم

الوہیت از علم غیب وشنیدن ندا بعید ہر کس و در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند۔ انتہیٰ۔ اور تفسیر
سورۂ جن میں ہے۔ پس اظہار غیب نہ کند بر ہیچکس الا من ارتضیٰ من رسول یعنی مگر کسے را پسند
میکند و آنکس رسولے باشد خواہ از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرئیل و خواہ از جنس بشر مثل محمد و
موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ او را اظہار بر بعضے غیوب نمودہ میفرماید الخ اور تفسیر مدارک میں ہے
ای الا رسولاً قد ارتضاہ لعلم بعض الغیب۔ اور تفسیر روح البیان میں ہے ما کان اللہ
لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیوحی الیہ ویخبرہ ببعض
المغیبات۔ اور تفسیر عزیزی مقام تفسیر انواع شرک اور فرقہ مشرکین سورۂ بقرہ ص۱۲ میں ہے چہارم
پیر پرستاں کہ گویند چوں مرد بزرگے کہ بسبب کمال ریاضت و مجاہدہ مستجاب الدعوات و مقبول الشفاعۃ
عند اللہ شدہ باشد از یں جہاں میگذرد روح او را قوت عظیم و وسعتے بس فخیم بہم میرسد ہر کہ صورت
او را برزخ سازد یا مکان نشست و برخاست او را یا برگور او سجود و تذلل تمام نماید روح او بسبب وسعت
اطلاق بر آں مطلع شود و در دنیا و آخرت در حق او شفاعت نماید۔ انتہیٰ۔

اسی طرح تقویۃ الایمان میں ہے ملاحظہ ہو	قولہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں نہیں دی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کرلیں یا جس غائب کا احوال جب چاہیں معلوم کرلیں

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے الخ ہاں مگر جو اللہ کی طرف سے وحی یا الہام ہو
اس کی بات نرالی ہے مگر وہ ان کے اختیار میں نہیں۔ قولہ یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں
سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں
تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں
جیسے بیماری و تندرستی و کشائش و تنگی مرنا جینا غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ
سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو
ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے۔ انتہیٰ۔ غرض اسی نوع علم غیب کی نفی کی گئی ہے فتدبر۔

تنبیہ:۔ بذریعہ عملیات صوفیہ جن سے کشف قبور وغیرہ حاصل ہوتے ہیں وہ کشوف تخمینی ظنی ہوتے
ہیں نہ یقینی (القول الجمیل)

اور حقیقت مرتبہ محمدیہ ایک اصطلاح تصوف سے دھوکا ہو یہ ایک اعتبار ہے اور حقیقت
محمدیہ بشریہ دوسرا اعتبار ہے یعنی حضور علیہ السلام بوجہ اول ما خلق اللہ نوری اپنی حقیقت کے
اعتبار سے چونکہ اول الخلق اور اصل مخلوقات ہیں اور تمام موجودات کا وجود اور تمام دنیا کے علوم آپ کے

وجود اور علم میں استطوری ہیں، لہٰذا آپ کا علم تمام علوم کو اور آپ کا وجود تمام موجودات کو اجمالاً مشتمل ہے (جس میں عرش سے فرش تک اور لوح محفوظ بھی داخل بلکہ آپ کے انواع علوم سے ایک نوع ہے وان من علومك علم اللوح والقلم پڑھ تفضیلاً آقال القصیری فی مقدمتہ لا یعزب عن علمه مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء من حیث مرتبتہ ولذا کان یقول انتم اعلم بامور دنیاکم من حیث بشریتہ وقال العارف الجامی فی نقد النصوص ولکن ذلك انما هو من جهة حقیقته لا من جهة بشریتها ۔ فافهم اور کتاب الابریز میں ہے لکن الاطلاع (ای روح یعنی حقیقۃ) لیس مثل الاطلاع (ای ذات یعنی بشریته) فان اطلاع الروح دفعة واحدة من غیر ترتیب واطلاع الذات علی سبیل التدریج والترتیب وکذا الخلفاء فی عدم الخطاء غرض جو کتاب الابریز سے نقل کیا جاتا ہے وہ حقیقت مرتبہ محمدیہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے لان جمیع ذلك خلق لاجله صلی اللہ علیہ وسلم ۔ فتدبر ۔ اور تمام اعمال امت کے جسمانی ولسانی وقلبی حضور کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں آپ پر مخفی نہیں رہتے یہ بھی امر آخر ہے۔ فتدبر ۔ علم غیب کی بحث میں مستقل رسائل طبع ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

زیارت قبور کے لئے دور دراز سے بقصد تبرک سفر کر کے جانا اہل سنت میں مختلف فیہ ہے الا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب وحضرت شاہ عبدالعزیز صاحب وعلامہ شہید رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک نادرست ہے اور اگر ہیئت وارکان مخصوصہ حج کے ساتھ ہو یا بہ نیت عبادت وتعظیم ہو کما فی تقویۃ الایمان تو بالاتفاق شرک فی العبادۃ کا شعبہ ہے، اکثر جاہل لوگ پیر پرست اس میں مبتلا ہیں۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ تحت حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد تحریر فرماتے ہیں: آنا مسافرت برائے زیارت قبور صالحین ومشاہد بواضع متبرکہ خلاف است بعضے مباح داشتہ وبعضے حرام گویند کذا فی مجمع البحار الخ اور لمعات میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں لکن المعنی المتبادر الی الفهم عند الانصاف هو النهی عن السفر الی مکان الا المساجد الثلاثة انتهی (از حاشیہ بخاری ص۱۵۸ ج۱) اور قسطلانی شرح صحیح بخاری میں ہے واختلف فی شد الرحال الی غیرها کالذهاب الی زیارة الصالحین احیاءً وامواتاً والمواضع الفاضلة للصلوٰة فیها والتبرك بها فقال ابو محمد الجوینی یحرم عملاً بظاهر الحدیث واختاره القاضی حسین قال بها القاضی عیاض وطائفة والصحیح عند امام الحرمین وغیره من الشافعیة الجواز انتهی۔

عینی و مرقاۃ وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے یعنی زیارت قبور صالحین اور مواضع متبرکہ کے لئے دور و دراز کا سفر کر کے جانے میں اختلاف ہے۔ ابو محمد جوینی اور قاضی حسین اور قاضی عیاض اور ایک گروہ احناف حرام کہتا ہے اور امام الحرمین اور دیگر شافعیہ قسطلانی، نووی، غزالی کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور تیسیر الاصول مختصر جامع الاصول میں ہے المراد لا تقصد موضع من المواضع بنیۃ العبادۃ و التقرب الی اللہ الا ھذہ الاماکن الثلاثۃ تعظیما لشانھا و تشریفا انتھی۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال اقول کان اھل الجاھلیۃ یقصدون مواضع معظمۃ بزعمھم یزورونھا و یتبرکون بھا وفیہ من التحریف و الفساد ما لا یخفی فسد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفساد لئلا یلتحق غیر الشعائر بالشعائر و لئلا یصیر ذریعۃ لعبادۃ غیر اللہ و الحق عندی ان القبر و محل عبادۃ ولی من اولیاء اللہ و الطور کل ذلک سواء فی النھی۔ انتھی۔ اور حجۃ اسی کے مطابق مصفیٰ شرح موطا میں لکھتے ہیں تحت حدیث عن ابی ہریرۃ قال لقیت بصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری فقال من این اقبلت فقلت من الطور فقال لو ادرکت قبل ان تخرج الیھا خرجت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تعمل المطی الا الی ثلثۃ مساجد الخ تخصیص دو ثلثہ آنست کہ در جاہلیت سفر می کردند بمواضع متبرکہ غیر از مساجد بقصد خصوصیت تبرک بآن مواضع منع فرمود تا امر جاہلیت رواج نگیرد آنا نمی بینی کہ بصرہ بن ابی بصرہ غفاری نہی را شامل اور داشت و ابی ہریرہ را از طور منع کرد انتھی۔

(۳) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز تفسیر عزیزی ص ۴۴۱ میں تحت آیت و اذ جعلنا البیت مثابۃ للناس فرماتے ہیں۔ این قسم مکانے کہ محض برائے توجہ الی اللہ مقرر باشد در اقطار زمین غیر از خانہ کعبہ و مسجد بیت المقدس یافتہ نمی شود لہذا این دو مکان را لیاقت قبلہ بودن حاصل شد لیس آنچہ جاہلان کفار اگر شاہجے داشتند با قبور اولیا و صلحا با چیزہا ئے ایشان وا رند کہ پیر گورستان جہاد ازیں جا واضح شد سر تاکید بلیغ کہ در حدیث شریف در نہی از زیارت قبور و از شد رحال بسوئے موضعے غیر از مساجد ثلاثہ دار انکہ قبور انبیا را مساجد ساز ند وارد شدہ مدعا ہمین است کہ در بن عمل اکثر جہال را اعتقادے کہ شرکیہ است رو در نیکان خود بہم رسیدہ است بہم میرسد توجہ الی اللہ محض باقی نماند مگر در پردہ حجاب آن ارواح انتہی۔ اور اس حدیث کی شرح میں تعلیقا علی البخاری لکھتے ہیں والمستثنیٰ منہ المحذوف فی ھذا الحدیث اما جنس قریب جنس بعید فعلی الاول تقدیر الکلام لا تشد الرحال الی المساجد الا الی ثلثۃ مساجد و یجب ما سوی المساجد مسکوت عنہ و علی الوجہ الثانی لا

تشبیہاً لہذہ القبور بالبیت الحرام ولا یخفی ان ہذہ امور قد عدت من الاسلام پھر ان کے
مناسک کو شمار کیا ہے منہا اذا قصدوا القبور یقصدونہا مع التعظیم والاحترام والخضوع
والخشوع ورقۃ القلب ومنہا اتخاذ المساجد والسرج علیہا ومنہا العکوف عندہا و
تعلیق الستور عندہا واتخاذ السدنۃ لہا والطواف بہا وتقبیلہا واستلامہا ودعاء
اصحابہا وسوالہم النصر والرزق والعافیۃ والولد وغیر ذلک من الحاجات التی
نہی عنہا ماعشر ومنہا اتفاق ائمۃ المسلمین۔ انتہی۔ اور ص۲۳۴ میں ہے فان اصل ہذہ البدع
الشرکیۃ ماخوذ من الکفار عبادۃ الاصنام انتہی۔

الغرض بغیر ہیئت وارکان مخصوصہ حج کے زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ کے لئے مطلق سفر کرنے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں البتہ بعض کہتے ہیں کہ جب زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرے تو اس کے ساتھ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیارت کی نیت کر لینا چاہیئے۔ فتح القدیر میں ہے اذا نوی زیارۃ القبر فلینو معہ زیارۃ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ احد المساجد الثلاثۃ التی تشد الیہ الرحال الخ وہکذا فی العالمگیریہ والدر المختار۔ اور محدث گنگوہی علیہ الرحمۃ زبدۃ المناسک ص۲۵۸ میں محض زیارت قبر حضور علیہ السلام کے لئے سفر کرنے کو افضل المستحبات بلکہ قریب واجب کے تحریر فرماتے ہیں۔ اور مولانا سہارنپوری دام مجدہ المہند میں لکھتے ہیں کہ خود یہی حدیث نہی شد رحال بدلالۃ النص جواز پر دلالت کر رہی ہے؛ دوسری احادیث کا تو کیا ذکر بھلا جب مسجد نبوی کو بوجہ تعلق ذات بابرکات فداہ ابی وامی یہ فضیلت حاصل ہے تو پھر آپ کی قبر مطہر کے لئے جس میں آپ حقیقۃً زندہ اور حیات ہیں اور خاص بقعہ شریفہ تو کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے کیسے اجازت نہ ہوگی۔ پس بقعہ مبارکہ فضیلت بھاری کے سبب عموم نہی سے مستثنیٰ ہے۔ فتفکر۔ اور بیشک دیگر مزارات عموم نہی میں داخل ہیں۔ باقی رہا حضور علیہ السلام کے کنوؤں کے پانی کو صرف تبرک سمجھ کر پینا بھی ناجائز نہیں اور محدث گنگوہی تو خاک مدینہ تک سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ سرمہ میں ڈال کر استعمال فرماتے تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چیز میں برکت ہے۔ ہاں البتہ کسی کے کنوئیں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا اور مستحب سمجھ کر بدن پر ڈالنا اس میں نہانا اور غائبوں کے واسطے لیجانا اور اس کے پانی سے استنجا اور ازالہ نجاست وغیرہ مکروہ جاننا یہ خاص آب زمزم کا حکم اور شعار ہے کسی دوسرے کے کنوئیں کے ساتھ یہ معاملہ کرنا جائز نہیں اور حرمت مدینہ میں تو احناف کا مذہب مشہور و معروف ہی ہے کہ لیس للمدینۃ حرم اور

احادیث حرمت کو زینت مدینہ پر محمول کیا ہے یعنی مکہ کی گھاس نہ اکھاڑنے اور درخت کاٹنے کا حکم تعظیم مکہ
کی غرض سے ہے اور مدینہ کے لئے زینت کی غرض سے بہرحال احناف کے نزدیک یہ حرمت فقط
مخصوص کعبہ معظمہ کے لئے ہے کسی اور جگہ کو یہ حرمت حاصل اور جائز نہیں اور دیگر ائمہ کرام کو بھی
حرمت مکہ اور حرمت مدینہ میں فرق کرنا پڑا۔ انہ لا یجب الجزیۃ عند الائمۃ الاربعۃ
وغیرھم علی قطع شجرۃ المدینۃ وتصید صیدھا وغیرھا (عینی شرح بخاری ملخصاً)
یعنی چاروں امام اور دیگر ائمہ کے نزدیک بھی مدینہ کے درخت اکھاڑنے اور شکار کرنے سے جزیہ
واجب نہیں ہوتا جیسا کہ مکہ کے بارے میں واجب ہوتا ہے۔ کیونکہ شعائر اور غیر شعائر میں امتیاز ضروری ہے۔

اب رہا بوسۂ قبر اس کا فعل نصاریٰ ہونا خود کتب فقہ میں مصرح موجود ہے ولا یمسحہ
ولا یقبلہ فان ذلک من عادۃ النصاریٰ (مرقاۃ ص۲ شرح مشکوۃ باب زیارۃ القبور) وکذا
فی اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوۃ شیخ عبدالحق و عالمگیری و احیاء العلوم و کشف الغطاء و دستور القضاۃ
و شرح عین العلم لملا علی القاری و شرح المناوی الجامع الصغیر للسیوطی و شجرۃ الایمان و غنیۃ الطالبین
اور حضرت شیخ دہلوی نے مدارج النبوۃ میں فرمایا ہے۔ بوسہ دادن قبر را وسجدہ کردن آنرا و کلہ نہادن
حرام و ممنوع است و در بوسہ دادن قبر والدین روایت فقہی نقل میکنند و صحیح آنست کہ لا یجوز انتہی۔

فتاویٰ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی جیسا کہ مکہ میں ہے۔ بلکہ بنا و قبہ و امثال آں بدعت مباح است
و جمع مفاسد اما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغہا و ملبوس ساختن قبور و سرود و باجا و نواختن معازف
بدعات شنیعہ اند و حضور چنیں مجالس ممنوع۔ انتہی۔

اور فتاویٰ عزیزی صفحہ ۵ میں ہے و چادر پوشانیدن بر قبر حرکت لغو است باید کرد انتہی اور نصاب
الاحتساب اور فتاویٰ مطالب المومنین میں ہے تسجیۃ القبر غیر مشروع اصلاً لو مر علی بقبر
رجل قد سجی علیہ فنہاہ انتہی یعنی قبر پر چادر ڈالنا غیر مشروع اور لغو ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کا ایک ایسی ہی قبر پر گذر ہوا جس پر چادر پڑی ہوئی تھی تو آپ نے منع فرمایا۔ اور فتاویٰ شامی باب صلوۃ
الجنازہ میں ہے یکرہ الستور علیہا (فتاویٰ الحجۃ و احکام) اور رسالہ فقہ میں جو شیخ علامہ عبدالغنی
نابلسی رحمۃ اللہ علیہ علامہ شامی نے باوجود فقہائے متقدمین کے صراحتاً مکروہ نقل فرمانے کے اور باوجود
بدعت مان لینے کے بوجہ حفاظت تحقیر عوام الناس و برائے عزت فی اعین الناس فی زماننا جائز قرار
دیا ہے بالکل غیر مفید ہے۔ کما لا یخفی۔ حدیث شریف میں ہے نہی وفی روایۃ لعن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ان یسرج علیہا (ابوداؤد۔ نسائی۔ ترمذی) یعنی حضور علیہ السلام نے قبر پر تعظیماً

چراغ جلانے کو منع فرمایا اور چراغ جلانے والے پر لعنت فرمائی۔ اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں والمتخذین علیها السرج الحدیث کے تحت میں لکھا ہے والنهی عن اتخاذ السراج علیها لما فیه من تضییع المال لانه لا نفع لاحد من السراج ولانها من آثار جهنم واما للاحتراز عن تعظیم القبور کالنهی عن اتخاذ القبور مساجد انتهی۔ اور شیخ عبد الحق کے ترجمہ میں ہے۔ لعنت کردہ است رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسانے را کہ می گیرند چراغہا را بر قبور بقصد تعظیم و نزد بعضے حرام است اگر بقصد تعظیم باشد از جہت اسراف و تضییع مال و بعضے گویند کہ اگر بجائے رہگذر مردم باشد یا در سایۂ چراغ کارے میکردہ باشند جائز است و دریں صورت چراغ گرفتن بجہت تزئین نیست بلکہ بجہت کارے دیگر است کہ روشنی قبر از ان منظور نیست، انتہیٰ۔ حضرت شیخ نے فاضل بریلوی کے تمام قیل و قال کو یک لخت خاک میں ملا دیا۔ فتاوی خیر حق القدیر۔ اور عبد الغنی نابلسی کا حدیث مطلق کو اپنی طرف سے محض علت تضییع مال و اسراف ہی کے ساتھ معلل کر کے حدیقہ ندیہ میں اس کو تعظیماً للقبور جائز قرار دینا قابل التفات نہیں۔

اور مجبور و سجدہ کر کے تعظیماً کسی کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ رہنا اس کی ممانعت اور داخل شرک ہونا ابھی مجالس الابرار سے بیان کر چکا۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ترجمہ قرآن میں فرماتے ہیں یعکفون علی اصنام لهم (پارہ ۹) ترجمہ مجاورت کردند بر بتان خود۔ اور حدیث شریف میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقعدوا وقال لا تجلسوا علی القبور (ابو داؤد) اس میں قعود و جلوس عام ہے لہٰذا قضاء حاجت القبر بھی ناجائز ہے اور تعظیماً القبر مجاورین کے بیٹھ رہنے کو بھی شامل ہے۔ فتدبر۔

اور تفسیر ابن جریر میں مجاہد سے مروی ہے افرایتم اللات والعزی قال کان یلت السویق للحاج فمات فعکفوا علی قبره انتهی۔ یعنی جانتے ہو لات اور عزیٰ کون تھے۔ لات حاجیوں کے لئے ستو گھولا کرتا تھا جب مر گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کے بیٹھے۔ اور تحقیق فادم دوسری چیز ہے جو لوگوں کو طواف و سجدہ و نذر و منت و دیگر فواحش سے روکے نہ تعظیم پر مقصود ہو لیکن فتاوی عزیزی اور نیز فتاوی عزیزی صفحہ ۱۴۳ میں کثرت سود کا حال بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔ دیگر است حال فرقہ کجبیا از مسلمین مثل تعزیہ سازان و مجاوران قبور و جاہلان عامہ یاں۔ انتہی۔ اور تحفۂ اثنا عشریہ باب ۱۱ صفحہ ۳۵۱ مطبوعہ نولکشور میں شیعوں کے بیان میں لکھا ہے و مگس رانہا نے منقش و مزین (یعنی مثل مور چھل وغیرہ) گرفتہ گرد اگرد ایستادہ شوند و در رنگ مجاوراں وا و شرک دہند۔ انتہیٰ۔

اور قیام دست بستہ کے متعلق (کہ نہ ہلیں نہ جلیں نہ بولیں شاہ مراد وہ کھیں بلکہ تصور کی

طرح بن جاویں جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے) ملا علی قاری شرح عین العلم میں فرماتے ہیں فکما لا یجوز ان یسجد احد لاحد لا یجوز ان یرکع وکذا القیام علی ہیئۃ الوقوف فی الصلوٰۃ انتہی یعنی جیسے کسی کے لئے سجدہ جائز نہیں ایسے ہی رکوع بھی جائز نہیں اور ایسے ہی قیام جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اور آیت وقوموا للہ قانتین میں خصوصیت قیام ایسی قانتین باری تعالے کے لئے ظاہر ہے اور حدیث شریف میں ہے لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضہم بعضا (ابوداؤد، ابن ماجہ) مجمع البحار و مشکوٰۃ وغیرہ میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے المنہی الوقوف المتصل مع الخضوع عند قدوم احد لا لاکرام انتہی یعنی قیام تعظیمی جو حضور نے منع فرمایا ہے، اور کفار تعظیمی قیام سے بعض کی تعظیم کیا کرتے تھے وہ تعظیم کے لئے تصویر بن کر کھڑا ہونا ہے کسی کیلئے جبکہ وہ آئے بطور اکرام بیٹھے سے کھڑا ہونا ہاں نفس قیام مطلق عبادت کیساتھ مخصوص نہیں اور نہ اس کو کوئی منع کر سکتا ہے۔ اسی لئے زیارت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں دست بستہ کھڑے ہو کر سلام کرنے میں اختلاف ہوا ہے بعض جائز اور بعض ناجائز کہتے ہیں اور اکثر فقہا ارسال اولیٰ فرماتے ہیں کہ جہاں تک کے مشابہ بالمصلی نہ ہو جانا چاہیے اور بعض میں ہے ہل یضع یمینہ علی شمالہ کما فی الصلوٰۃ فیہ خلاف انتہی۔ قال الکرمانی یضع وقال غیرہ الاولی الارسال لئلا یتشبہ بالمصلی۔ (نسیم الریاض شرح شفا) اور محدث گنگوہی قدس سرہ کے نزدیک ارسال ہی مختار ہے چنانچہ زبدۃ المناسک میں فرماتے ہیں اور باادب تمام اور خشوع کھڑا ہو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے ہوئے تصور کرے اور کہے السلام علیک یا رسول اللہ۔

اور انجاح الحاجۃ میں بھی لے بالخصوص یہاں جو ترک کیا ہے صرف اسوجہ سے کہ قیام مخصوص اللہ تعالے زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں پایا جاتا کیونکہ یہاں استقبال قبلہ ہی نہیں بلکہ استدبار ہے۔ اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کرمانی ہی سے نقل فرمایا ہے۔ فتدبر۔

(۱) عن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ	قبر پر خیمہ یا شامیانہ لگانا اور عمارت قائم کرنا ممنوع ہو مشرکین کا فعل ہے

رواہ مسلم (مشکوٰۃ) عن ابی الہیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ رواہ مسلم و رواہ ابوداؤد و ترمذی و نسائی (مشکوٰۃ) عن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تجصص القبور وان یکتب علیہا وان یوطا علیہا وان توطا رواہ الترمذی (مشکوٰۃ) و

فی النسائی نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یبنی علی القبر او یزاد علیہ او یجصص انتھی۔ یعنی حضور علیہ السلام نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر بنا قائم کرنے اور اس پر لکھنے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور حضور علیہ السلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس پر متعین فرما کر بھیجا کہ سب تصاویر کو محو کر دیں اور بلند قبروں کو برابر مسلم کر دیں۔ اور حضرت علی نے ابو الہیاج اسدی کو اسی کام پر متعین کیا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ان یبنی علیہ کے تحت یوں لکھتے ہیں۔

نہی کرد ازاں کہ بنا کردہ شود بر گور و بعضے گفتہ اند کہ مراد بنا کردن است بسنگ و مانند آن و بعضے گفتہ اند کہ مراد بہ بنا خیمہ زدن و مانند آن ست کہ نیز مکروہ است و منہی عنہ انتھی۔

(۳) قال التوربشتی یحتمل وجھین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ وما یجری مجراھا والآخر ان یضرب علیھا خباء ونحوہ وکلاھما منھی لعدم الفائدۃ فیہ ولانہ من صنیع اھل الجاھلیۃ ای کانوا یظللون علی المیت الی سنۃ وقال عن ابن عمر انہ رأی فسطاطا علی قبر اخیہ عبد الرحمن فقال انزعہ یا غلام وانما یظلہ عملہ (نقلاً عن المرقاۃ ص۳) یعنی اس میں دو احتمال ہیں ایک کہ پتھر اینٹ وغیرہ سے بنا کی جائے۔ دوسرا یہ کہ قبر پر خیمہ شامیانہ وغیرہ لگایا جائے اور یہ دونوں ممنوع ہیں کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور اس وجہ سے بھی کہ یہ فعل اہل جاہلیت یعنی مشرکین کا ہے کہ وہ ایک سال تک میت پر سایہ کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبد الرحمن کی قبر پر خیمہ دیکھا تو غلام سے کہا اے غلام اس کو اکھیڑ ڈال۔ اس کے عمل اس پر سایہ کرتے رہیں۔

(۳) اور علامہ طیبی نے بھی اس حدیث کی شرح انہی لفظوں میں فرمائی ہے۔

(۴) قال فی الازھار النھی عن تجصیص القبور للکراھۃ وھو یتناول البناء بذلک وتجصیص وجھہ والنھی فی البناء للکراھۃ ان کان فی ملکہ وللحرمۃ فی المقبرۃ المسبلۃ ویجب الھدم وان کان مسجدا (نقلا از مرقاۃ ص۳) یعنی ازہار میں ہے کہ پختہ قبر بنانے کی ممانعت بطور کراہت ہے یہ شامل ہے بنا کو بھی اور اوپر سے پختہ کرنے کو بھی اور بنا کی ممانعت اگر ملک میں ہے تو بطور کراہت ہے اور اگر مقبرہ موقوفہ میں ہے تو حرمت کیلئے ہے اس کا ہدم واجب ہے اگرچہ مسجد ہو۔

(۵) اور نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں اما البناء علیہ فان کان فی ملک البانی فمکروہ وان کان فی مقبرۃ مسبلۃ فحرام نص علیہ الشافعی والاصحاب قال الشافعی فی الام ورأیت الائمۃ بمکۃ یامرون بھدم ما یبنی ویؤید الھدم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا قبرا مشرفا

الاسویتہ۔ انتہی۔ یعنی امام شافعیؒ نے تصریح کی ہے کہ بنا اگر بانی کے ملک میں ہو تو مکروہ ہے ورنہ حرام
حضرت امام شافعیؒ نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ میں نے مکہ میں خلفاء کو دیکھا ہے کہ وہ قبروں کی عمارتوں
کو گرانے کا حکم دیا کرتے تھے اور ہدم کی تائید حضور کی حدیث ولا قبرا مشرفا الا سویتہ سے ہوتی ہے۔

(۶) علی بن عبداللہ اندلسی شرح نسائی میں لکھتے ہیں اختلفوا فی البناء فذهب الامام
احمد و ابوحنیفۃ فی روایۃ والرافعی وداؤد الظاهری انه حرام مطلقا سواء کان فی مقبرۃ
مسبلۃ او فی ملک البانی وقال مالک والشافعی والثوری والاوزاعی وابوحنیفۃ فی روایۃ
اخری انه حرام ان کان فی مقبرۃ مسبلۃ ومکروہ ان کان فی ملک البانی انتہی۔ یعنی امام احمد اور
ایک روایت میں ابوحنیفہؒ اور رافعی اور داؤد ظاہری بنا کو مطلقاً حرام کہتے ہیں اور امام مالک شافعی وثوری
اوزاعی اور ایک دوسری روایت میں ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ بنا اگر مقبرہ موقوفہ میں ہو تو حرام ورنہ ملک بانی میں مکروہ۔

(۷) ابوالہیاج اسدی کی حدیث کے تحت میں ہے قال ابن الهمام (فی فتح القدیر)
هذا الحدیث محمول علی ما کانوا یفعلونه من تعلیۃ القبور بالبناء العالی (زمرقاۃ ص)۔

(۸) اور برہان شرح مواہب الرحمن میں ہے تحت قول ولا یبنی کما قال الشافعی وما ثبت
لما فی صحیح مسلم عن ابی الهیاج الاسدی الحدیث فلذا هو محمول علی ما کانوا یفعلونه من
تعلیۃ القبور بالبناء العالی اھ قال الامام محمد بن الحسن فی الآثار اخبرنا ابوحنیفۃ قال حدثنا
شیخ لنا یرفعه الی النبی صلی اللہ علیه وسلم انه نهی عن تربیع القبور وتجصیصها ولو یحرم البناء
علیه للزینۃ لما مر وبناء ویکرہ للاحکام بعد الدفن لان البناء للبقاء والقبر موضع الفناء
انتہی۔ یعنی ولا قبرا مشرفا الا سویتہ کے یہ معنی ہیں کہ جو عمارتیں بلند قبروں پر بنایا کرتے تھے ان کو
مسمار کرنے کا حکم دیا اس لئے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے مرفوعاً
حدیث بیان کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے قبر کو مربع بنانے اور پختہ بنانے سے منع فرمایا اور زینت کے
لئے بنا حرام ہے، اور دفن کے بعد مضبوطی کے لئے مکروہ ہے۔

(۹) ابن حجر کی تحفہ میں لکھتے ہیں۔ ولو بنی فی مقبرۃ مسبلۃ هدم وجوبا لحرمته کما فی
المجموع لما فیه من التضییق مع ان البناء یتأبد بعد انمحاق المیت فیحرم الناس تلک البقعۃ
وقد افتی جمع بهدم کل ما فی قرافۃ مصر من الابنیۃ حتی قبۃ امامنا الشافعی التی بناها بعض
الملوک وینبغی لکل احد هدم ذلک ما لم یخش منه مفسدۃ الخ یعنی اگر مقبرہ مسبلہ میں بنا کی گئی تو اس کا
گرانا واجب ہے بوجہ حرمت کے جیسا کہ مجموع میں ہے اس لئے کہ اس میں تنگی ہو جائے گی، باوجود اس کے

میت کے گل جانے اور مٹی ہو جانے کے بعد بھی بنا مدتوں قائم رہتی ہے پس اس جگہ سے لوگ محروم رہتے ہیں
اور ایک جماعت فقہاء نے ان عمارتوں کو جو قرافہ مصر میں ہیں گرا دینے کا فتویٰ دیا ہے یہاں تک کہ ہمارے
امام شافعی کے قبہ کو جو کسی بادشاہ نے بنا کر دیا ہے، ہر شخص پر اس کا ہدم واجب ہے۔ اگر فساد کا
خوف نہ ہو۔

(۱۰) ویحرم البناء علی القبر للزینة ویکره للاحکام بعد الدفن (مفتی مواهب الرحمٰن
فی مذهب النعمان) (۱۱) یکره تطیین القبور وتجصیصها والبناء علیها والکتابة علیها
(جوهره نیره شرح قدوری) (۱۲) یکره ان یبنی علی القبر انتهی (زیلعی شرح کنز) (۱۳)
ولا یرفع علیه بناء قالوا اراد به السفط الذی یجعل فی دیارنا (بحر الرائق) (۱۴) ولا
یجصص القبر ولا تطیین ولا یرفع علیه بناء لحدیث جابر (۱۵) وفی الخلاصة ولا یجصص
القبر ولا یطین ولا یرفع علیه بناء انتهی (منح الغفار) (۱۶) یکره ایضاً ان یبنی علیه انتهی
(شرح مجمع البحرین) (۱۷) یکره البناء علی القبور (فتاوی سراجیه) (۱۸ و ۱۹) عن ابی
حنیفة رح یکره ان یبنی علیه بناء من بیت او قبة او نحو ذلک انتهی (کبیری و صغیری)
(۲۰ و ۲۱) فی الشرنبلالیة عن البرهان یحرم البناء علیه للزینة ویکره للاحکام بعد الدفن
(طوالع وطحطاوی حاشیه در مختار و امداد الفتاح شرح نور الایضاح) (۲۲) یحرم
تعلیة القبور والبناء علیها (عقد اللآلی) (۲۳) یکره ان یضرب علیه فسطاط او قبة
یظل القبر وانما یظل المیت عمله انتهی (فتاوی رحمانیه) (۲۴) لا یجصص
القبر لما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه نهی عن التجصیص والتقصیص وعن
البناء فوق القبور قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبور فی دیارنا لما روی عن ابی
حنیفة انه قال لا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیه بناء وسفطا انتهی (قاضی خان) (۲۵)
ویکره البناء علی القبور (فتاوی عجیب) (۲۶) یکره ان یضرب علیه فسطاط او قبة (فتاوی
ابراهیم شاهی) (۲۷) لا یبنی علی رأس القبور ولو فعل یکره انتهی (مختار الفتاوی) (۲۸ و ۲۹)
کره ابو حنیفة رح البناء علی القبر (محیط و مفید المستفید) (۳۰) یکره ان یبنی علیه تجصیص
یحط زینة وان یضرب علیه فسطاط او قبة لامر بظل القبر انما یظل المیت عمله انتهی
(شرعة الاسلام) (۳۱) وکل القباب التی بنیت علی القبور یجب هدمها لانها اسست
علی معصیة الرسول ومخالفته وکل بناء اسس علی معصیة الرسول ومخالفته فهو بالهدم

جرح نہیں کی بلکہ خود ابن نجیم نے اثر سے اس کی تائید کی۔ اس کے بعد دیگر بعض شراح کا قول نقل کیا ہے ولا اضاعۃ للمال وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین لیزورہم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ اھ قول مذکور کو تحقیق اضافت بھی لکھدی ہے اور اس پر اپنا کوئی مسلک تحریر نہیں کیا اگرچہ قاری صاحب کا رجحان اس قول پر معلوم ہوتا ہے جس پر کوئی جرح نہیں کی ہے۔ خود قاری صاحب کا مذہب حدیث من ابتدع بدعۃ ضلالۃ کے تحت میں مندرج ہے اور کمال تصریح ہے ما انکرہ ائمۃ المسلمین کالبناء علی القبور وتجصیصہا انتھی۔ فاضل بریلوی کے فضل پر تعجب ہوتا ہے کہ انھوں نے ملا علی قاری کا جواز کا مذہب کیسے سمجھ لیا۔ فائدہ۔ سب سے اول یہ قول قد اباح السلف الخ صاحب مفاتیح نے لکھا ہے۔ ان کے بعد انہی سے نقل کرکے دوسرے لوگوں نے بھی یہ لکھا ہے عبارت صاحب مفاتیح کی یہ ہے۔ **قولہ** ان یجصص القبور ان یبنی علیہ ای یتخذ علیہ۔ تجصیص القبور والبناء علیہا بان یجعل بیت علی القبر وضرب حیث علیہ منھی عنہ لانہ اضاعۃ المال من غیر فائدۃ للمیت فیہ ولانہ فعل الجاہلیۃ وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشہورین لیزورہم الناس ویستریحوا بالجلوس فی البناء الذی یکون علی قبورہم مثل الرباطات والمساجد انتھی۔ اول تو حدیث رسول اللہ و اقوال صحابہ و تصریحات ائمہ اربعہ و اکثر فقہاء و اصحاب متون و شروح و فتاوی کے خلاف ایک شخص کے لکھنے پر کیسے اختیار کیا جا سکتا ہے حالانکہ اس شخص نے اس قول پر اپنا مختار اور معمول علیہ ہونے کی بھی تصریح نہیں کی باوجودیکہ اس سے قبل فعل جاہلیت اور منہی عنہ بھی لکھ چکے ہیں اور پھر اس کے باوجود معلوم نہیں کہ سلف سے کون لوگ مراد ہیں۔ انھوں نے کس کتاب میں اس کا جواز دیکھا ہے اور وہ قابل اعتبار ہے یا نہیں اور وہ کیسے اس مرتبہ کو پہنچ گئے کہ ان کا قول حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اقوال صحابہ و ائمہ مجتہدین و فقہاء متقدمین و علماء متاخرین و محققین کے مقابلہ میں معتبر ہو گیا پس ایسی روایت شاذ و نادر و غریب اور مجہول کو حجت لانا اور معمول علیہ قرار دینا اہل بدعت ہی کا کام ہے۔ دوسرے طرفہ یہ کہ روایت قد اباح السلف کو صاحب مفاتیح نے اختیار بھی نہیں کیا چنانچہ حدیث من ابتدع بدعۃ ضلالۃ کے تحت میں لکھتے ہیں ہی بدعۃ السوء ما انکرہ ائمۃ المسلمین کالبناء علی القبور وتجصیصہا فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ذلک انتھی۔ اور جو میزان میں لکھا ہے۔ قول الائمۃ الثلاثۃ ان القبر لا یبنی علیہ ولا یجصص مع قول ابی حنیفۃ بجواز ذلک کتب معتمدہ فقہ کے صریح خلاف ہے شرح ملتقی الابحر ہدایہ قاضی خان، محیط، کبیری، صغیری وغیرہ میں حضرت امام کا قول کراہت مصرح موجود ہے ہاں ممکن ہے

کوئی قول مرجوح و مرجوع و غیر مختار ہو چنانچہ اس کے بعد لکھتے ہیں ومن ذلک قول الائمۃ الثلاثۃ
باستحباب القراءۃ للمقتدی عند السر مع قول ابی حنیفۃ بکراہتہا انتہی۔ اس قول کا غیر
مختار ہونا اعلان اہل بدعت کو بھی مسلم ہے۔

اتخاذ مسجد کی بحث اور اس کی تین صورتیں اوّل شرک جلی دوم شرک خفی سوم مکروہ سترہود

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ
الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائہم وصالحیہم مساجد متفق علیہ وفی روایۃ
یحذر ما صنعوا ولولا ذلک ابرز قبرہ غیر انہ خشی ان یتخذ مسجدا۔ (مشکوٰۃ) عن
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور
والمتخذین علیہا المساجد والسرج رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی (مشکوٰۃ)
عن عطاء بن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم لا تجعل قبری وثنا
یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائہم مساجد رواہ مالک مرسلاً
(مشکوٰۃ) سب کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے خصوصاً مرض موت میں سخت تاکید
سے منع فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو وثن نہ بنا کہ اس کی عبادت کی جائے۔ خدا کا غضب اور اس کی
لعنت ہے یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔ اپنی امت کو
ان کے فعل سے ڈرایا۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر مجھ کو اتخاذ مسجد کا خوف نہ ہو تو میں آپ کی قبر کو کھلا رکھتی
ملا علی قاری نے تیسری حدیث کے تحت میں لکھا ہے ای لا تجعل قبری مثل الوثن فی تعظیم
الناس وعودہم للزیارۃ بعد بدئہم واستقبالہم نحوہ فی السجود کما نسمع ونشاہد الآن
فی بعض المزارات والمشاہد انتہی۔ شرح مصابیح ابن ملک میں ہے قولہ لعن اللہ الیہود
والنصاریٰ الخ دعا علیہ السلام علی الیہود والنصاری باللعنۃ لانہم یصلون فی
المواضع التی فیہا انبیائہم علیہم السلام قصدا یقصدون الی السجود لہم وھذا اکفر لان
السجود لا یجوز الا للہ ولما لاعتقادہم ان الصلوۃ ثمہ افضل لکونہ احسن منہ وتعظیما
لانبیائہم وھذا اشراک لانہ لا یجوز ان یقصد بالصلوۃ الا تعظیم اللہ وطاعتہ
وعادۃ نبیہ علیہ السلام امتہ عن الصلوۃ فی المقابر الا احترازا عن مشابہۃ الیہود
والنصاری انتہی (از تفہیم المسائل) اور حدیث ثانی کے تحت میں ملا علی قاری نے ابن ملک
کی شرح نقل فرمائی قال ابن الملک انما حرم اتخاذ المساجد علیہا لان فی الصلوۃ

فیها اسننا تأسیا بسنة الیهود انتهى۔ اور مجمع البحار میں ہے من قصد لزیارة قبور الانبیاء
والصلحاء ان یصلی عند قبورهم ویدعو عندها ویسئلهم الحوائج فهذا لا یجوز
عند احد من علماء المسلمین فان العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق لله وحده
انتهى۔ اور باب السین مع الجیم میں لکھا ہے وحینئذ ماکره من اتخاذ المسجد على
القبور اراد به تسویة القبور مسجدا یصلی فیه وقیل ان یبنی عنده مسجد یصلی
فیه الى القبور واما المقبرة الداثرة اذا بنی فیها مسجد یصلی فیه فلا باس به لان
المقبرة وقف کالمسجد واما اتخاذه فی جوار صالح لقصد التبرک بالقرب لا التعظیم
له فلا یدخل تحته۔ اور خیر الجاری میں ہے نقلا عن العینی وهو نقل عن البیضاوی
فاما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منه لا للتعظیم له ولا
التوجه الیه فلا یدخل فی الوعید المذکور۔ انتهى۔ اور ترجمہ شیخ میں بھی بیضاوی کا اسی طرح
قول منقول ہے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری باب الصلوٰة فی البیعہ کے بعد ہی لکھتے ہیں۔
فکانه صلى الله علیه وسلم علم انه مرتحل من ذلک المرض فخاف ان یعظم قبره کما
فعل من مضى فلعن الله الیهود والنصارى اشارة الى ذم من یفعل فعلهم۔ انتهى۔
اور ملا علی قاری نے بھی طیبی سے اول حدیث کے تحت میں اسی طرح لکھا ہے۔ وخاف من الناس
ان یعظموا قبره فعرض بلعنهم کیلا یعملوا معه ذلک انتهى۔ اور ملا علی قاری نے اسی
حدیث کے تحت میں لکھا ہے سبب لعنهم اما لانهم کانوا یسجدون لقبور انبیائهم تعظیما
لهم وذلک هو الشرک الجلی واما لانهم کانوا یتخذون الصلوة لله تعالى فی مدافن
الانبیاء والسجود على مقابرهم والتوجه الى قبورهم حالة الصلوة نظرا منهم بذلک الى
عبادة الله والمبالغة فی تعظیم الانبیاء وذلک هو الشرک الخفی لتضمنه ما یرجع الى تعظیم
مخلوق فیما لم یؤذن له فنهى النبی صلى الله علیه وسلم امته عن ذلک اما لمشابهة ذلک
الفعل سنة الیهود او لتضمنه الشرک الخفی انتهى۔ کذا قاله بعض الشراح من ائمتنا۔
اور عینی شرح بخاری میں بھی اسی طرح ہے۔ فمنع المسلمین عن مثل ذلک انتهى۔ اور اس کے
بعد ملا علی قاری نے قاضی کا قول نقل کیا ہے وقال القاضی کانت الیهود والنصارى یسجدون
لقبور انبیائهم ویجعلونها قبلة ویتوجهون فی الصلوة نحوها فقد اتخذوها اوثانا فلذلک
لعنهم ومنع المسلمین عن مثل ذلک اما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلى فی مقبرة

وقصد الاستظهار بروحه او وصول اثر ما من اثر عبادته اليه لا للتعظيم له والتوجه
نحوه فلا حرج عليه۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بقصد تعظیم قبور انبیاء و اولیاء کے اوپر مسجد بنانا یا
ان کے مقابر پر سجدہ کرنا یا اس کے قریب مسجد بنانا اللہ کی عبادت کرنا یا نماز پڑھنا اس طرح پر کہ ان
کی قبور کی جانب توجہ اور سجدہ ہو اس میں تعظیم اولیاء بھی مقصود ہو اور عبادت خاص اللہ کے لئے
ہو تو شرک خفی ہے اور اگر خالص قبور ہی کو قبلہ بنا کر بطور تعظیم سجدہ کرے تو شرک جلی ہے۔ اور پہلی
صورت بقول ملا علی قاری آج کل بعض مشاہد اور مزارات میں مسموع اور مشاہد ہے اور قول اول کی
مؤید حدیث مسلم ہے۔ لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها (مشکوۃ باب دفن میت) اى
مستقبلين اليها لما فيه من التعظيم البالغ (مرقاۃ) اور یہ بھی واضح ہو کہ اس حدیث میں
لفظ علی بطریق عموم مجاز معنی حول کو شامل ہے جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے فقالوا اى الكفار
ابنوا عليهم اى حولهم بنيانا يسترهم ربهم اعلم بهم قال الذين غلبوا على امرهم
امر الفتية وهم المؤمنون لنتخذن عليهم اى حولهم انتهى اسی لئے فاضل فیروزآبادی
صاحب قاموس نے سفر السعادت میں اس حدیث کا اس طرح ترجمہ لکھا ہے وہی فرمود کہ بر سر قبرہا
مساجد بنا کنند و بر گورہا چراغ افروزند و بر فاعل آن لعنت کرد۔ انتہی۔ جیسا کہ اردو محاورہ میں بھی کہا جاتا
ہے کہ میں آج دریا پر گیا تھا۔ اور فارسی محاورہ میں امروز بر دریا رفته بودم کہا جاتا ہے۔ یعنی دریا کے کنارے
نہ دریا کے اوپر قائم۔ اقول نظیرہ معنی قول عائشة لولا ذلك ابرز قبره غير انه خشى ان
يتخذ مسجدا فان الصلوة عندها من ذالك وان لم يبن مسجد فان الصحابة لم يكونوا
ليبنوا حول قبره مسجدا فكل موضع قصدت الصلوة فيه فقد اتخذ مسجدا بل كل
موضع يصلى فيه يسمى مسجدا كما قال صلى الله عليه وسلم جعلت لى الارض مسجدا
وطهورا۔ البتہ تیسری صورت باقی ہے جو قاضی نے بیان کی یعنی جبکہ نہ تعظیم قبور ملحوظ ہو
اور نہ ان کی طرف توجہ بلکہ صرف اثر فیض روحانی کا وصول مقصود ہو اور ان کی روح سے استفادہ
برکت مطلوب ہو کیونکہ وہ جگہ محل نزول رحمت الٰہی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر مقبرہ میں نماز پڑھے یا جوار
صالح میں مسجد بنائے اس میں اختلاف ہے، ابن ملک اور بعض دیگر شراح کے نزدیک ناجائز ہے کہ
یہود کی مشابہت ہے۔ لان فى الصلوة فيها استنانا بسنة اليهود اور یہ بھی معلوم ہو کہ صلوۃ
فى المقابر اور جوار صالح میں بناء مساجد کا جواز علمائے شافعیہ کا مذہب ہے۔ شافعی بیضاوی اور
ابن حجر شافعی ہیں اور یہ قول انہی سے نقل کیا جاتا ہے۔ علمائے احناف کا یہ مذہب نہیں ہے بلکہ

اُن کے نزدیک قبرستان میں نماز پڑھنا اور قبرستان میں مسجد بنانا اور اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ہاں
اگر قبرستان میں کسی ایسی جگہ پر مسجد بنائی گئی جہاں کوئی قبر نہیں ہے تو اس کے مسجد میں ہے اولیٰ یہ ہے
کہ بلا ضرورت (کخوف الفوت) وہاں بھی نہ پڑھے جیسا کہ کبیری و بحر وغیرہ میں ہے ۔ یا عند البعض
قبرستان نہ ہو بلکہ کسی ایک قبر کے جوار میں ہو تو بھی مکروہ تحریمہ نہیں ۔ خود ابن حجر نے قول اور استدلال قاضی
کو مخدوش کر دیا ہے ۔ ملا علی قاری نے قول قاضی نقل کرنے کے بعد اس کو مخدوش فرمایا پھر ابن حجر کا قول
نقل کیا ہے ۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو اس کو پورا نقل کرتا ۔ فاضل بدایونی کی یہ کمال جرأت ہے کہ صرف قول
قاضی شافعی جو شوافع کے نزدیک بھی مخدوش ہے حجت میں لائے ۔ افسوس ! اہل علم اس جگہ پر مرقاۃ علی قاری
کی پوری عبارت دیکھیں اور فاضل بدایونی کے فضل کی داد دیں ابن حجر قول قاضی کو رد کرنے کے بعد لکھتے
ہیں ۔ قال ابن حجر وقد صح انه عليه الصلوة والسلام نهى عن الصلوة بالمقبرة واختلفوا
في هذا النهي هل هو للتنزيه او للتحريم ومذهبنا الاول ومذهب احمد التحريم الخ ۔
معلوم ہوا کہ شوافع کے نزدیک بھی مکروہ تنزیہی ہے ۔ عینی شرح بخاری میں ہے ۔ واختلف العلماء
في الصلوة في المقبرة فذهب احمد الى التحريم مطلقا في المقبرة وذهب ابو حنيفة الى الكراهة
وفرق الشافعي بين المنبوشة وغيرها فقال اذا كانت المقبرة مختلطة بلحوم الموتى و
صديدهم لا يجوز الصلوة في مكان النجاسة ويجوز في غيرها انتهى ۔ اور تبابری شرح
ترمذی سید عبد الرحیم لاہوری میں بھی اسی طرح ہے ۔ وقال ابو حنيفة يكره مطلقا انتهى ۔
اور فیض الباری شرح بخاری اور خیر جاری شرح بخاری میں بھی اسی طرح ہے اور فتح الباری شرح بخاری
میں ہے ۔ ومما يكره الصلوة يتناول ما اذا وقعت الصلوة على القبر او الى القبر او بين القبرين
[illegible] وفيه كراهة الصلوة في المقابر سواء كان بجنب القبر او عليه او اليه الخ
قال في العالمگيری فيما يتصل بالفصل الثاني في طهارة ما يستر به العورة يكره الصلوة
في سبع مواطن في قارعة الطريق ومعاطن الابل والمزبلة والمجزرة والمخرج والمغتسل
والحمام والمقبرة وسطح الكعبة (وفي فصل ثاني فيما يفسد ويكره ايضا) اور زیلعی فصل فی
باب الجنائز میں ہے ۔ يكره ان يبنى على القبر او يقعد عليه او ينام عليه او يوطأ عليه او تقضى عليه
حاجة الانسان من بول او غائط او يعلم بعلامة كتابة او نحوه او يصلى اليه او يصلي بين
القبور انتهى ۔ اور کبیری میں ہے ۔ يكره الصلوة في طريق العامة لانه عليه السلام نهى
ان يصلى في سبع مواطن في المزبلة والمجزرة والمقبرة الحديث ۔ در مختار شرح مختار

میں ہے۔ ویکرہ وطی القبور والجلوس علیہ والنوم علیہ والصلوۃ عندہ فتاوی رحمانی میں ہے
والصلوۃ عند القبور یکرہ انتہی۔ اور نافع الوریٰ فی مذہب الامام ابی حنیفہ میں مرقوم ہے۔
یکرہ ابتناء علیہ والصلوۃ الیہ والصلوۃ بین القبور انتہی۔ فتاویٰ دستور القضاۃ تقاضی
خواجہ میں ہے۔ یکرہ النوم عند القبور والصلوۃ عندہ انتہی۔ فتاویٰ حمادیہ لمفتی ناگوری ابوالفتح
رکن الدین بن حسام میں ہے۔ در ذخیرہ آوردہ است کہ دہ موضع است کہ دراں نماز گزاردن مکروہ است
ازاں جملہ در گورستان برائے تشبیہ جہودان و پرستندگان گور۔ انتہی۔ اور اسی طرح خلاصۃ الفقہ اور
ترغیب الصلوۃ میں بھی ہے۔ اور جناب مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی حاجی رفیع الدین خان مراد آبادی کے
استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ و از کلام شرح حدیث کہ در باب نہی در مقبرہ واقع شدہ اند چنیں
است کہ نہی از برائے لزوم نوعے از مشابہت کفار است در سجود جمادات والتزام نماز در مقبرہ مکروہ است بسبب
کہ مذکور شد و آنچہ در کتب فقہاء حنفیہ مسطور است کہ اگر قبر پیش مصلی باشد اشد است اندرے کراہت و اگر راست
یا چپ باشد کمتر است ازاں۔ و اگر پس مصلی باشد کمتر ازاں است اصح و معتمد علیہا است و آنچہ بعضے شراح
سبب نہی نجاست مقبرہ لوثتہ منقول فقہاء شافعیہ است کہ بوجوہ صواب نیست۔ انتہی۔ اور حدیث
ابو سعید خدری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الارض کلہا مسجد الا المقبرۃ والحمام
رواہ ابوداؤد والترمذی والدارمی (مشکوٰۃ) پر جو فاضل بدایونی نے جرح کی کہ ترمذی نے اس
حدیث کو مضطرب کہا ہے۔ ھذا حدیث فیہ اضطراب(۱) لہٰذا یہ حدیث قابل قبول اور لائق استدلال نہیں
ہے۔ اُن کے فضل کے خلاف ہے۔

(۱) فیہ اضطراب یعنی من حیث الارسال والاسناد (مرقاۃ) اور حدیث مرسل و مسند ہر دو ہمارے
احناف کے نزدیک حجت۔ (۲) وقد رواہ ابوداؤد مسندًا مرقاۃ۔ پس اضطراب مندفع ہے۔ اور ملا
علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے۔ والذی وصلہ ثقۃ ایضًا فلا یضرہ ارسالہ اور یہ بھی لکھا ہے وقال
ابن حجر رواہ ابن ماجہ و سندہ حسن۔ (۳) سید عبد الرحیم ظاہری شرح ترمذی میں لکھتے ہیں۔ قولہ
فیہ اضطراب۔ فیہ اضطراب لان ھذا الحدیث یعنی الارض کلہا مسجد الا المقبرۃ
والحمام قد رواہ ایضًا علی و عثمان و عبد اللہ بن مسعود و ابو ہریرۃ و انس بن مالک و
ابو اُسید و اُسید ابن حضیر و اشعث بن قیس فروایتہ احفظ و اکثر اسنادا من رواۃ الحدیث
جعلت لی الارض کلہا مسجدا و طہورا فلا اضطراب فی ذلک لکنہ لم یطلع علی ھذا
فحکم باضطرابہ انتھی۔ (۴) خود ترمذی نے قول سفیان ثوری کو ترجیح دے کر اضطراب کو دفع

کردیا ہے۔ ان الترجیح اذا وجد انتفی الاضطراب (نکت ابوالفضل عراقی)۔

ایک مغالطہ علامۃ الورود کا جواب

حج قبور وغیرہ میں بعض افعال شرکیہ مثلاً بوسہ قبور و نذر برائے قبور بہ نیت تقرب، و مجاورت قبر و طواف اور اختلاق قضایا برقبر و صور جعل وغیرہ وغیرہ کو جو تقویۃ الایمان میں افعال شرک سے لکھا ہے یہ حقیقی شرک جلی نہیں ہے جس سے فاعل قطعی کافر ہو جاتا ہے بلکہ یہ افعال گناہ اور شرک جلی کے شعبے ہیں اور مشرکوں کے افعال ہیں اس لئے ان کو مجازاً شرک بھی کہتے ہیں اور ان کو شرک اصغر بھی کہتے ہیں کیونکہ شرکٌ دون شرکٍ وکفرٌ دون کفرٍ خود محقق ہے اور حدیث شریف میں ہے۔ الریاء شرک اور اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر اور لیس من رجل ادعی لغیر ابیہ وھو یعلمہ الا کفر باللہ اور من حلف بغیر اللہ فقد اشرک۔ (وھما ثبت انہ علیہ السلام قال افلح وابیہ فھی کلمۃ تجری علی اللسان عمدۃ الکلام اوزیادۃ لہ لا یقصد بہ الیمین۔ عینی پارہ ۲۶) اور تسمیہ لغیر اللہ کو شرک فرمایا اور حضور علیہ السلام نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا انک امرؤ فیک جاھلیۃ اور ایک اور صحابی کو جب اس نے ماشاء اللہ وشئت کہا تو حضور علیہ السلام نے اجعلتنی للہ ندا فرمایا۔ اور من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث۔ المعاصی تسمی کفرا لکن لا یراد بہ الکفر المخرج عن الملۃ (عینی کتاب الایمان) غرض چونکہ یہ افعال علامات شرک اور موہم شرک اور شعبہ شرک ہیں ان کو شرک میں شمار فرمایا ہے کہ ان میں شرک کی لگاوٹ ہے۔ فاعل مشرک حقیقی نہیں بن جاتا اسی لئے کہیں تو ایسے موقع پر اس طرح فرماتے ہیں کہ اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اور کہیں یہ فرماتے ہیں یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ چنانچہ علامہ شہیدؒ نے ابتداء ہی تقویۃ الایمان ص۱۱ میں فرما دیا ہے۔ قولہ اگر پہلے درجہ کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے الخ۔ اور جو اس سے نیچے درجہ کے شرک ہیں الخ اس تحریر کے بعد کوئی اہل علم تو ہرگز اس قسم کا اعتراض ہی نہیں کرے گا۔ کیونکہ تقویۃ الایمان میں شرک بالمعنی الاعم یعنی عام شرک اکبر و اصغر کی بحث ہے اور نیز اس کے متعلق خود علامہ شہید اسی مضمون کا ایک فتویٰ [illegible] میں شائع بھی فرما چکے ہیں۔ ملاحظہ کر لو۔

اور اہل علم پر یہ بھی واضح ہو کہ بعض قیود کو یا بعض استثناء کو بوجہ شہرت یا بوجہ استغنا کہ دوسری جگہ معلوم ہو چکے یا بوجہ قرائن حالیہ و مقالیہ حذف کر دینا یا نظر انداز و فروگذاشت ہونا مصنفین کی عادت مستمرہ ہے اس کے خلاف پر ضد کرنا اور یہ کہنا کہ جہاں مطلق ذکر کیا ہے ہم تو مطلق ہی مراد لیں گے۔ کس قدر جہالت اور ہٹ دھرمی اور حق سے بُعد ہے۔

برخلاف پیر پرستان اہل اسلام کے نزدیک اپنی طرف سے کسی چیز کو روا ناروا کرنا اور قرآن وحدیث کے خلاف اور اُن کے مقابلہ میں کسی بزرگ و امام کے قول کی سند پکڑنا اور اُن کے قول و فعل کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھنا اور ان کو اپنی جان و مال کا مالک کہنا یہ سب ناجائز قلیل شرک فی العادۃ سے ہیں۔

اعتراض۔ علامہ شہید نے غیر مقلدی کا رستہ نکالا ہے بلکہ تقلید شخصی میں شرک کا شائبہ بتلایا ہے۔ کیونکہ تنویر العینین میں ماہر حدیث عارف ناسخ و منسوخ کے لئے لکھا ہے۔ ولیت شعری کیف یجوز تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصریحۃ الدالۃ علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امامہ ففیہ شائبۃ من الشرک انتھی۔ یعنی جبکہ اپنے مقلد کے قول اجتہادی کے خلاف صریح اور صحیح غیر منسوخ حدیث ملے تو اس صورت میں تقلید شخصی کیسے جائز ہو سکتی ہے اگر باوجود اس کے بھی اپنے امام کا قول اجتہادی نہ چھوڑا تو اس میں شرک کی لگاوٹ ہے۔ اور فتاوی رشیدیہ مکمل میں ہے وہ (یعنی علامہ شہید) فرماتے تھے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملے اس پر عامل ہوں ورنہ ابوحنیفہ کی رائے کا مقلد ہوں اور سید صاحب (ان کے پیر) کا بھی یہی مشرب تھا۔ انتہی۔ **الجواب**۔ بعینہٖ اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ دیگر اہل تحقیق علمائے احناف نے بھی تحریر فرمایا ہے کیا ان اکابر پر بھی غیر مقلدی کا الزام لگایا جائیگا۔ ملفوظات حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔ عجب است کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کہ مخرجین بیان آن نمودہ اند و احوال رواۃ آن معلوم است وبجہت واسطہ میرسد بہ نبی معصوم کہ خطا را بران راہ نیست بعمل نمی آرند و روایت کہ نقلاں آن قضاۃ و مفتیان اند و احوال ضبط و عدل آنہا معلوم نیست و بہ نیابت اند و واسطہ میرسد بمجتہد کہ خطا و صواب از شان اوست معمول گردیدہ است ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔ انتہی۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مقالہ وصیہ میں تحریر فرماتے ہیں (ترجمہ) فقہ کے مسئلے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ملانا ہے جو موافق ہو اسے قبول کرے جو خلاف ہو اسے ترک کرے کہ کالائے بدبر ریش خاوند۔ امت کو قضا ہے مسائل کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ملانا ضروری ہیں۔ اور ایسے فقہ دان متقشف کی بات نہ سننی چاہیئے جو ایک عالم کی تقلید کو سند سمجھ کے سنت کو ترک کرے ایسے سے دور رہنے میں خدا کا تقرب جانے۔ انتہی۔ اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے ایسی تقلید کے متعلق فتاوی عزیزی میں ایسا ہی فرمایا ہے این بلائے تقلید ایشان را بحدے کشیدہ کہ قول یکے را از آحاد فقہاء در مقابلہ

حدیث نمی آرند و قول شیخ می دہند و ایں ازاں قبیل است کہ علما را بہ پیغمبری رسانیدہ شود بلکہ بخدا زیرا کہ
در حدیث صحیح ترمذی آمدہ است کہ عدی بن حاتم از جناب نبوۃ ﷺ بمعنی آیۃ کریمہ اتخذوا
احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ عرض کرد کہ یارسول اللہ ایشان را بخدا ساختہ نمی پرستیدند
و خدا نمی دانستند فرمود نہ کہ بگفتہ ایشان حلال و حرام فی النفس گفت آرے فرمود ہمیں است ارباب
گرفتن و ظاہر است کہ منصب مقرر تکلیف و نصب شریعت مخصوص بخدا است و بے نقل قاطع بکسی
را ایں منصب دادن شرک محض است نعوذ باللہ منہا انتہی۔ شاہ صاحب کی یہ تحریر بالکل تقویۃ الایمان
باب اشراک فی العادات ص۴۳ و ص۴۵ کے مطابق ہے تقویۃ الایمان ص۴۲ میں ہے۔ **قولہ** ان کی راہ و
رسم کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے اور آیۃ و حدیث کے مقابلہ میں ان کے قول کی سند پکڑے ہر سو
ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ اور ص۳۳ میں ہے۔ **قولہ** کسی نام کو روا نا روا کر دینا اللہ ہی کی
شان ہے الخ .... شاہ عبدالحق کا توشہ حلوہ ہی ہوتا ہے شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی ہوتی ہے۔ اور
بوعلی قلندر کی سہمنی اور اصحاب کہف کی گوشت روٹی سو سب بدعت ہوتے ہیں اور شرک میں گرفتار ہو کر اللہ
کی حکومت کی شان میں اپنا دخل کرتے ہیں کہ ایک شرع اپنی جدی قائم کرتے ہیں اور فتاوی عزیزی
ص۳۰ میں ہے نسبت بہ بزرگان یعنی قول عبدی مالک دروغ است و شرک فی التسمیہ (ملخصاً) اور
حدیث انت و مالک لابیک میں لام اختصاص کے لئے ہے نہ تملیک کے لئے اور تقویۃ الایمان ص۴۶
میں ہے۔ ذرا سی بات ... میں کہنا کہ تم ہماری جان و مال کے مالک ہو ہم تمہارے بس میں ہیں جو
چاہو کرو محض جھوٹ ہے اور شرک کی بات ہے۔ انتہی۔

افسوس بلکہ ہزار افسوس تو یہ ہے کہ مؤلف تحقیقات بہ تقلید فاضلان بدایونی و بریلوی حضرت
علامہ شہید پر تشنیع کرتے ہیں اور مؤلف کے پیرو استاد مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب مرحوم علامہ
شہید کا نام لکھ کر نہایت ادب سے رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور غیر مقلدین کے اکثر الزامات کو ان پر سے
دفع فرماتے ہیں۔ (دیکھو انتصار الحق ص۔ و ص۱۲۱)۔

نوٹ:- پیر پرستوں پر سخت تعجب ہے کہ جھوٹ بولنے سے بھی کچھ نہیں فرماتے مجلس جامع مسجد دہلی
۱۲۴۰ھ کا ذکر کس قدر غلط تحریر کیا ہے مختصراً تقریر یہ ہے کہ مولوی فضل رسول صاحب بدایونی نے اپنی
عادت کے موافق حضرت مولانا محمد علی صاحب و مولانا مخصوص اللہ صاحب و مولانا رشید الدین خاں صاحب
رحمہم اللہ کو علامہ شہید کا مخالف بنایا۔ ان کی خدمت میں جا جا کر بیان کیا کرتے تھے کہ مولوی اسمٰعیل اور
مولوی عبدالحی صاحبان علانیہ وعظوں میں کہتے پھرتے ہیں کہ عبدالعزیز کی ماہ ماہ چہلم ہے (معاذ اللہ)

اور بوسہ قبر کو شرک حقیقی اور مباشر کو قطعی مشرک کافر کہتے ہیں اور ایصال ثواب کو اگر کسی نے بغیر تخصیص اور بغیر التزام کے اتفاقیہ طور پر یا اپنی کسی جائز مصلحت دنیاوی سے بھی تیسرے دن کیا تو بھی ناجائز ہے وغیرہ وغیرہ اس پر حضرات موصوفین برافروختہ ہوئے اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ چنانچہ جامع مسجد میں مولانا محمد اکمل صاحب وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اس امر کی تحقیق کے لئے تشریف لے گئے۔ استفسار پر انھوں نے ان مسائل کو جو ان حضرات اور ان کے خاندان کے معتقدات کے موافق تھے۔ صاف صاف بیان کر دیا۔ تب تو مولوی فضل رسول صاحب بہت شرمندہ ہوئے۔ جب یہ نا تو لکھتے ہیں کہ ہر مسئلہ کا جواب جنہاں جمہور کے مخالف نہ تھا لیکن افسوس پیر پرست اس کو کس قدر طول دیکر غلط اور جھوٹ بیان کرتے ہیں اپنی مثنی اہل حق پر مڑھتے ہیں۔ سچ ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ افسوس بوسہ قبر کو کس نے شرک حقیقی کہا ہے اس جھوٹ کا بھی کچھ ٹھکانا ہے یا مادۂ شرک اور فعل شرک کو شرک حقیقی سمجھا ہے۔ اور دوسرا تعجب یہ ہے کہ سیف الجبار صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے کہ مولانا محمد موسیٰ صاحب نے فرمایا کہ تمام اکابر اس سے مباشر ہوتے تھے۔ اعاذ بعد سچ جھوٹ بھلا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز و حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہما نے کبھی بوسہ قبر دیا ہو جس کو فقہاء نے ناجائز عادۃ نصاریٰ لکھا ہے دیگر تعجب یہ ہے کہ اذان بعد دفن کو فقہاء نے مکروہ اور بدعۃ لکھا ہے (شرح عباب ابن حجر) خیر رملی در حاشیہ بحر، رد المحتار، توضیح شرح تنقیح الحموی الطحطاوی۔ فتاویٰ شامی) اور اس مجلس میں اس کا جواز لکھا ہے۔ بھلا یہ حضرات علماء کرام شاگردان شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ اور اذان بعد دفن کی بدعت افسوس، غرض فاضل بدایونی نے علامہ شہید کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا تھا حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہ کے شاگردوں اور مریدوں کی خدمت میں جا کر یہ طوفان برپا کرتے تھے کہ مولوی محمد اسمٰعیل عام وعظوں میں اور مجلسوں میں بیان کرتے پھرتے ہیں کہ عبد العزیز کی راہ راہ جہنم ہے اور اسی طرح دیگر علماء کرام کے پاس جا کر طرح طرح کے بہتان باندھتے تھے۔ جب جھوٹ کھلتا تو تقیہ کا الزام لگا دیتے تھے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ہاں البتہ یہ ممکن ہے کہ فاضل بدایونی کی کوشش سے کوئی عالم باوجود اہل حق ہونے کے بھی علامہ شہید سے بدظن رہا ہو اور بہتانات مرسولہ کو باور کر لیا ہو اور رفع بدظنی کی نوبت نہ آئی ہو جیسے کہ بخاری جیسے محدثین امام اعظم سے بدظن رہے یا پیر پرستوں کے عقائد سے ناواقفیت کی وجہ سے اہل حق کو ندرت اور سختی پر سمجھتا ہو اور بعض علماء اہل حق کا کسی جزئی مسئلہ میں فقہائے اہل سنت میں مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے ایک جانب کو اختیار کرنا اور ترجیح دینا یا جہلا اور عوام کے عقائد و اعمال سے ناواقفیت کی وجہ سے اقدام اختلاف ہونا اور ہے جو علماء باللہ میں ہمیشہ سے متوارث ہے۔

ہی کیا تو ہم کو بھی یا چاہیئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام ہے جیسے جو کوئی ایک
بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی
چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے۔ **اعتراض** حضرات انبیاء و اولیاء علیہم السلام والرحمۃ کی نسبت ایسے
ناپاک ملعون الفاظ۔ **الجواب**۔ ناظرین انصاف فرمائیں کہ علامہ شہید نے اپنی عبارت میں ولا یہ کیا
اشارتاً بھی حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوۃ والثناء کی نسبت کچھ ارقام نہیں فرمایا ہے صاف صاف
توحید کی تعلیم دی ہے اور یہ جملہ اور کسی سے ہم کو کیا کام ولا شریک کا ماحصل ہے اور لفظ چوہڑے چمار کا
ترجمہ کسی اہل لغت نے انبیاء و اولیاء نہیں کیا ہے۔ علامہ شہید نے اُن لوگوں کی نسبت لکھا ہے جو لونا چماری
اور کلوا بیر اور بھیوانی و کالی وغیرہ وغیرہ کے ماننے والے ہیں لیکن معترضین نے انبیاء و اولیاء علیہم الصلوۃ
والسلام کو اس کا مصداق بنا لیا اور علانیہ چوہڑے چمار کہہ دیا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ چمار کو بلا لاؤ یا
چوہڑے کو لے آؤ تو کیا اس سے مراد انبیاء و اولیاء ہوں گے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

(۳) **تقویۃ الایمان** ص۱۳ سے نقل ہے۔ **قولہ** جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف
سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانئے اس کے سوا کسی کو نہ مانئے۔ **اعتراض**۔ یہاں انبیاء و ملائکہ و
قیامت و جنت و نار وغیرہ تمام ایمانیات کا صاف انکار کر دیا۔ **الجواب** لا حول ولا قوۃ الا باللہ کیسی
بہتان بندی اور مجنونانہ اعتراض ہے پیغمبروں کے آنے کا اقرار بھی ہے اور ان کا انکار بھی ہے وہ
بھی صاف۔ ضلع دہلی اور اس کے گرد و نواح کے محاورہ میں اللہ کو ماننے کے معنی اللہ کو معبود برحق یقین
کرنے کے بھی ہیں اور اللہ کے سوا کسی کو نہ ماننے یعنی معبود نہ جاننے ایسے موقع پر اس معنی میں یہ لفظ عام
مستعمل ہے اور بول چال میں عام شائع ہے۔ چنانچہ خود تقویۃ الایمان میں کئی جگہ ہے۔ مثلاً بتوں کو بھی
مانتے ہیں۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو مانتے ہیں۔ فلانے کو مانو گے تو یہ ہوگا اور فلانے کو مانو گے تو یوں
ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ ہاں البتہ تعصب کا کوئی علاج نہیں۔

(۴) **تقویۃ الایمان** ص۲۹ میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب فضائل و کمالات عبدہٗ و رسولہٗ
کہدینے میں آجاتے ہیں۔ **اعتراض**۔ یہ حضور کے سب فضائل خاتمہ ہے کفر ہے۔ **الجواب**۔ واللہ
اس شخص کے نزدیک یہ بھی کفر ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے مکتوبات کے نویں رسالہ میں
الدین النصیحۃ کی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ تمام کمالات ظاہری اور باطنی جتنے ہیں وہ
سب عبدہٗ و رسولہٗ میں آ گئے۔ اور عبودیت خاص آپ کی ذات شریف سے مخصوص ہے کہ حقیقی بندہ
آپ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا خدا خدا ہے اور وہ بندہ اس کے۔ انتہی۔ اور مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی

قدس سرہ جلد اول قول کشور ص۳۹۴ میں ہے بمرتبہ عبدیت کہ فوق جمیع مراتب کمال است۔ و رسالت اصلیہ حقیقیہ بھی آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس تقریر خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے لا تطرونی فقولوا عبدہ ورسولہ متفق علیہ۔ ھکذا فی شرح الفقہ الاکبر لملا علی القاری۔

(۵) تقویۃ الایمان ص۲۳ سے نقل ہے۔ قولہ ان میں اتنی ہی بات ہوتی ہے کہ رسالت تعالیٰ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں یا اولاد دیویں انتہی مختصراً۔ اعتراض۔ اس کفر نے معجزے و کمال رسالت بھی اڑا دی اور صلا میں ہے قولہ سب لوگوں سے مجھ کو اتنا ہی ہے کہ میں اللہ کے احکام کو واقف ہوں اور لوگ غافل۔ اعتراض۔ اب ہدایت بھی گئی۔ نری احکام دانی رہ گئی۔ الجواب یہ قول قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی کا ترجمہ ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت میں قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب الآیۃ بالکل تقویۃ الایمان کے قول کے مطابق موضح القرآن میں لکھتے ہیں یعنی پیغمبر آدمی کے سوا اور کچھ نہیں ہو جاتے کہ ان سے محال باتیں طلب کرے ایک اندھے اور دیکھنے کا فرق ہے۔ انتہی معترض صاحب شاہ صاحب قدس سرہ پر بھی کچھ فتوی لگائے یا اپنی کج فہمی پر روئے۔

(۶) تقویۃ الایمان ص۲۳ سے نقل ہے قولہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں کب سجدہ کے لائق ہوں۔ اعتراض۔ اس میں حفظ جسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔

الجواب۔ حاشا وکلا علامہ شہید حفظ جسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر نہیں۔ مٹی میں ملنا عام دو معنی کو شامل ہے۔ ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی میں ملنا۔ دوسرے بعینہ محفوظ رہتے ہوئے مٹی میں ملنا کہ چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لے اور بالکل مٹی میں ملصق اور پیوست ہو جائے۔ یہاں مراد دوسرے معنی ہیں۔ یعنی مر کر مٹی میں ملنا یعنی بدن کا زیر خاک سپرد ہونا اور ہے اور خود بدن کا مٹی ہونا یا مٹی بن جانا دوسری شے ہے۔ قال الطیبی ای اذا صرت رھین رمس امتنعت عنہ ولا ینبغی السجدۃ الخ لمعات و مرقاۃ عام طور پر بولا جاتا ہے کہ جو گم ہو کر مل گئے۔ اور مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنے میں فرق نکالنا باطل ہے جبکہ مردہ بالکل مٹی کے اندر غائب اور چھپا ہوتا ہے۔ فتفکر۔ اور محدث گنگوہی نے زبدۃ المناسک میں اور علامہ نانوتوی نے مستقل رسالہ آب حیات میں اور شیخ الہند نے حاشیہ ابو داؤد میں مولانا سہارنپوری نے شرح ابو داؤد میں اور مولانا تھانوی نے نشر الطیب میں حضور علیہ السلام کی جسمی حقیقی برزخی حیات کو مدلل ثابت فرمایا ہے۔

(۷) تقویۃ الایمان ص سے نقل ہے۔ قولہ یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسول کا

کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کو بڑا علم چاہیئے۔ ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے۔ سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں۔ سو یہ بات بہت غلط ہے۔ (۱) اعتراض۔ یہ قرآن مجید کی تکذیب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون الآیۃ۔ الجواب ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر بیہودہ اعتراض ہے۔ علامہ شہید عوام الناس کے غلط خیال اور ان کے بہانہ کو کہ ہم قرآن سمجھنے کی طاقت نہ رکھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کر سکتے ہیں یہ بزرگوں کا کام ہے۔ لہٰذا ہم کو اپنی پرانی رسموں ہی پر چلنا مناسب ہے۔ اس کی تردید فرماتے ہیں کہ یہ خیال ہرگز نہ چاہیئے۔ خدا اور رسول کا کلام سمجھنا مشکل نہیں سمجھنے کی کوشش کرو تم خود عالم بن جاؤ گے۔ عمل کرو تم خود بزرگ بن جاؤ گے۔ چنانچہ چند سطر بعد لکھتے ہیں بلکہ یوں کہا چاہیئے کہ جاہل لوگ ان کا کلام سمجھ کر عالم ہو جاتے ہیں اور گمراہ لوگ ان کی راہ چل کر بزرگ بن جاتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے سو صحیح ہے۔ کیونکہ علامہ شہید ظواہر نصوص کی نسبت بیان فرماتے ہیں جن کے معنی بالاتفاق بالکل ظاہر ہوتے ہیں ما آخذھم معتابہ ودقائق وغوامض واشارات قرآن کریم کی نسبت ذکر کرتے ہیں۔ کچھ تو تعصب سے الگ ہو کر غور کرو۔

(۸) تقویۃ الایمان ص۲۳ سے نقل ہے قولہ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو الآیۃ۔ سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی و نبی کو جن و فرشتے کو پیر و شہید کو امام و امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے۔ اعتراض اس میں صاف کہہ دیا کہ نبی و ولی اللہ کو علم غیب نہیں یا اختیار رکھتا ہے کہ جب چاہے معلوم کرے اور یہ کفر ہے۔ الجواب معترض صاحب اگر اس آیت کی تفسیر مدارک اور کمالین میں دیکھئے تو معلوم ہو جاتا کہ جو معنی و مطلب علامہ شہید نے بیان کیا بعینہ اسی طرح مدارک اور کمالین میں بھی موجود کہ یہ علی وجہ الاستعارہ ہے کہ صرف اللہ جل شانہ ہی صاحب مفاتح کا جس سے توصل الی المغیوب ہے اور غیر اللہ کو یہ قدرت نہیں کہ جب چاہے دریافت کر لے اور نیز اگر لیعلم اللہ الذین آمنوا الآیۃ اور ولیعلمن اللہ الذین صدقوا الآیۃ ولنعلم الآیۃ وغیر با آیات کثیرہ قرآنیہ کی تفسیر کو دیکھ لیتے تو کبھی اعتراض نہ کرتے۔ تفسیر جلالین اور بیضاوی اور تفسیر عزیزی سورۃ آل عمران اور سیقول میں دیکھنے سے تسلی ہو جاتی۔ ای علم ظہور۔ وہ الحسن مثلی یہ دون وجود معلوم تعلق فی شود۔

تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے۔ ایک علم غیب اجمالی ہے بمعنی

جو صفت کمالیہ ہے اور تمام اشیاء کے انکشاف تامہ کا منشاء ہے اور تمام معلومات الٰہی کی طرف
نسبت برابر ہوتی ہے اور حضور معلوم پر موقوف نہیں نہ متغیر نہ متصور بنا ہی لئے اس کو علم غیب کہتے ہیں۔ یہ علم
غیب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حقیقی علم غیب اور صفت ذاتی یہی ہے۔ دوسرے
علم غیب تفصیلی انفعالی جو صفت کمالیہ نہیں اور حضور معلوم پر موقوف ہے یہ عند اللہ تعالیٰ صور علمیہ کا حضور
ہے یعنی تمام معلومات الٰہی اپنی صور علمیہ کے ساتھ عند اللہ حاضر ہیں۔ یہ علم اجمالی کے تابع اور بعد ہے یہ
من وجہ علم غیب اور من وجہ علم شہادت ہے یعنی یہ در اصل عند اللہ تو علم الشہادۃ ہی ہے لیکن تمام مخلوق
کے اعتبار سے علم بالغائب عن العباد یہ علم غیب کہلاتا ہے۔ ورنہ کیا خدا سے بھی کوئی چیز غائب ہے۔ یہ غیب
یعنی صور علمیہ مجعول اور حادث ہیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تحت میں داخل ہیں اور تعلق علم بھی حادث ہے
پس غیب کا دریافت کرنا یعنی ان صور علمیہ کو دریافت کرنا یعنی ظہور میں لے آنا اور علم غیب اجمالی کا صور
علمیہ کے ساتھ تعلق اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کرلیجئے اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے عندہ مفاتح الغیب لا
یعلمھا الا ھو اسی طرف اشارہ ہے۔ یعنی علم غیب اجمالی بسیط جو صفت کمالیہ ہے بمنزلۂ مفاتح کے ہے
صور علمیہ تفصیلی کے لئے جو تمام مخلوق سے غائب ہیں۔ ان صور علمیہ پر اطلاع جس قدر اللہ چاہے اپنے اختیار
سے دیتا ہے ورنہ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ جب چاہے خود کسی غیب کی بات معلوم کرلے اور ان صور علمیہ پر اطلاع پالے۔
کیونکہ یہ دعویٰ کرسکتا ہے جس کے پاس ان غیوب اور صور علمیہ کی کنجیاں ہوں جو کہ حق ہیں ... کشاف ہو۔

(۹) اور بعض جگہ تقویۃ الایمان ص ذات باری پر شخص کا جو اطلاق کیا گیا ہے سو اس
کی وجہ یہ ہے کہ شخص کا اطلاق شریعت میں بآثار ثابت ہے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاق
فرمایا ہے لا شخص اغیر من اللہ (بخاری ص) لیکن یہ متشابہات سے ہے جیسے ید و وجہ وغیرہ
فلیتامل (والتفصیل فی الکرمانی علی حاشیہ)

(۱۰) تقویۃ الایمان ص سے نقل ہے۔ قولہ شرک نہ بخشا جاوے گا جو اس کی سزا ہے
مقرر ہے گی پھر اگر بڑے درجہ کا شرک ہے کہ جس سے کافر ہو جاتا ہے تو اس کی سزا یہی ہے کہ ہمیشہ
کو دوزخ میں رہیگا۔ اور جو اس سے ورے درجہ کے شرک ہیں ان کی سزا جو اللہ کے ہاں مقرر ہو سو پاویگا
اور باقی جو گناہ ہیں ان کی جو جو سزا اللہ کے ہاں مقرر ہیں سو اللہ کی مرضی پر ہے چاہے دیوے چاہے
معاف کرے۔ انتہی۔ اعتراض اس سے معلوم ہوا کہ شرک اصغر جو گناہ کبیرہ ہیں نہ بخشے جائیں گے۔
ان کی سزا ضرور ملے گی یہ معتزلیوں کا عقیدہ ہے۔ الجواب معتزلی عقیدہ ہرگز نہیں۔ ہاں علامہ شہید رح
کی اہل سنت کے مذہب کے موافق اس باب میں تحقیق جدید ضرور ہے۔ در اصل ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ

یہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء الآیۃ میں جمہور اہل سنت نے دو صورتیں تجویز کی ہیں۔ ایک یہ کہ شرک بمعنی کفر لیا جائے یعنی کفر نہ بخشا جائیگا۔ اس کے علاوہ سب گناہ بخشے جاسکتے ہیں اور شرک بمعنی کفر بھی قرآن میں آیا ہے۔ دوسرے شرک کو شرک ہی کے معنی میں رہنے دیا جائے اور ما دون کے معنی شرک سے کم درجہ کے گناہ مراد لئے جائیں اور کفر ما دون ذلک میں داخل نہیں کہ کفر شرک سے کم درجہ نہیں ہے اور علامہ شہیدؒ کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ شرک کو اپنے معنی عموم شرعی میں رکھنا چاہیئے کہ ہر قسم کے شرک باللّٰہ کی سزا مقرر ہے۔ مثلاً یعنی جس شرک سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اس کی سزا جہنم دائمی ہے اور دوسرے درجے کے شرک کی جو سزا مقرر ہے وہ حسب وعید خداوندی ملے گی جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعض ریاکاروں کے اعمال ان کے منہ پر چھوڑ کر مارے جائیں گے اور ان کو رسوا کیا جائیگا۔ پس اس کی یہی سزا مقرر ہے (کرمانی حاشیہ البخاری) اور خصوصاً ایسے عمل میں جس میں شرک کی آمیزش ہے باتفاق اہل سنت جب عمل کی سزا تو ضرور ہی ہے (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری) اور باقی جس قدر گناہ کبیرہ ہیں وہ سب خدا کی مرضی پر ہیں چاہے بخشے چاہے سزا دے۔ بہرحال اس میں معتزلہ کے مذہب کی ہرگز موافقت نہ ہوئی۔ ان کے نزدیک تو بوجہ خروج عن الایمان ہر گناہ کبیرہ کی سزا الخلد جہنمی واجب ہے۔ فتفکر۔

(۱۱) اعتراض۔ تقویۃ الایمان بیان شفاعت میں شفاعت کی تین قسمیں لکھی ہیں۔ شفاعۃ بالوجاہت۔ شفاعت بالمحبت۔ شفاعت بالاذن۔ پہلی دو قسموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ناجائز مانا اور تیسری کا اثبات کیا ہے۔ حالانکہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس قدر عند اللہ وجیہ نہیں اور کیا حضور علیہ السلام خدا کے حبیب نہیں کہ آپ کی محبت یا وجاہت قبول شفاعت کی وجہ بنے؟ اور تیسری قسم کو جو مانا ہے اس میں بھی بعض ایسی شرطیں لگائی ہیں جو بالکل گناہ ہی نہیں رہتا۔ حالانکہ حضور علیہ السلام اہل کبائر کی شفاعت فرمائیں گے۔ (۱) ہمیشہ کا چور نہیں۔ (۲) چوری کو اس نے پیشہ نہیں ٹھیرایا نفس کی شامت سے قصور ہو گیا اس پر شرمندہ ہے۔ رات دن ڈرتا ہے۔ (۳) بادشاہ کے آئین کو سر و آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے۔ (۴) بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈھتا (۵) اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا الخ پس جب گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے تو بس یہی توبہ ہے۔ الندم توبۃ الحدیث۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ الحدیث

الجواب۔ بیشک تقویۃ الایمان میں اہل دنیا کی سفارش کو کئی طرح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں سو اہل دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔ الخ اوّل بادشاہ کا کسی امیر سے دب کر سفارش مان لینا کہ کہیں اس کے ناخوش ہو جانے سے میری سلطنت کی رونق نہ گھٹ جائے اس کو شفاعت وجاہت کہا ہے اور یہ مختار تھا

جناب باری میں ممکن نہیں۔ اور دوسری یہ کہ سفارشی کی محبت سے لاچار ہو کر اور یہ سمجھ کر کہ اس کے روٹھ جانے سے مجھ کو بہت رنج ہوگا سفارش مان لینا اس کو شفاعت محبت کہتے ہیں۔ یہ بھی جناب باری میں ممکن نہیں اور تیسرے یہ کہ کوئی امیر وزیر خود بادشاہ کی مرضی پا کر کسی تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور وہ بادشاہ اس امیر کی عزت و وجاہت بڑھانے کو یہ مرتبہ اس کو عنایت فرماتا ہے اس کو شفاعت بالاذن کہا ہے سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے۔ اور یہی شفاعت بالاذن قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کسی سے دبنے والا اور کسی کی محبت سے مجبور اور لاچار ہونے والا نہیں ہے (ملخصاً) یعنی خدائے تعالیٰ اپنی مہربانی سے کسی گنہگار کو بخشنا چاہتا ہے مگر چونکہ خداوند عالم مسبب الاسباب ہے تو اپنی عادت کے موافق بے سبب نہ بخشے گا بلکہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو ان کی عزت و وجاہت ان کے بڑھانے کو یہ مرتبہ ان کو عنایت فرمائے گا اور شفاعت کا اذن دے کر بخشنے کا سبب و وجہ قائم کر دیگا۔ الغرض یہ بات نہیں کہ شفاعت بالاذن کے مفہوم میں شفیع کی عزت و محبت و وجاہت ملحوظ نہیں۔ تقویۃ الایمان میں خود شفاعت بالاذن کے بیان میں یہ الفاظ موجود ہیں مگر معترض ان کو حذف کر کے دھوکا دیتا ہے اور شفاعت کبریٰ اور شفاعت دخول جنت بلا حساب ہر دو شفاعتیں تو آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں اور باقی جو اور شفاعتیں احادیث کثیرہ سے انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے لئے بھی ثابت ہیں (نووی شرح مسلم) اور تقویۃ الایمان میں شفاعت کبریٰ کی کچھ خاص مخصوص بحث نہیں ہے مطلق شفاعت کا بیان ہے۔ فافہم۔ باقی رہا شفاعت میں جو شرطیں نکالی ہیں بعض تو نفس ایمان اور اس کے لوازمات و مقتضیات کے اثبات میں اور بعض کفر و شرک سے اجتناب کے لئے ہیں کیونکہ بالاتفاق کافر اور مشرک کی شفاعت نہیں اور بعض قیود اس لئے ہیں کہ ایمان کے ساتھ کچھ طاعت اوامر و نواہی پر عمل بھی کیا ہو اگر ایمان کے ساتھ طاعت کچھ بھی نہیں کی تمام عمر ہمیشہ گناہوں اور لغویات میں گذری تو بھی شفاعت نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ خود ایسوں کو محض اپنے فضل و عفو سے بخشے گا۔

بخاری صفحہ [illegible] میں ہے۔ فیشفع النبیون والملائکۃ والمؤمنون فیقول الجبار بقیت شفاعتی فیقبض من [illegible] بغیر عمل عملوہ ولا خیر قدموہ الحدیث اور عینی میں اسی حدیث کے تحت میں ہے علم منہ ان شفاعۃ الملائکۃ والنبیین والمؤمنین لمن کان لہ طاعۃ غیر الایمان الذی لا یطلع علیہ الا اللہ انتہی۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ مومن گناہ کرتا ہے تو ایسا کھٹکتا ہے جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور فاسق کا ایسا جیسے ناک پر مکھی بیٹھی اور ارشاد ی (بخاری شریف) ہوئی کہ عن الحسن ما خافہ الا مؤمن ولا امنہ الا منافق (بخاری) [illegible] الاصرار علی الکبیرۃ کفر حقیقی ای یخفی علیہ

(شرح فقہ اکبر) اور یہ بھی یاد رہے کہ توبہ فقط شرمندہ ہونے کا نام نہیں ہے۔ دیدہ و دانستہ کس قدر جاہلوں
کو دھوکا دیا جاتا ہے بلکہ الندم و العزم علی عدم العود معتبر (یعنی توبہ ہے نہ صرف ندامت وھو
اعظم ارکان التوبۃ لحدیث الندم توبۃ (شرح فقہ اکبر ملا علی) و ارشاد المہدی ص ۱۲۳
مطبوعہ مصر) اور دوسرا جواب یہ ہے کہ تقویۃ الایمان میں استحقاق شفاعت کا بیان ہے نہ
وقوع شفاعت کا اور گناہ کبیرہ کرنے والا مستحق شفاعت نہیں (شرح عقائد نسفیہ مجتبائی کے حاشیہ
میں ہے۔ الحکم فی الملکوت ان یستحق مرتکبہ حرمان الشفاعۃ کما ذکر فی التلویح و لکن
حرمان اھل الکبائر اولی۔ اور حدیث شریف میں ہے من تولہ صدق بشفاعتی لم ینل شفاعتی (یعنی لیس مستحق
شفاعتی وان کان وقوع شفاعتی لاھل الکبائر ایضاً) (توضیح و فتاوی شامی)

اور یہ بھی واضح ہو کہ بخاری میں ہے فیحد لی حداً اشفع تشفع الحدیث اور مواہب
لدنیہ فصل المقصد میں ہے بل ربہ تبارک و تعالیٰ یاذن لہ فی الشفاعۃ فیشفع فیمن شاء اللہ
ان یشفع فیہ ولا یشفع فی غیر من اذن لہ و رضیہ انتہی۔ اور علامہ زین الدین تلمیذ ابن حجر کی
مرشد الطلاب میں لکھتے ہیں۔ بل یشفع لمن اذن اللہ فی شفاعتہ انتہی۔ معلوم ہوا کہ اگرچہ اذن شفاعت
آپ کو مل چکا ہے لقولہ علیہ السلام اعطیت الشفاعۃ مگر ادب عظمت جلال کبریائی کی وجہ سے آپ قیامت
میں بھی اذن لیں گے اور آپ کو اذن دیا جائیگا۔ اور حد مقرر کر دی جائے گی جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو شفاعت
کرانا منظور ہوگی انہیں کے متعلق آپ شفاعت فرمائیں گے۔ اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو شفاعت
کرانا منظور نہ ہوگی ہرگز شفاعت نہ فرمائیں گے۔

(۱۳) تقویۃ الایمان میں لکھا ہے قولہ کہ انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ
بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ بس انبیاء و اولیاء کی ایسی ہی تعظیم کرنا چاہیئے جیسے کہ
انسانوں کی بزرگ کی سی (ملخصاً)۔ اعتراض۔ کیا ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کا یہی مرتبہ ہے
جیسے بڑے حقیقی نسبی بھائی کا۔ جواب معاذ اللہ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو تو بھی بڑے حقیقی نسبی بھائی بلکہ باپ کے برابر نہیں سمجھ سکتا۔ (ہمارے ہزار دل ماں باپ آپ پر فدا
ہوں) بلکہ علامہ شہید مرحوم نے ایک حدیث شریف اکرموا اخاکم کا ترجمہ و مطلب اور اس میں ایک نکتہ
بیان فرمایا ہے یعنی حضور علیہ السلام نے چونکہ اکرموا نہیں فرمایا بلکہ جب ایک صحابی نے سجدہ کرنے کی
اجازت چاہی تو حضور نے منع فرمایا کہ اکرموا اخاکم فرمایا ہے تو اس کی وجہ بلاغت کی رو سے یہ ہے کہ تمام بنی نوع
انسان بلحاظ نفس انسانیت اور بشریت جو مشترک ہیں اس اشتراک کی بنا پر وجہ سے تمام بنی نوع انسان آپس

میں انسانی بھائی ہوئے تو پس وہ انسان جو سب سے بڑا اور اشرف و اعلیٰ ہے اور نبیوں کا نبی اور اکمل الخلق
ہے وہ سب سے بڑا انسانی بھائی ہوا تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ میری انسانوں کی سی تعظیم کرنی چاہئے ۔
اور اسی قدر ہونی چاہیے جو بنی نوع انسان کے سب سے بڑے کے لئے ہونی چاہئے ۔ نہ خدا کی سی سجدہ
وغیرہ چنانچہ یہ مضمون تقویۃ الایمان میں مصرح موجود ہے ۔ دیکھئے عبارت یہ ہے کہ ان کی تعظیم انسانوں
کی سی کرنی چاہیے نہ خدا کی سی (سجدہ وغیرہ) یعنی حضور علیہ السلام چونکہ تمام انسانوں کے سردار اور
افضل البشر ہیں تو ان کی تعظیم بھی انسانی تعظیم کے دائرہ حد میں رکھنا چاہئے ۔ غرض شاہ صاحب تمام
مراتب کا انکار کرتے ہیں صرف اس حد تک جانے سے روکتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی حد ہے ۔
ورنہ رشتہ روحی اور ایمان میں آپ ابو المؤمنین و نبی الانبیاء ہیں ۔ چنانچہ تقویۃ الایمان ص۲۳ میں
تصریح فرماتے ہیں سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ص۳۳ میں ہے کہ
ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے ۔ اور رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد توحید اور رسالت کی شہادت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان العباد
کلھم اخوۃ کی شہادت کی بھی تعلیم دیتے تھے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی دبر
صلوتہ اللھم ربنا و رب کل شیء انا شہید انک انت الرب وحدک لا شریک لک
اللھم ربنا و رب کل شیء انا شہید ان محمدا عبدک و رسولک اللھم ربنا و رب کل
شیء انا شہید ان العباد کلھم اخوۃ (ابوداؤد ج۱ طبع مجتبائی ص۲۱۰ کتاب الصلوٰۃ باب
ما یقول الرجل اذا سلم) مگر افسوس اہل بدعت نے صاف اور سیدھے مطلب پر کس قدر شور مچایا ہے
اور شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکی کے ایک باب میں لکھا ہے فنحن الاخوان و ھم
الاصحاب الخ ۔ بھی کچھ حق ادا کیا نہیں ۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بھائی کہا ہے ۔ انتم اصحابی
و اخواننا الذین لم یاتوا بعد ۔ (مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ فصل ۳) پس نفس انسانیت میں اشتراک کی
وجہ سے انسانی بھائی ہونے کا اقرار ضروری ہے ۔ اور اس کے کہنے میں شرعاً کوئی بے ادبی نہیں ہے ۔ خود
اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کی قوم کا بھائی کہا ہے ۔ ولقد ارسلنا الی ثمود اخاھم صالحا
الآیۃ ۔ والی مدین اخاھم شعیبا الآیۃ ۔ والی عاد اخاھم ھودا الآیۃ ۔ بدعتی لوگ تقویۃ الایمان
کی عبارت کو بد نیتی کے ساتھ خلط ملط کر کے اپنے الفاظ میں تعبیر کر دیتے ہیں اور انسانی بھائی سے مراد رشتہ کا بھائی
قرار دیتے ہیں محض اتنے تصرف سے بات کہاں سے کہاں جا پہنچتی ہے ۔ حاصل بدعتی گروہ بیچارہ ہمارا ہی ان
کو قرآن کریم اور حدیث اپنے اصلی رنگ میں دریافت ہو جاتے ہیں کہ قرآن کریم اور حدیث کے مضامین

ذریعہ ظاہر ہوتے تو ہمارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ اس وجہ سے انھوں نے اپنے اختراعی رسم و رواج کی حفاظت کی خاطر یہ شدید ترین چال اختیار کی ہے کہ جہاں کسی نے مضمون قرآن و حدیث بیان کیا اور انھوں نے فوراً گمان کیا اور کہا کہ اس میں توہین ہے، اس میں گستاخی ہے۔ اگر کسی کو مضامین قرآن و حدیث صحیح طور پر بے دھڑک بیان کرنے کی ہمت ہی نہ ہو۔ پس یہ لوگ اپنے خانہ ساز ادب کے پردے میں در حقیقت قرآن پاک و حدیث نبوی کی آواز کو روکنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان سے مرعوب اور خوف زدہ ہو کر عام طور پر اکثر کم ہمت علماء امر حق کے اظہار سے قاصر ہو گئے کہ دنیا بھر کی ملامت اور اس کی بوچھاڑ کون سر پر لے۔

(۱۳) اعتراض۔ تقویۃ الایمان میں رسول اکرم فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چمار سے ذلیل لکھا ہے عبارت یہ ہے قولہ جس نے اللہ کا حق (عبادت) اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے (یعنی بہت بڑے) کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل (یعنی بہت بڑے ذلیل) کو لانہ لا واسطۃ بین الخالق والمخلوق کو دیدیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ اور دوسری جگہ لکھا ہے فقط ناچیز سے کمتر۔ الجواب۔ یہ معترضوں کے گستاخ تخیل نے گھڑا ہے۔ تقویۃ الایمان میں حضور علیہ السلام کی شان میں ہرگز یہ نہیں لکھا کہ آپ خاکم بدہن چمار سے ذلیل ہیں معاذ اللہ معاذ اللہ۔ خود ہی یہ لفظ منہ سے نکال کر توہین کرتے ہیں۔ ہاں البتہ یہ لکھا ہے کہ جیسے ایک بادشاہ کے مرتبہ کے مقابلہ میں چمار کا درجہ ہے۔ اس خدائے قدوس کی عظمت و جلال کے مقابلہ میں تمام مخلوق کی عظمت، کا مرتبہ گو قرب الٰہی میں وصول کے اعتبار سے کیسا ہی عظیم و عزیز ہو اس سے بھی ادنیٰ اور حقیر ہے۔ کیونکہ بادشاہ اور چمار بھی دونوں مخلوق انسان محتاج ہیں لیکن خالق و مخلوق میں کوئی بھی نسبت نہیں۔ غرض بادشاہ اور چمار میں جو نسبت ہے اللہ خالق و مخلوق میں جو نسبت ہے ان ہر دو میں تفاوت ظاہر کیا ہے اور بادشاہ کے مقابلہ میں چمار کو اور خالق کے مقابلہ میں مخلوق کو رکھا ہے اور حضور علیہ السلام کا اس میں نام تک بھی نہیں آیا۔ یعنی جیسے بادشاہ کا تاج کسی چمار کے سر پر رکھ دیا جائے ظلم ہوگا اس سے بڑھ کر یہ بے انصافی ہے کہ خداوند عالم کا حق کسی بندے کو دے دیا جائے۔ چمار تو انقلاب زمانہ سے بادشاہ بن کر مستحق تاج کا بن بھی سکتا ہے لیکن مخلوق خواہ کسی قدر عظیم المرتبت ہو جائے خالق مخلوقات جل شانہ کے حقوق کا مستحق بن ہی نہیں سکتا۔ معاذ اللہ اگر اسی طرح عموم و خصوص کے قاعدے میں تاویل لیتے تو یہ عجیب قانون صحیح قرار دیا جائے تو پھر آیۃ وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جہولا میں بھی یہی قانون جاری کرکے قرآن کریم سے بھی توہین نبی کریم صلعم کی نکل سکے گی۔ ان لفظوں ظلوم و جہول پر دیکھا جائے بد عقلوں کی خر مستی کہاں تک پہنچی

ہے۔ لیکن ہے اس کے بعد قرآن کریم پر بھی پھبتیاں اڑانے لگیں اور فرمانے لگیں کہ قرآن کریم بھی کسی وہابی کی
بنائی ہوئی کتاب ہے۔ استغفر اللہ۔

غرض یہ بدعتی گروہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا منکر ہے۔ اور ان خانہ ساز تاویلوں کی آڑ
پکڑ کر خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو فنا کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں مخلوق کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ
کی بڑائی اور عظمت شان کا ذکر آیا اور یہ سمجھ لئے کہ انبیاء کی توہین ہو گئی۔ معلوم ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کو کیا
سمجھ رکھا ہے۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔

اصل بات یہ ہے کہ جس قدر عارف کے قلب پر عظمت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی قدر تمام مخلوق
عظمت الٰہی کے سامنے حقیر معلوم ہونے لگتی ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے
عوارف المعارف ص۳ باب ۶۳ ذکر بدایۃ ونہایۃ میں فرمایا ہے لا یکمل ایمان المرء حتی یکون الناس
عندہ کالاباعر انتہی۔ اور ایسے ہی فوائد الفواد کی تیسری جلد آٹھویں مجلس میں حضرت شاہ نظام الدین
اولیاء قدس سرہ کے ملفوظات میں ہے (ترجمہ) کسی کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ تمام مخلوق اسکو ایسی
دکھائی نہ دے جیسے کہ مینگنی یعنی اونٹ کی مینگنی۔ (۳) اور حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الریاحین کے
آخر میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مقصد میں لکھا ہے کہ تمام مخلوقات ملائکہ جن انس
عرش و کرسی و لوح و زمین و آسمان وغیرہ وغیرہ عظمت الٰہی کے روبرو رائی کے دانہ سے بھی حقیر ہے۔ انتہی۔ (۴)
اور عارف میری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب ۳۵ میں لکھا ہے کہ جب تو اس ذات کی عظمت و جلال کا
خیال کرے تو تمام مخلوق عدم نظر آئے۔ (۵) اور تفسیر معالم التنزیل و تفسیر مدارک میں ان کل من فی
السموات والارض الا اتی الرحمن عبدا الآیۃ کے معنی میں عاجز اور ذلیل لکھے ہیں۔ فافہم۔

(۴۱) پیر پرست اور اہل بدعت مشہور کرتے ہیں کہ تقویۃ الایمان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی
کتاب التوحید کا ترجمہ اور شرح ہے۔ جواب۔ یہ محض غلط اور افترا ہے اور دعویٰ بے دلیل ہے۔ اہل علم
جنہوں نے کتاب التوحید کے مضامین کو جو سیف الجبار للفاضل البدایونی میں نقل ہے دیکھا ہو گا خوب جانتے ہیں
کہ کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان میں کچھ مناسبت نہیں وہ شخص شفاعت کا بالکل منکر۔ اور درود شریف
کو شرک اکبر کہتا تھا معاذ اللہ۔ وہ کہتا تھا کہ ہمارے ہاتھ کی لکڑی ذات سرور کائنات سے ہم کو زیادہ نفع دینے
والی ہے۔ اور بے دلیل لوگوں کو کافر کہنا اور بے گناہ خون بہانا اس کی مشہور خصلت تھی اور تمام شعبہ ہائے
شرک کو شرک اکبر اور شرک خفی کو شرک جلی اور شرک اصغر کو اکبر اور فاعل کو مشرک حقیقی بتاتا تھا۔ اور توسل
بالانبیاء والاولیاء علیہم السلام والرحمۃ کو شرک کہتا تھا۔ بھلا تقویۃ الایمان میں ایسے خبیث مضامین کا کہیں

پتہ لگ سکتا ہے۔ لیکن ابھی ابھی کتاب التوحید طبع فاروقی دہلی کی چھپی ہوئی مجھکو دستیاب ہوگئی ہے۔ میں نے اول سے آخر تک اس کو بغور دیکھا ہے ص۳۴ میں مومنین کے لئے شفاعت کا اثبات کیا ہے اور ص۵۱ میں ہے۔ ظلمہ عن زیارۃ قبرہ علی وجہ مخصوص مع انّ زیارتہ من افضل الاعمال و صلوٰۃ الرجل وسلامہ علیہ تبلغہ۔ اور کونہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البرزخ تعرض اعمال امتہ غرض کوئی مسئلہ اس میں محدثین کے خلاف نظر نہ آیا۔ البتہ نذر لغیر اللہ اور استعاذہ بغیر اللہ اور نداء استغاثہ بغیر اللہ کو شرک اکبر لکھا ہے اور وہ عبارتیں جو سیف الجبار میں کتاب التوحید سے منقول ہیں اور وہ لیس المضمون کتاب التوحید میں کہیں نہیں۔ ہاں اگر کہیں اور کسی کتاب میں اس کے یا اس کے مقتدیوں کے عقائد باطلہ فاسدہ اور افعال مذکورہ مذکور ہوں تو ہوں مجھے تحقیق نہیں۔ اور بعض مخالفین کی جرح کا بدون اعتبار نہیں ہوتا کتاب التوحید اور علماء مکہ کی تردید جو سیف الجبار میں ہے وہ فرضی ہے۔ بہرحال جس قدر اہل حق کو پیر پرستوں سے اختلاف عقائد ہے اسی قدر وہابیوں سے اختلاف عقائد ہے۔ یہ حضرات نہ وہابی ہیں نہ بدعتی پیر پرست بلکہ پکے اہل سنت والجماعت ہیں، افراط وتفریط سے علیحدہ ہیں۔ اگر ادھر پیر پرستوں نے شرک تک نوبت پہنچادی ہے اور طرح طرح کی بدعات و شرکیات کا ارتکاب کرتے ہیں تو ادھر وہابی فرقہ سنا ہے بزرگوں کے فیوض سے منکر ہو کر توسل تک کو ناجائز بلکہ شرک کہتا ہے اور بلاتفصیل مطلق ندا یا رسول اللہ کو بھی شرک اکبر اور مرتکب کو مشرک کہتا ہے۔ اور مطلق تصرف انبیاء و اولیاء ثابت کرنے کو شرک اکبر اور اپنے سوا سب مدعیان اسلام کو بلا وجہ و بوجہ شرک اور کافر اور ان سے جہاد اور ان کے اموال چھین لینا واجب جانتا ہے۔ واللہ اعلم اور محدث گنگوہیؒ نے تو صاف اس کے عقائد سے فتاویٰ رشیدیہ ص۹۳ میں لاعلمی ظاہر فرمائی ہے۔

قولہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد کا حال مجھ کو معلوم نہیں۔ (انتہی) ہاں اس کا حنبلی المذہب ہونا آپ نے سنا تھا اس لئے حنبلی المذہب معلوم ہونے کی بنا پر اس کے عقائد کا عمدہ ہونا بھی بیان فرمایا ہے اور اس کے مقتدیوں کی کمال سختی۔ یہ صرف حنبلی المذہب شخص کی بلا تحقیق اور بغیر ثبوت جرم کے کیسے کوئی تفسیق وتضلیل کر سکتا ہے ورنہ کیا جو شخص کسی کو ظاہری حال دیکھ کر یا واقعات خلاف اہل سنت کر اپنے گمان میں نیک صحیح العقیدہ خیال کر کے اچھا بیان کردے تو وہ بددین یا وہابی گمراہ ہو جائے گا۔ گو اس نے اس کے عقائد کی اطلاع سے اپنی ناواقفیت بھی ظاہر کردی ہو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۵) صراط مستقیم ص۸۶ کی عبارت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال آنا گائے و خر کے خیال آنے سے بدتر ہے بلکہ شرک ہے۔ الجواب معاذ اللہ ثم العیاذ باللہ ہرگز نہیں لکھا۔ بادب تصور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصاً التحیات میں آنا ہی ہے کیونکہ آپ کو

مخاطب بنایا جاتا ہے ۔ کوئی معمولی عقل رکھنے والا بھی مطلق تصور کو شرک نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایک
علامہ ایسی بات کہے ہاں تصور حضور کا نماز میں آنا اضطراری ہے یہ بالکل جائز ہے اور حضور کی صورت کا
دھیان باندھ کر صورت میں ہمہ تن متوجہ اور مستغرق ہونا اور برزخ بنانا اور ہے یہ تصور برزخی ناجائز ہے
اور خصوصاً نماز میں یہ خیال باندھنا کہ حضور کے سامنے کھڑا ہوں آپ کو بطور برزخ و ظل اللہ رکوع کرتا ہوں
آپ کو سجدہ کرتا ہوں اور زیادہ برا ہے چنانچہ صراط مستقیم میں تصور کا لفظ بھی نہیں ہے بلکہ لفظ صرف ہمت
بسوئے شیخ ہے یعنی اپنے ارادے و خیال کو اللہ سے پھیر کر شیخ کی طرف ہمہ تن متوجہ کرنا اور خیال باندھنا،
اس کو پیر پرست تصور برزخی کہتے ہیں غرض صراط مستقیم میں پیر پرستوں کے اس عقیدہ کی اصلاح
کی گئی ہے کہ اس خیال سے تو ذلیل اشیاء گاؤ خر کا ذلت کے طور پر خیال لانا اور استغراق ہی بہتر ہے کہ اس
میں شرک کا تو احتمال نہیں اور بزرگوں کی صورت میں ہمہ تن متوجہ ہو کر صورت پرستی کرنا اور برزخ بنانا اور
ان کی تعظیم و اجلال ارکان نماز رکوع و سجدہ وغیرہ میں مقصود و ملحوظ کرنے سے شرک تک نوبت پہنچتی ہے
عبارت یہ ہے:

"و ارباب مکاشفات نہ انکار ند کہ توجہ تام درنماز بر شیخ یا بجنس ملاقات ارواح و ملائکہ تحصیل
ہماں نماز است کہ معراج مؤمنین است نے این توجہ ہم شعبہ ایست از شرک گو شرک خفی بلکہ اخفٰی باشد باید
دانست کہ سنوح مسائل خیریہ و کشف ارواح و ملائکہ در نماز صحیح است بلکہ توجہ ہمت در حصول این کار در نوبت
امتزاج این مدعا در نیت مخالف خلوص مخلصان است و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آن از معظمین گو جناب
رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آن با تعظیم و
اجلال بسویدائے دل انسان مے چسپد بخلاف خیال گاؤ و خر کہ نہ آنقدر چسپیدگی مے بود و نہ تعظیم بلکہ مہان و
محقر مے بود و این تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک می کشد بالجملہ منظور بیان تفاوت و
مراتب وساوس است انسان را باید کہ آگاہ شدہ بہیچ عائق از قصد حضوری حق منحجر و بے پا نگردد۔ انتہی۔

فنا فی الشیخ کی اصطلاح کے متعلق اسی صراط مستقیم میں ہے گاؤ خر تمثیل است ہر چہ سوائے حضور
حق است گاؤ باشد یا خر و فیل باشد یا شتر۔ البتہ رابطہ دوسری چیز ہے اور یہ بہت بڑی نعمت ہے
جس کو خدا دے یعنی ذکر احوال و اوصاف سنتے سنتے بوجہ غلبۂ عشق و فرط محبت کے اکثر صورت محبوب کا
بلکہ ہر وقت بلا قصد القشر ذہن میں رہا رہتا ہے یہاں تک کہ نماز میں بھی ہر چند یہ دھیان دور کیا جاتا ہے
یہ صورت غائب نہیں ہوتی اور یہ صورت دیوار مسجد یا محراب مسجد یا سترہ کی طرح صرف سامنے مسجود الیہ
بن کر رہتی ہے اس کے لئے نماز میں برزخ بنا کر تعظیم ہرگز ملحوظ و مقصود نہیں مسجود و معظم لہ صرف اللہ جل شانہ

ہی ہے جیسا کہ مکتوب مجددی جلد ۲ صفحہ ۲۴ میں مصرح ہے۔ اور خود علامہ شہید صراط مستقیم صفحہ ۱ میں لکھتے
ہیں از جملہ آں شدۃ تعلق است بمرشد خود واسطہ الخ۔ انتہی۔ اور پیر پرستوں کے عقیدے تصور برزخی
کے متعلق حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی تفسیر صفحہ ۲۱۹ میں بسلسلہ بیان انواع شرک فرقہائے
مشرکین میں لکھا ہے۔ چہارم پیر پرستاں گویند چوں مرد بزرگے کہ بسبب کمال ریاضت و مجاہدہ مستجاب
الدعوات ومقبول الشفاعۃ عند اللہ شدہ باشد ازیں جہاں میگذرد روح او را قوتے عظیم و وسعتے بس
فخیم بہم میرسد ہر کہ صورت او را برزخ سازد یا مکان نشست و برخاست او یا بر گور او سجود و تذلل تام نماید
روح او بسبب وسعت و اطلاق بران مطلع شود و در دنیا و آخرت در حق او شفاعت نماید۔ انتہی۔ پس
جب یہ تصور برزخی خارج از نماز شرک ہے تو نماز میں صرف ہمت بسوئے شیخ باین طور کہ ارکان نماز میں اس
شکل اور صورت کی تعظیم بھی ملحوظ اور مقصود ہو بدرجہ اولیٰ شرک ہے۔ فتفکر۔

خلاصہ یہ ہے کہ بدعتی گروہ صراط مستقیم میں جو عبارت ہے اس کا بد نیتی کے ساتھ اپنے الفاظ
میں خلاصہ بیان کر دیتے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ جناب مولانا مولوی شاہ اسماعیل صاحب شہید
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں پیر پرستوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اپنے پیر یا رسول اللہ صلعم کا نماز میں ایسا
خیال لانا چاہیئے کہ نماز کے ہر رکن میں حضور علیہ السلام یا پیر بھی بطور ظل اللہ مقصود بالتعظیم اور
معبود بن جائیں کہ سجدہ کرے تو اپنے پیر کو بھی سجدہ ہو اور رکوع کرے تو اپنے پیر کو بھی رکوع ہو کیونکہ
ظل ذی ظل سے جدا نہیں ہے۔ اس کو پیر پرست تصور برزخی کہتے تھے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز
صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر فتح العزیز میں چوتھے فرقہ پیر پرست کو فرقہائے مشرکین
میں شمار فرما کر اسی تصور برزخی کو ان کا شرک بتایا ہے اب بھی یہی عقیدہ موجودہ بدعتیوں کا ہے۔ اس کی تہہ کو
ان کی کتاب مرشد کو سجدہ سے جس کے نام ہی سے شرک ٹپکتا ہے ظاہر ہے جس کا جی چاہے ملاحظہ کرے
اور بدعتیوں نے تصور شیخ کو یہاں تک بڑھایا ہے کہ اس کے لئے نماز ضرب الاقدام اور صلوٰۃ غوثیہ وضع کی
گئی۔ یہ نماز حضرت پیران پیر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس نماز کا طریق یہ ہے کہ باوضو ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہو
اور بجائے قبلہ رخ بغداد کی طرف رخ کرے اور نماز میں حضرت پیران پیر ہی کا تصور بندھا رہے۔ اس طرح
کہ وہی معبود اور وہی مستعان ہیں۔ اخیر رکعت یا پہلی رکعت میں سات قدم بغداد کی جانب چلے۔ یہ نماز
سلسلہ قادریہ میں مروج ہے اور سلسلہ قادریہ کے بعض حضرات ادا کرتے ہیں اور بعض حضرات قیام اور
رکوع پر اکتفا کرتے ہیں اور بعض لوگ صرف قیام ہی کرتے ہیں۔ الغرض اس طرح بزرگوں کے لئے بھی نماز
کا دروازہ کھل گیا۔ دیکھئے بات کہاں سے کہاں تک پہونچا دی گئی ایک نہایت سادہ چیز سے ابتدا کر کے

معاملہ کو یہاں تک پہونچایا ہے کہ نماز تک خدا تعالےٰ کے ساتھ مخصوص نہ رہی۔ اس پر اگر شاہ اسماعیل صاحب نے اس قسم کے تصورات کو شرک کہا اور تصور کو گاؤ خر سے بھی بدتر بتایا تو کیا برا کیا۔ ایک موحد شرک کی تاب نہیں لا سکتا۔ ترجمہ عبارت صراط مستقیم ملاحظہ ہو۔ نماز میں اللہ کے سوا ہر قسم کے خیال لانا برے مگر بعض بعض سے زیادہ برے ہیں۔ چنانچہ زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے۔ اور صرف ہمت بسوئے شیخ یعنی نماز میں اپنے ارادے کو اللہ سے پھیر کر کسی شیخ بلکہ جناب رسالتمآب صلعم کی طرف لگا دینا بمراتب گدھے اور بیل وغیرہ کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہوگا۔ کیونکہ ان چیزوں کا خیال بہر حال ذلت اور حقارت کے ساتھ آئے گا اور اپنے شیخ کا خیال تعظیم کے ساتھ ہوگا۔ اور جب شیخ کی تعظیم بھی نماز کے ارکان رکوع اور سجدے وغیرہ میں ملحوظ اور مقصود ہوگی تو شرک تک نوبت پہونچے گی نہیں پیری غرض اس سے تفاوت ظاہر کرنا ہے۔ البتہ سنوح امور یعنی خود بخود تصور میں آ جانا یہ اللہ کی ایک نعمت جلیلہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے عنایت فرمائے۔ انتہیٰ۔ اب دیکھئے کہاں یہ تصور شرکیہ جس کو علامہ شہیدؒ نے برا فرمایا اور جس کے لئے نماز ضرب الاقدام ایجاد ہوئی اور جس کی بناء پر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے پیر پرستوں کو مشرک قرار دیا اور کہاں عام تصور جو ہر ایک حنفی کا انہی کے لفظ سے ہوتا ہے۔ بدعقیدوں کا مقصد پہلا تصور ہے لیکن نہایت معصومانہ چہرے سے دوسرے قسم کے تصور کا اثبات کرنے بیٹھ جاتے ہیں تاکہ عوام یہ سمجھیں کہ علماء حق ایسے احمق ہیں کہ اس قسم کے تصورات کے بھی منکر ہیں جن کا ہر ذی فہم انسان کے دل میں وارد ہونا ضروری ہے۔ بدعقیدوں کی یہ سب سے بڑی چالاکی ہے جس کے ذریعہ انھوں نے اسلام میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ دیکھو بزرگان دین کو جب معین اور مستعان اور حاجت روا مختار کل یا ان کو حاجت روائی میں قادر و متصرف و مختار مستقل ثابت کیا مقصود ہوتا ہے تو مسئلہ توسل کو درمیان میں لاتے ہیں جو بالاتفاق ثابت ہے۔ کہاں یہ استعانت شرکیہ اور کہاں توسل۔ سجدہ تعظیمی کی اصطلاح پا کر بزرگوں کے لئے بے دریغ سجدے کا حکم لگا دیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا کھجور یا اونٹ کے دیکھنے کے لئے اور گرد گھومنے سے قبروں کے لئے تعظیمی طواف مثل طواف بیت اللہ ثابت کر دیتے ہیں۔ معمولی تصورات کو معصومانہ انداز سے سامنے رکھ کر حضرت پیران پیر کے لئے نماز تک افتتاح ہو جاتا ہے۔ ایصال ثواب اور توسل کو درمیان میں لا کر نذر لغیر اللہ کا جواز ثابت ہو جاتا ہے اور بے دریغ اولیاء اللہ کی نذریں اور قبروں پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ ہر وقت ہر آن ہر جگہ موجود حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہے تو بزرگان دین بھی ہر وقت ہر آن حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کو مصیبت کے وقت پکارا جاتا ہے تو بزرگان دین سے بھی ہر جگہ سے

مصیبت کے وقت فریاد کی جا سکتی ہے۔ بزرگوں کی قبروں، تھانوں، عبادت گاہوں کی بیت اللہ کی طرح تعظیم کرنا اور بیت اللہ شریف کے حرم کی تعظیمی احکام ہیں وہ سب جاری کرنا بزرگوں کی محبت کا تقاضا ہے۔ الغرض یہ عقائد اہل سنت ہیں اور ہم نے ہر جگہ بتلایا ہے کہ ان کا مقصود صرف ایک ہے کہ خدا تعالیٰ کے خصوصی صفات اور آداب میں سے کوئی صفت اور آداب اس کے ساتھ مخصوص نہ ہے بلکہ جس طرح وہ خدا بالذات ہے یہ بھی خدا بالعرض قرار پاویں۔ عبد اور رب میں صرف اذن، حکم بالذات و بالعرض کا فرق کافی ہے۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ درحقیقت یہ بدعتی گروہ خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا منکر ہے۔ ان کے نزدیک اللہ جل جلالہ کو انبیاء و اولیاء پر کچھ معمولی سی فوقیت ہے اور بس۔

(۱۶) صراط مستقیم کے دیباچہ میں ہے ازانجملہ نفس عالی حضرت ایشان بر کمال مشابہت جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات در مبدء فطرت مخلوق شدہ بنا بر علیہ لوح فطرۃ الشان از نقوش علوم رسمیہ خالی ماندہ بود (ملخصاً) بیشک جیسے کہ ظاہری امی ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے ایسے ظاہری نقوش کا ناخواندہ ہو کر علوم لدنی کا عالم ہونا ایک کامل متبع امتی کی کرامت ہے۔ بس ظاہری نقوش سے ناخواندہ ہونا جبکہ اس کو علوم لدنی حاصل ہوں عیب نہیں ہے۔ البتہ جہل عیب ہے۔ اور کسی کی جہالت کو حضور علیہ السلام کے وصف امیت سے مناسبت دینا حماقت ہے۔ فقد بردا لا نکن من الجاہلین المفترین۔

(۱۷) صراط مستقیم ص۳۰ سے منقول ہے۔ صدیق من وجہ خلفائے انبیاء می باشد و من وجہ محقق در شرائع یعنی مثلاً صحت و بطلان خفا کردہ اعمال وغیرہ بنور جبلی و بشہادت قلب خود در یافت می نماید و دیگر بسبب اندراج او در کلیات شرع علم کہ بوجہ اول حاصل شدہ تحقیقی است و ثانی تقلیدی پس او را شاگرد انبیاء ہم میتوان گفت و ہم استاذ انبیاء۔ و نیز حریقی انداز آن ہم شعبہ البیت از شعب وحی و بعضے اہل کمال آنرا بوحی باطنی می نامند و علم ایشان را کہ بعینہ علم انبیاء است (۱۰ مکرر) لیکن بنوی ظاہری متعلق نشود حکمت می نامند۔ (ملخصاً) عصمت، وجاہت و حکمت یعنی اولیاء اللہ کے لئے ثابت کی ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے۔ ازانجملہ این مقامات ثلاثہ بالذات حظ انبیاء است و غیر ایشان را بجز طفلی ازیں کمالات وصولش ازیں مقامات رسائی نہ۔ انتہی۔ ناظرین بالانصاف ملاحظہ فرمائیں بعض مصنفین نے کس قدر ابہام باندھا ہے کہ علامہ شبیر نے یہ لکھا ہے کہ بعض اولیاء کو احکام شرعی بے وساطت انبیاء بھی پہنچے دیا اور کس قدر جھوٹ کہا ہے۔ ہاں البتہ انہی احکام شرعیہ کی تحقیق و تصدیق نور فراست اور الہام سے بھی ان کو ہو جاتی ہے اسی کو اصطلاح تصوف میں علم تحقیقی کہتے ہیں یہ دوسری بات ہے۔ (اور احکام شرعیہ

میں اُن پر وحی آتی ہے) یہ بھی جھوٹ ہے۔ نور فراست اور الہام جو شعبۂ وحی ہے اور نور نبوۃ
سے مستفاد ہے اور یہ (وہ ایک طرح تقلید نبی ہے۔ آزاد) یہ بھی صریح تحریف ہے۔
تقلید نبی سے تو یہ مرتبہ اور نور فراست اور الہام کامل حاصل ہوتا ہے کہ جس سے انہیں احکام شرعیہ
اور وجوب تقلید پر ان کو حق الیقین ہوتا ہے۔ علامہ شبلی کی طرح مجدد صاحب پر بھی بعض نے ایسی فہم
کا اعتراض کیا تھا۔ اس کا مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے جواب دیا ہے ملاحظہ ہو فتاوی عزیزی
ص ۲۲ حضرت ایشان را نیز بسبب کمال متابعت آفتاب روشن شدہ عجب است از کسانیکہ برحضرت ایشان
طعن میکنند باین خیال کہ حضرت ایشان دم استقلال میزنند و ترفع را در میان میآرند حالانکہ دو علم میں
انبیاء کے برابر ہوتے ہیں معاذ اللہ صریح جھوٹ ہے۔ اور انہوں نے اس کا اپنا علم نبی کے علم سے
زیادہ وثوق کا ہے) کس قدر افتراء ہے۔ مکتوبات امام ربانی ص ... میں ہے علومیکہ نبی را بطریق
وحی آمدہ است معارف را بطریق الہام منکشف گشتہ است در میان این دو علم غیر از فرق وحی والہام
نیست الخ۔ اور ص ... میں ہے۔ آن علوم را از اصل اخذ کنند انتہی۔ اور مبداء و معاد ص ... میں فرماتے ہیں
متابعان انبیاء از علماء و صوفیاء آن را بنور فراست کہ مقتبس از انوار نبوۃ است دریافتہ۔ انتہی۔
اولیاء اللہ کو علم تقلیدی بھی ہے اور علم تحقیقی بھی (مبداء و معاد ص ۱۲ سے ظاہر ہے)۔

اور یواقیت کے باب ۳۴ میں ہے انما وحی الاولیاء فیکون علی لسان ملک الالہام
عصمت و وجاہت و حکمت کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے تفہیمات الٰہیہ میں غیر انبیاء علیہم السلام
کے لئے ظلی طور پر ثابت کیا ہے کیونکہ صوفیاء کے نزدیک ان کے معانی مختلف ہیں اور یہی ... اس کی
تفصیل فتاوی عزیزی ص ۱۱ میں دیکھو۔

(۱۸) صراط مستقیم ص ... سے منقول ہے روزے حضرت حق جل وعلا دست راست ایشان
بدست قدرت خاص خود گرفتہ و چیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود پیش روئے حضرت ایشان
کردہ فرمود کہ ترا این چنین دادہ ام و چیز ہائے دیگر خواہم داد انتہی۔ اور ص ۱۳ سے منقول ہے خلعت نبی صلی اللہ علیہ
وسلم بدست ایشان آمد اور ص ... میں ہے کہ کلام [illegible] ہم بشنود انتہی۔ جواب مولانا شاہ عبد العزیز
محدث دہلوی اولیاء اللہ کے مقام خلت کے بیان میں فتاوی عزیزی ص ۲۲۵ میں لکھتے ہیں وقتی خلت
با اللہ است اینجا صحبت یار لازم است و ساقی ہم عاشق و معشوق بود [illegible] اینجا نیست
و ہر گوشہا از طرفین واقع می شود انتہی۔ اور مکتوبات امام ربانی ص ۹۹ جلد ثانی اور ص ۲۹ جلد ثالث میں
ہے کہ بعض کاملین بھی بغیر الہام اور القاء کے اور بغیر فرشتہ کے مکالمہ و مخاطبہ الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں۔

(زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب اور تمہید ص۳۲ میں سبحان السبوح ص۸۸ سے لکھا ہے حاشا للہ ماشا للہ ہزار بار حاشا للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا اور امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ اب کوئی پوچھے پھر آپ نے کیوں استقدر دو سری کی۔ ور خود ہی آپ کوکبہ شہابیہ ص۳۸ میں لکھ چکے کہ کسی مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہوگیا (خود کردہ را علاجے نیست) شاید پڑھنے کیلئے یہ دعاؤں رکھا ہو کہ کوکبہ شہابیہ ص۳۸ میں ہر بھی تو لکھدیا ہے کہ اگر صرف دشنام دہی کا ارادہ کرے اور دل میں کافر نہ جانے تو کافر نہ ہوگا۔ لیکن اس کے بعد جب حسام الحرمین کو شائع کیا اور چند افراد پر حکم قطعی کفر کا ڈنکا بجایا تو صاف صاف لکھدیا کہ جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے یا کافر کہنے یا انہیں کافر کہنے میں توقف کرے خود کافر ہے (تمہید ص۳۲ و ۴۳) اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہولی ہے۔ (تمہید ص۳۲) پھر تو دیکھو کوکبہ شہابیہ جس وقت شائع کیا۔ معلوم ہوا اسلام او رسد میں محض فتنہ اٹھانا اور بدظن کرنا مقصود تھا۔ پھر تمہید ص۳۲ میں لکھتے ہیں ہرگز ان دشنامیوں کو کافر کہا جب تک یقینی قطعی واضح روشن جلی طور سے ان کا کفر صریح آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا جس میں اصلا اصلا ہرگز ہرگز کوئی گنجائش نہ نکل سکی۔ انتہی۔ حالانکہ خود ہی لکھتے ہیں کتب فتاوی میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے ان سے پہلوئے کفر لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں (تمہید ص۳۸) لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن (تمہید ص۳۸) اب سیف ابجلی علی فنہ الغنی علی مخرا الذن اب الذنی میں ملاحظہ فرمائیں کیا یا انہی حضرت صاحب سچ فرماتے ہیں یا کوکبہ شہابیہ کی طرح محض فتنہ برپا کرنا اور تفریق بین المسلمین ہی مقصود ہے۔

تنبیہ ثانی:۔ فاضل بریلوی کی الکوکبۃ الشہابیہ اور دیگر رسائل بھی بدعتیہ میں کوئی نئی بات نہیں ہے وہی فاضل بدایونی کا پس خوردہ ہے جن کا جواب ان کی پیدائش سے بھی پہلے ہو چکا۔ تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم پر جملہ شبہات کے مفصل دندان شکن جوابات صیانۃ الناس عن وسوسۃ الخناس میں حضرت مولانا مفتی محمد علی صاحب ٹونکی شاگرد رشید حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہما دے چکے ہیں اور مولانا حسین شاہ صاحب بخاری نے رد طغیان میں اور صاحب تفہیم المسائل نے تفہیم المسائل مع تصحیح المسائل فی رد ائمۃ مسائل والعین مسائل الفاضل البدایونی کے خوب دندان شکن جوابات دیئے ہیں جن کے جواب سے بیرپرست ہنوز عاجز ہیں اور مولانا سہارنپوری دام مجدہ نے تو براہین قاطعہ میں ہمیشہ کیلئے اہل بدعت پر حجت ہی قائم کردی ہے۔ خاکسار نے اکثر انہی سے استفادہ کیا ہے۔

تنبیہ ثالث:۔ فاضل بریلوی تمہید وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ صریح میں تاویل مقبول نہیں اگر حضور علیہ السلام

کو صریح گالیاں دے تو وہ قطعی کافر ہے جو ایسے شخص کے کافر ہونے میں شک کرے یا کافر کہنے یا
توقف کرے وہ خود کافر ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اور جو اسے
کافر نہ کہے وہ بھی ایسا ہی کافر ہے (تمہید صفحہ ۲۵ و ۲۸)۔ نوٹ :- بیشک اس پر تمام اہل ایمان کا ایمان ہے
اب کوکبۂ شہابیہ صفحہ ۲۰ دیکھو قولہ مسلمانو! اللہ انصاف!! کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان و قلم سے
نکلنے کا ہے۔ معاذ اللہ پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو جو انہوں نے
بزعمِ خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے
کھلے ناپاک لفظ تمہارے پیارے نبی تمہارے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھے ہوں کہ
انہیں مواخذۂ دنیا کا اندیشہ ہے۔ مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے
کس جگرے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بیدھڑک یہ صریح سب و دشنام
کے لفظ لکھ دیئے اور روزِ آخر اللہ عزیز غالب قہار کے غضبِ عظیم اور عذابِ الیم کا اصلاً اندیشہ نہ کیا
مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے انہیں
ایذا نہ پہنچی۔ ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی۔ واللہ واللہ انہیں ایذا ہو پہنچی۔ واللہ واللہ جو
انہیں ایذا دے اس پر دنیا و آخرت میں اللہ قہار و جبار کی لعنت اس کے لئے سخت کا عذاب شدید
کی عقوبت۔ انتہیٰ۔

لیکن فاضل بریلوی کے نزدیک باوجود ان صریح گالیوں اور کھلے ناپاک سب و دشنام
کے علامہ شہید کو اکفار یعنی کافر کہنے سے کف لسان زبان روکنا الخ مختار و مذہبی مناسب (کوکبہ
ص ۶۲) گویا فاضل مذکور کے نزدیک جو حضور علیہ السلام کو صریح جبر کر صریح گالیاں اور کھلے ناپاک
دشنامی الفاظ بکے اس کو کافر نہ کہنا مختار و پسندیدہ ہے۔ اس کا نتیجہ خود ناظرین نکال سکتے
ہیں۔ اقرار بالکفر اسی کا نام ہے۔ سچ فرمایا حضور علیہ السلام نے کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے خود اسی
پر کفر لوٹ پڑتا ہے۔ یہ علامہ شہید کی زندہ کرامت ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ والحمد للہ اولاً
و آخراً والصلوٰۃ علی رسولہ باطناً و ظاہراً۔

احقر محمد عبد الغنی الحنفی عفا اللہ عنہ و جناہ
واوصلہ غایۃ متمناہ
۱۳۴۳ھ

باب ثانی

در توضیح عبارات ملقب بہ سیف اہل السنۃ الغنی علی منخر الکذاب الدنی

حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد جب اہل بدعت نے سمجھا کہ علماء ثقہ رحمۃ اللہ علیہم کو ان کی خاندانی شہرت علمیت ووجاہت ودیانت کی وجہ سے بدنام کرنے میں ہم زیادہ کامیاب نہیں ہوسکے مگر معدودے چند پیر پرست جو پہلے سے ہی مخالف تھے یا نالی اللہ بین انخناس کا کچھ اضافہ ہوگیا تب انکے مجدد نے دوسرا داؤں کھیلا کہ شاہ ولی اللہ کے نونہال، سرسبز پودے یعنی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی محدث قدس سرہ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دام ظلہ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم جیسے بزرگوں پر بیجا تہمات اور بیجا اتہامات لگا کر چاہا کہ عوام اہل اسلام کی نظروں میں ان حضرات کو بے وقعت کریں اور بدعات وخرافات پیر پرستی کی رکاوٹ کو دور کرکے خوب ہاتھ ماریں اور اپنی شہرت کا ذریعہ حاصل کریں چنانچہ حسام الحرمین اور تمہید میں حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ کے ذمہ یہ بہتان باندھا کہ آپ نے تحذیر الناس میں معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھلا نبی نہیں مانا اور ختم زمانی کا انکار کیا ہے۔ اور حضرت محدث گنگوہی علیہ الرحمۃ پر یہ افتراء کیا کہ آپ نے خدا کو بالفعل جھوٹا کہنا اہل سنت کا مذہب قرار دیا ہے۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم پر یہ جڑا کہ آپ نے براہین قاطعہ میں تصریح کی ہے کہ شیطان لعین کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ اور حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے ذمہ یہ چپکایا کہ آپ نے حفظ الایمان میں تصریح کی ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم چوپاؤں جانوروں پاگلوں کے علم کے برابر اور مساوی ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ حالانکہ یہ عقائد باطلہ انکی کتابوں میں نہ ہو آنکے تحریری بلکہ قطعی انکاری ہیں۔ یہ حضرات خود ایسے عقائد رکھنے والے کو مسلمان نہیں جانتے پھر ان دعاوی فاسدہ کے اثبات اور الزام میں بعض ان حضرات کی کتابوں کی عبارات پیش کیں مگر الٹ پلٹ، قطع وبرید کی زیادتی کرکے اور آگے پیچھے کی عبارت اور تعلق ماقبل ومابعد کو دور کرکے نفری معنی بنا کر ایک مطلب فاسد اور غلط اور خلاف مرضی مصنف نکالا اور بعض حضرات کی نسبت جعلی فرضی فتویٰ بنا کر ظاہر کیا۔ اور پھر ان حضرات پر بوجہ ان عقائد فاسدہ باطلہ مخترعہ خود ہی ایک فتویٰ تکفیر

بنا لیا جس کے سائل اور مجیب خود ہی بن بیٹھے کہ یہ سوال و جواب محض افترائی تھا اسلئے نہ علماء ہند کو
اس بارہ میں فتویٰ طلب کیا گیا اور نہ علماء ہند کی اس پر تصدیقات اور تقریظات تھیں حالانکہ مفتی صاحب
کے مقتدا و پیشوا مولانا مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی مرحوم و دیگر علماء ان کے ہم مشرب موجود تھے
دل میں جانتے تھے کہ یہ کچا چٹھا کھل جاویگا۔ اس میں کامیابی ذرا مشکل امر ہے میری کون سنیگا تو
یہ ترکیب سوجھی کہ اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے سفر حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کی مشقت برداشت
کر کے ان عقائد مخترعہ پر علماء حرمین شریفین کا فتویٰ حاصل کیا جائے وہ بیچارے خالی الذہن فحوائے
کلام اُردو اور سیاق و سباق سے بے خبر۔ اور عقائد منسوبہ نہایت ہی بھونڈے کہ ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان
بھی تکفیر میں شک و شبہ نہ کر سکے چہ جائیکہ علماء۔ یا ان عقائد کے لچر اور غلط ہونے میں لکھنے والوں
اور مخبروں کو بھی تامل نہ ہو تو فوری تکفیر کا فتویٰ دیدیں گے اس صورت میں کچھ کامیابی کی امید ہے ورنہ
ان عقائد مخترعہ پر ہی السلطان پر فتویٰ حاصل کرنے کے کیا معنی۔ کیا ان عقائد مخترعہ کے کفر ہونے میں
کچھ خفا تھا یا ان میں کچھ علمی دقائق تھے جو علماء عرب ہی ان مسائل کو حل کر سکتے تھے۔ اور علماء ہند باوجودیکہ
سباق و سیاق اور فحوائے کلام اُردو سے کلی باخبر تھے کافی نہ تھے بلکہ ادنیٰ مسلمان بھی ان عقائد مخترعہ
پر فتویٰ کفر دے سکتا ہے مگر علماء حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کس قدر محتاط ہیں اور کس قدر نور
فراست رکھتے ہیں کہ تحریر دیکھتے ہی کچھ کھٹکا گئے انہوں نے صاف لکھدیا کہ اگر یہ اقوال اور عقائد
صحیح ہیں اور سائل سچا ہے تو ان کے کفر ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد وہاں کے
ایک عالم محقق نے صاف فرمایا کہ ایک ہندی شخص نے تمہاری نسبت بہت بڑے بڑے عقیدے
منسوب کئے ہیں ہم اُردو زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے پوری طرح مطلب نہیں سمجھ سکتے لہٰذا
بعینہا ان عبارتوں کا مطلب عربی میں ظاہر کرو۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ نے بعینہ مطالب
عربی میں لکھ کر اور اکثر علماء دیوبند و دیگر علماء کے دستخط اور تصدیقات ثبت کرا کر پیش کیا سب علماء
حرمین شریفین اور مصر و شام نے اتفاق کیا کہ بیشک یہی عقیدہ ہمارے اور ہمارے مشائخ اہل
سنت کے ہیں اس کے خلاف محض بہتان ہیں۔ چنانچہ یہ تحریر علماء عرب و جماعت مصر و شام وغیرہ
مہروں سے مزین ہو کر المہند کے نام سے شائع ہو چکا بلکہ حضرت مولانا السید احمد برزنجی مفتی شافعیہ
نجومیہ نے دو رسالوں میں ایک تنقیح الکلام مسئلہ خلف وعید یا خبر یعنی امکان کذب میں۔ اور دوسرا
غایۃ المامول علم غیب میں فاضل بریلوی صاحب کا خوب رد لکھا ہے اور تشنیع کی ہے اور تمام علماء
مدینہ کی ان پر مہریں ثبت ہیں اور انہوں نے تقریظیں لکھی ہیں اور فاضل بریلوی کو خوب ہی جرح یاد کیا ہے

چنانچہ فاضل بریلوی نے اس کے بعد علم غیب میں اپنا مسلک کچھ بدل بھی ڈالا ہے حالانکہ یہ وہی علماء ہیں جو حسام الحرمین میں اس غلط بیانی پر تصدیق بھی کر چکے تھے۔ الغرض فتاوی حسام الحرمین وجوہ سے قابل اعتبار نہیں اوّل اس میں اظہار امر واقعی اور عقائد اقراری و مسلّمہ حضرات اربعہ کا نہیں بیان کیا گیا حالانکہ اس کے خلاف پر خود ان حضرات کی تصریحات موجود ہیں اور ایسے عقائد رکھنے والے کو دینی کتابوں میں خود ان حضرات نے کافر لکھا ہے۔ المہند۔ الختم علی لسان الخصم۔ قطع الوتین۔ بسط البنان۔ تحذیر الناس۔ مناظرہ عجیبہ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ اور جس عنوان فرضی سے استفتاء کیا اور فتوی حاصل کیا گیا اس پر تو حضرات اربعہ بالتصریحات خود اور جملہ علماء کرام اس کی تکفیر پر متفق ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فتوی المہند بعد حسام الحرمین کے لیا گیا۔ اور اکثر انہی علماء کرام نے اس کی تصدیق کی ہے۔ تو اب بعد تصدیق المہند کے مضمون حسام الحرمین کی تنسیخ ہوگئی۔ لہذا قابل اعتبار نہ رہا۔ اور پھر ان عبارات کی توضیحات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ السحاب المدرار وغیرہ میں اور مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ بسط البنان وغیرہ میں فرما چکے ہیں اور ان اعتراضات کا جواب مفصل رجوم المذنبین اور الشہاب الثاقب میں حضرت مولانا شاہ حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ اور السحاب المدرار و توضیح البیان وغیرہ میں ان سے پیشتر مولانا سید مرتضی حسن صاحب مدظلہ دے چکے ہیں مگر اب بھی بعض معاندین جن کے قلوب پر عناد کی مہر لگی ہوئی ہے بقول ے

مرغ شاید نہ رود سنگ مخور کند۔ کچھ نہ کچھ بول ہی اٹھتے جاتے ہیں۔ لہذا خاکسار نے بھی ارادہ کیا کہ اپنے بزرگان کی عبارتوں کی توضیح اور باقاعدہ شرح لکھ دی جائے شاید اسی سے مہر عناد ٹوٹ کر خدا کا خوف ان کے خیالات میں کوئی جنبش پیدا کرے ورنہ کم از کم جیسے ان کے قلوب پر مہر لگی ہوئی ہے ان کے منہ پر بھی مہر لگ جائے۔ وما انا الا شارح واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

(۱) توضیح عبارت تحذیر الناس للعلامۃ النانوتوی

حسام الحرمین اور تمہید میں حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ پر یہ اتہام لگایا ہے کہ مولانا مرحوم نے رسالہ تحذیر الناس میں جناب سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خاتم زمانی ہونے سے انکار کیا۔ اور آپ کو سب سے پچھلا نبی نہیں مانا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ حالانکہ اسی رسالہ میں حضرت مولانا قدس سرہ خاتمیت زمانی کو اوّل قرآن کی آیت خاتم النبیین سے بدلالت مطابقی پھر التزامی اور پھر حدیث متواتر اور پھر اجماع امت سے ثابت فرما کر منکر خاتم زمانی ہو اس کو کافر فرما رہے ہیں لیکن باوجود اس اقرار صریح کے انکار ختم زمانی کا الزام لگا کر حضرت مولانا ہی کو نہیں بلکہ جو ان کو کافر نہ کہے

اس کو بھی کافر کہتے ہیں۔ عبارت تحذیر الناس سنئے ملاحظہ ہو۔ **قولہ** سو اگر اطلاق اور عموم ہے تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا۔ گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ انتھی۔ اور پھر صفحہ ۹ سے صفحہ ۱۰ تک ملاحظہ ہو جس میں وہ تقریر زبردست لکھی ہے جس سے خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالت مطابقی ثابت کی ہیں اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔ **قولہ** اور مجھ سے پوچھئے تو میرے ناقص خیال میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے سو وہ یہ ہے کہ تقدم تاخر یا زمانی ہوگا یا مکانی یا مرتبی یہ تین نوعیں ہیں باقی مفہوم تقدم و تاخر ان تینوں کے حق میں جنس الخ۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سنئے کہ ذوات انبیاء علیہم السلام تو بذات خود داخل ہی نہیں کہ ان میں تقدم و تاخر کی گنجائش ملے ہاں بواسطہ زمان و مکان و مراتب البتہ مقدم و مؤخر کہہ سکتے ہیں بہرحال حذف مضاف کی ضرورت ہوئی سو لفظ زمان کی جا اگر موصوف و تاخر ہی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہے بلکہ ضرور ہے کیونکہ حذف بے قرینہ دالہ علی المحذوف الخاص دلائل تعمیم میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ الاحد میں قبل و من بعد اور اللہ اکبر میں کل شئی یا من کل شئی محذوف سمجھا جاتا ہے بہرحال مؤخر دونوں صورت میں برابر لفظ زمان ہو یا کوئی مفہوم عام بتخصیص زمان ہی کی گیا ہے۔ اس صورت میں ہر نوع میں مفہوم خاتمیت جدی طرح ظہور کریگا۔ جیسے آیت انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان میں مفہوم رجس جنس عام ہے کہ اس کی خمر جدی نوع ہے اور میسر وغیرہ جدی۔ یہاں رجس نے اور طرح ظہور کیا یہاں اور طرح یعنی خمر میں نجاست ظاہری بھی ظاہر ہوئی اور انواع باقیہ میں فقط نجاست باطنی ہی رہی الخ۔ ایسا ہی یہاں قصہ ہے بلکہ یہاں تینوں نوعوں کا موصوف بتقدم و تاخر ہونا ایسا ظاہر ہے جیسا شراب کا موصوف برجس ہونا مثل انصاف افعال برجس خفی محض مجوز نہیں سو اگر یہاں خاتم مثل رجس جنس عام رکھا جائے تو بوجہ اولیٰ قابل قبول ہے اس میں خاتمیت زمانی اور مرتبی کو تو ضرورت تعیین مبداء بتقدم نہیں ہاں مکانی میں ہے سو بقیاس تاخر مرتبی یہاں بھی نیچے سے شروع

تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ انتہی۔

اب اس کے بعد مولانا مرحوم ختم مرتبی کے مفہوم کو واضح طور پر بیان فرماتے ہیں جس سے فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے اور شایان شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور پھر ختم مرتبی ختم زمانی کو مستلزم ہے۔ اس کو مدلل ثابت فرمایا ہے **قولہ** تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔۔۔ الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔۔۔ سو اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوۃ بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے غرض جیسے آپ نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ الخ اور انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتدار کا عہد لیا گیا۔ ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ ازیں بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔۔۔ الخ

ختم مرتبی کی تقریر فرماتے ہوئے مصنف ختم مرتبی کو تأخر زمانی کا لازم ہونا مدلل بیان فرماتے ہیں **قولہ** بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوۃ میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے انبیاء موصوف بالعرض۔ اس صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متأخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود فرماتے ہیں ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا اور کیوں نہ ہو یوں نہ ہو تو عطاء دین منجملہ رحمت نہ رہے آثار غضب میں سے ہو جائے۔ ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علما کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء کے علوم سے کمتر اور فروتر ہوتے ہیں تو مضائقہ نہ تھا پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مراتب ہونا علو مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں اور انبیاء متأخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متأخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون کے جو

بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہئے اور شہادت آیۂ و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء
جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء سابقین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب
کا تبیانا لکل شیء ہونا غلط ہو جاتا بالجملہ جیسے ایسے ہی جامع العلوم کے لئے ایسی کتاب جامع چاہئے
تھی تا کہ علو مراتب نبوۃ جو لازم علو مراتب علمی ہے چنانچہ معروض ہو چکا ہے میسر آئے ورنہ یہ علو مراتب نبوۃ
بیشک ایک قول لا مدح اور حکایات غلط ہوتی۔ ایسے ہی ختم نبوۃ بمعنے معروض کو تاخر زمانی لازم ہے
چنانچہ اضافت الی النبیین بایں اعتبار کہ نبوۃ منجملہ اقسام مراتب ہے یہی سبب ہے کہ اس مفہوم کا مضاف
الیہ وصف نبوۃ ہے زمانہ نبوت نہیں اور ظاہر ہے کہ در صورت ارادۂ تاخر زمانی مضاف الیہ حقیقی
زمانہ ہوگا اور امر زمانی یعنی نبوت بالعرض ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور
مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ (اور یہی معنی مولانا کے نزدیک مختار ہیں)
پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی انتہی (کیونکہ خاتم
مرتبی خود بخود خاتم زمانی کو مستلزم ہے اس صورت میں ختم زمانی بطور دلالت التزامی قرآن کے منطوق
میں داخل ہوگا لیکن اگر صرف ختم زمانی ہی مراد لیا جائے اور ختم مرتبی مقصود نہ ہو تو مقام مدح میں
کچھ مناسب نہیں کیونکہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں)۔

پھر صفحہ وصلہ پر فرماتے ہیں۔ **قولہ** غرض ایک سلسلہ نبوۃ تو فوق و تحت میں واقع ہے باعتبار
فرق مراتب مکانی اس کے فرق مراتب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ایک سلسلہ نبوت ماضی و مستقبل
میں واقع ہے اور باعتبار فرق مراتب زمانی اس کے فرق مراتب کی طرف اطلاع کی گئی تصریح اسکی یہ ہے
کہ اہل فہم پر روشن ہے کہ زمانہ ایک حرکت ممتدہ غیر متناہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محققین صوفیہ کرام
علیہم الرحمۃ تجدد امثال کے قائل ہوئے کیونکہ حرکت میں بقدر حرکت کا ایک فرد ہر آن میں جدا متحرک
کو عارض ہوتا ہے والحق لکفیہ الاشارۃ الخ ...... مگر در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے
کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے سو حرکت سلسلۂ نبوۃ کے لئے نقطۂ ذات
محمدی منتہی ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور اس ساق مکانی کیلئے ایسا ہے جیسے نقطۂ راس زاویہ
تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان و زمین و زمان کو شامل ہے۔
رہا یہ شبہ کہ زمانہ تو بعد ختم نبوت بھی باقی ہے اگر حقیقت زمانہ حرکت مذکورہ ہے تو لازم آتا ہے کہ نقطۂ
تک ابھی نہیں پہونچی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر نہوں کیونکہ مقصود و مطلوب نہیں
جو منتہائے حرکت مذکورہ ہوگا وہی افضل ہوگا سو یہ شبہ قابل اس کے نہیں کہ اہل فہم کو موجب تردد

ہو مگر یا ابن جمود ن جن کے لئے یہ معروض ہے کہ ہر حادث زمانی کے لئے ایک عمر ہے کہ جس کی وجہ سے محققان صوفیہ کرام ہر حادث میں قائل تجدد امثال ہوئے کیونکہ زمانہ ایک حرکت ہے چنانچہ اس کا متجدد غیر قار بالذات ہونا بھی اس کے موید ہے اس صورت میں مسافات متعددہ ہیں اور حرکات متعددہ۔ منجملہ حرکات سلسلہ نبوۃ بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وہ حرکت منتقل بسکون ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی وجہ ہے۔ غرض با عتبار زمانہ اگر شرف ہے تو مستقبل میں ہے کہ وہ طرف مقصود ہے کیونکہ زمانہ مستقبل فی حقیقۃ ا شرف ہے اور باعتبار مکان جانب فوقانی تاکہ فوقیت مراتب پر دلالت کرے۔ انتہیٰ۔ مسلمانو! اوپر لکھا غیر مختار طور پر جو مولانا نے صرف مفہوم ختم مرتبی مراد لیا اسکو کس کس طرح ختم زمانی کا مستلزم قرار دیا ہے۔ اگرچہ یہ معنی مولانا کے نزدیک مختار نہیں کیونکہ اگر صرف ختم مرتبی ہی خاص طور پر مراد لیا جائے تو اس کے معنی مطابقی میں ختم زمانی بالمطابقۃ داخل نہ ہوگا بلکہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بالالتزام ضرور ثابت ہوگا۔ لیکن صرف بالمطابقہ ختم زمانی مراد لینے سے ختم مرتبی پر کوئی دلالت نہ رہے گی جو مقام مدح کے خلاف ہے۔ اس لئے پہلی صورت تو غیر مختار ہے اور دوسری صورت افضل الانبیاء تسلیم کرتے ہوئے غیر مناسب ہوگی اور تیسری صورت جو مختار ہے وہ یہی ہے کہ لفظ خاتم النبیین بالمعنی الاتم والمطلق ختم مرتبی اور ختم زمانی اور ختم مکانی تینوں پر مطابقتاً دلالت کرے یا کم از کم عموم مجاز کے طور پر تینوں معنی کو شامل ہو۔ بہرحال اس صورت میں ختم مرتبی مستقلاً اپنے معنی مطابقی اور ختم زمانی و مکانی مستقلاً اپنے معنی مطابقی ادا کرینگے اور آیت میں تینوں معنی بالمطابقہ مقصود ہوں گے۔ پھر مولانا نے ختم مرتبی اور زمانی اور مکانی تینوں کے معنی مطابقی کی پوری پوری مفصل و مدلل علیحدہ علیحدہ تقریریں فرمائیں۔

مولانا مرحوم صرف مفہوم مطابقی ختم مرتبی کا بیان فرماتے ہوئے صلا میں لکھتے ہیں۔ قولہ باندیشہ تطویل قدر ضرورت پر اکتفا کر کے عرض پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے۔ جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوۃ میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوۃ میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوۃ بہرطور آپ پر مختتم ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے۔ جب علم

ممکن بلکہ شریعی ختم ہو جاتا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے۔ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا (یعنی خاتم بالذات نہ خاتم بالزمان) تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض (اس فرض محال) آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا یعنی خاتم بالذات ہونا نہ خاتم بالزمان یہاں دعویٰ اول کا ہے متعلق بدستور باقی رہتا ہے۔ انتہیٰ

اور صفحہ پر ہے قولہ ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوۃ لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض (یا الفرض بتلا رہا ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ثابت کر چکے کہ ختم زمانی بھی نص قطعی قرآن اور تواتر حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کا منکر کافر ہے) بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (یعنی خاتمیت بالذات) میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ انتہیٰ۔ کیونکہ ختم مرتبی اور ختم بالذات کے یہ معنی ہیں کہ تمام عارضی اور مراتب اور کمالات نبوۃ کے سلسلہ آپ پر ختم ہو گئے۔ آپ وصف نبوۃ میں متصف بالذات ہیں اور آپ کے ماسوا جس قدر بھی انبیاء کے افراد ہوں گے خواہ وہ افراد خارجیہ ہوں یا افراد مقدرہ مفروضہ فرض کرلے جائیں سب وصف نبوت میں متصف بالعرض آپ کے تابع ہوں گے۔ الغرض مفہوم خاتمیت زمانی اس کے معنی مطابقی میں داخل نہیں ہے لیکن مولانا مرحوم نے ختم مرتبی وذاتی کے ساتھ ہی ختم زمانی کو اسی آیت کی تفسیر میں بطور دلالت التزامی مدلل اور مبرہن ثابت فرمایا ہے۔ قولہ ایسے ہی ختم نبوۃ بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے (تحذیر صفحہ وغیرہ دیکھو) قولہ بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے (تحذیر صفحہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیت خاتم النبیین جیسے بالمطابقت ختم ذاتی و رتبی پر دلالت کرتی ہے ایسے ہی بالمطابقت ختم زمانی پر بھی دلالت کرتی ہے یا کم از کم ختم زمانی پر دلالت التزامی ہے جیسے حضور علیہ السلام کے ختم زمانی پر تمام امت کا اجماع ہے ایسے ہی حضور کے اشرف الانبیاء ہونے اور ختم مرتبی پر ایمان اور اجماع ہے۔ لیکن عوام الناس ختم مرتبی کے مفہوم کو آیت کے منطوق سے خارج سمجھتے ہیں اور فقط ختم زمانی ہی کو منطوق ٹھیراتے ہیں اسی لئے تحذیر الناس صفحہ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ

یہ ہے کہ تحقیق ... بغیث تو آپ جیسے خاتم زمانی ہیں ویسے ہی خاتم ذاتی و مرتبی بھی ہیں اور آپ کو فقط خاتم زمانی کا اعتقاد کرنا یہ تو عوام کا خیال ہے کیونکہ صرف نفس خاتمیت زمانی میں کچھ فضیلت نہیں۔

تنبیہ:۔ ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس افتراء محض سے بالکل بری الذمہ ہیں۔ اب خاں صاحب نے جو عبارتیں تحذیر الناس کی نقل کی ہیں ملاحظہ ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس طرح جوڑ توڑ کیا ہے اور سب کو ایک جا اکٹھا کر دیا ہے اور ان کے پیچھے کی عبارتیں درج نہیں کیں ما قبل اور ما بعد کے تعلق سے قطع کر کے کفر کے معنی پہنا کر خلاف مراد حقیقی قائل مطلب نکال لیا۔ عبارت حسام الحرمین ص۳ سطر ۸ ملاحظہ ہو **قولہ** بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ۔

اب اہل عقل غور کریں کہ خاں صاحب کو علماء ربانیین کی تکفیر کا کس قدر شوق دامنگیر ہے کہ جتنی جو عبارت تحذیر الناس کی نقل فرمائی ہے وہ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ کی تحذیر الناس میں نہیں ہاں اگر قرآن شریف میں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ہے تو بیشک یہ عبارت منقولہ بھی تحذیر الناس کی ہے ورنہ نہیں کیونکہ جیسے قرآن شریف کی متفرق جگہ کی آیات کو ایک جگہ کر کے غلط اور کفریہ مطلب نکل آیا۔ اسی طرح تحذیر میں تو بھی تین جگہ اول ص۱۴ اور پھر ص۲۸ اور پھر ص۳ کی عبارات کو ایک جگہ کر دیا ہے وہ بھی قطع و برید کر کے اور کوئی قرینہ ایسا نہیں ہے جس سے کوئی دیکھنے والا یہ سمجھ سکے کہ یہ عبارت کئی جگہ کی ہے بلکہ اس عبارت کی صفائی بتلا رہی ہے کہ ایک ہی جگہ کی عبارت ہے اور اسی ترتیب پر تحذیر الناس میں بھی موجود کوئی خط و نشان تعدد عبارت کا موجود نہیں نہ تقدم و تاخر کا نہ صفحہ و سطر کا اس میں حال ہے کہ جن مقامات کی یہ عبارات منقولہ ہیں ان کو ہم بالتصحیح مع آگے پیچھے کی عبارت کے نقل کر چکا تاکہ عوام الناس صحیح مطلب سمجھ کر دھوکے میں نہ پڑیں اور مفتری کا افتراء اظہر من الشمس ہو جائے اور وہ بھی ص۱۴ اور ص۲۸ سے وہ عبارات لائے ہیں جنمیں صرف مفہوم مطابقی خاتمیت ذاتی کی بحث کی ہے۔ اور خاتمیت زمانی جو اس کے مفہوم مطابقی میں داخل نہیں ہے تعرض نہیں کیا اور قرائن کو حذف کر کے ناقص عبارت نقل کر دی۔ دوسرے ان عبارات میں لفظ بالفرض بھی موجود ہے یعنی اگر بفرض محال

ایسا ہو اگرچہ ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ ختم زمانی بھی اسی آیت کے بالمطابقہ یا کم از کم بالالتزام منطوق میں داخل ہے۔ دوسرے تواتر اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ خاں صاحب نے ناقص عبارت نقل کی اس سے پہلے کی عبارت چھوڑ گئے جس کی وجہ سے مدعا مولانا مرحوم کا خبط کر دیا۔ آپ کا دعوی اس جگہ بصرف بیان مفہوم مطابقی خاتم بالذات کا تھا تو اس میں کسی طرح کا نقصان اس فرق سے نہیں آتا اگرچہ فرض فرق محال ہے اور صفحہ کی عبارت تو بھی ناقص نقل کی کہ مولانا مرحوم کا مدعا بالکل ہی خبط کر گئے اور ختم زمانی کے انکار کا الزام لگا دیا۔ حالانکہ اس کے بعد ہی یہ عبارت موجود ہے۔ **قولہ** بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے خاتم زمانی خواہ بالمطابقہ یا بالالتزام اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ اور پھر عبارات ناقص نقل کرنے کے باوجود بہت سے لفظ اڑا دیئے صفحہ کی عبارت میں بجائے بلکہ اگر بالفرض کے بجائے بلکہ بالفرض۔ اور صفحہ ۲۸ کی عبارت میں بعد زمانہ نبوی صلعم کی جگہ صرف بعد زمانہ نبوی اور [illegible] کو درمیان سے اڑا دیا۔ اور تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ کی جگہ تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اور لفظ پھر کو درمیان سے اڑا دیا اور صفحہ کی عبارت میں پانچ لفظ اڑا دیئے (۱) مو (۲) صلی اللہ علیہ وسلم (۳) آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد (۴) ہوگا (۵) زمانی۔ عبارات منقولہ کو اصل سے ملاؤ تاکہ خاں صاحب کی دیانت واضح ہو جائے۔ **مسلمانو** یہ ہے خاں صاحب کی دیانت کہ اسی کو کمال جانتے ہیں اور اسی پر فخر کرتے ہیں۔ نہ آخرت کا خوف ہے نہ خدا کا ڈر۔ اور مؤلف تحقیقات شاہجہانپوری تو بیچارے اندھی تقلید میں پھنس گئے ہیں کیا کریں مگر پھر بھی حضرت نانوتوی قدس سرہ کو اپنے پیر و استاد مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب رامپوری مرحوم کی زبانی [illegible] سن کر تکفیر نہیں کرتے اور رسالہ [illegible] میں فرماتے ہیں کہ میں مولوی قاسم صاحب کو کافر نہیں کہتا مگر یاد رہے کہ آپ کے مسلم عالم اہلسنت کے نزدیک تو آپ اور آپ کے استاد و پیر دونوں کافر ہو چکے کیونکہ ان کے نزدیک جو مولانا نانوتوی مرحوم کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ لہذا جو کافر کہنے سے صاف انکار کرے وہ اشد کافر ہونا چاہیئے۔ وما علینا الا البلاغ۔

تنبیہ: حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی مثنوی شریف دفتر ششم صفحہ ۹۶ میں خاتم النبیین کے یہ معنی بعینہ تحذیر الناس کی طرح بیان فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

بہر این خاتم شد است او کہ بجود — مثل او نے بود و نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد استاد دست — نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

(۲) سبحان القدوس

حضرت قطب الوقت محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ کے ذمہ یہ بہتان جڑا گیا ہے کہ آپ ایک فتوی میں لکھتے ہیں کہ خدا جھوٹ بولتا ہے اور جو شخص خدا کو جھوٹا کہے اس شخص کو فاسق بھی نہ کہو اور فوٹو گراف فتوی کا موجود ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ جواب حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی تصنیف میں موجود اور نہ ان کے کسی معتقد اور مرید اور تلمیذ کو معلوم اور نہ کبھی کسی نے نشانہ دیکھا وہ آپ کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور جعلی فتوی بنا لینے سے کیسے ثابت ہو سکے گا یہ ایک ایسی جھوٹی نسبت اور بہتان بندی حضرت مولانا کی طرف کی گئی ہے کہ جس کا کبھی کسی کو خواب و خیال بھی نہ ہوا تھا اور نہ ہو۔ خود حضرت مولانا فتاوی رشیدیہ جلد اول ص۱۱ میں ایسے شخص کو کافر و زندیق تحریر فرماتے ہیں

جواب — ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک اور منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے معاذ اللہ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب نہیں ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث اور اجماع کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثلاً فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ حق تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دیوے عاجز نہیں ہو گیا قادر ہے۔ اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کریگا۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ ولو شئنا لآتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا اور سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار فعال لما یرید ہے یہ عقیدہ تمام علماء امت کا ہے۔ چنانچہ بیضاوی تحت تفسیر قولہ تعالیٰ ان تغفرلہم الآیۃ لکھتا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضے وعید کا ہے ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اس کی وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ واللہ اعلم بالصواب

رشید احمد

مہر مفتی حنفیہ مکہ معظمہ	مہر مفتی شافعیہ مکہ معظمہ	مہر مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ	مہر مفتی حنابلہ مکہ مکرمہ

یہ فتوی عربی ہو کر مکہ معظمہ میں بھی گیا جو بعینہ ص۱۱۳ میں منقول ہے اور اسکی تصدیق چاروں

وجہ یہ عقیدہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے قال اللہ تعالیٰ ما کان اللہ لیعذبہم
وانت فیہم الآیۃ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
دنیا میں ان پر عذاب نازل نہ فرمائے گا۔ اور آیت ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا الآیۃ یعنی اللہ
تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرنے پر قادر ہے۔ عاجز نہیں ہے پس اس خبر کی وجہ سے دنیا میں عذاب
بیشک بوجہ خبر گذشتہ نہ آئے گا مگر آیت ثانیہ سے اس کا قدرۃ الٰہی میں داخل ہونا معلوم ہوا۔ اور اس
عقیدہ حقہ پر امکان کذب کا الزام معتزلہ بھی اہل سنت پر لگا چکے ہیں جس کا جواب اہل سنت کی طرف
سے شرح مواقف میں یہ ہے مع انہما ممنوعۃ کیف وہما ای الکذب والخلف من الممکنات
التی تشملہا قدرتہ تعالیٰ اور ضمیمہ سلم الثبوت میں ہے انا لا نسلم امتناع الکذب علی اللہ
تعالیٰ و امتناع اظہار المعجزۃ علی ید الکاذب امتناعاً عقلیاً لانہما من الممکنات
وقدرتہ شاملۃ انتہی اور شرح مختصر الاصول میں ہے ولا یلزم الکذب اذ لو وقع
خلاف الخبر یلزم الکذب ولا نقول بوقوعہ بل بامکانہ وھو لا یستلزم الوقوع
انتہی۔ اور منہاج السنۃ میں ہے قال الجمہور وھو قول کثیر من اصحاب ابی حنیفۃ
ومالک والشافعی واحمد وغیرہم ان الظلم مقدور فکان الجمہور قالوا ان خلف
الوعد جائز ممکن وان کان اللہ لا یخلف وعدہ ابداً [illegible] انتہی اور شرح مواقف میں
اس مسئلہ کو اسی طرح جس جگہ ذکر کیا ہے مسامرہ میں بھی تفصیلاً مذکور ہے۔ تقریر الاصول شرح
تحریر الاصول میں محقق ابن ہمام صاحب فتح القدیر اور ان کے تلمیذ ابن امیر الحاج رحمہما اللہ نے اس
مسئلہ کو اور یہ کہہ کر رائے اکابر اہل علم اور معاشر اہل سنت اشاعرہ و ماتریدیہ کی ہے نہایت تحقیق و صفا
سے بیان کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بعض لوگوں نے جو درمیان اشاعرہ و ماتریدیہ کے اس مسئلہ میں اختلاف
ثابت کیا ہے وہ محض نزاع لفظی ہے اور اس کی تقریر فرمائی ہے علامہ گلنبوی نے حاشیہ شرح عقائد
جلالی میں اس مسئلہ کی پوری تقریر کی ہے اور جمہور اشاعرہ کا یہی مذہب ثابت کر کے دکھلا دیا ہے
کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس مسئلہ میں مخالف مذہب نہیں ہے علاوہ اس کے اور بھی کتابیں
علم کلام کی اس مسئلہ کی توضیح کر رہی ہیں کہ ممتنع اور محال بالغیر ہے نہ امتناع ذاتی مگر اعتماد کے واسطے
یہ کتب مذکورہ بھی کافی ہیں اگر زیادہ تحقیق منظور ہو تو جہد المقل و دونوں نقول کو ملاحظہ کریں۔ البتہ ہمارے
علماء امکان کذب کے لفظ کو ایہام سوء ادب کی وجہ سے بے ضرورت اطلاق کرنے کو منع فرماتے ہیں
جیسے لفظ خالق الخنازیر والقردۃ والقاذورات وغیرہا کے اطلاق کو منع کیا جاتا ہے بوقت ضرورت یہ مجبوری ہیں

دراصل تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پر یہ بحث چھڑی ہے وہ عبارت یہ ہے "اللہ صاحب وہ قادر مطلق ہے کہ اگر چاہے تو ایک آن میں کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل پیدا کر ڈالے" اور کما قال اسی پر پیر پرستوں کی علماء میں معقولیوں نے یہ اعتراض کیا کہ اللہ جل شانہ ہرگز آپ کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے آپ کا نظیر محال بالذات ہے اور معتزلیوں سے سیکھ کر یہ دلیل پیش کی کہ قرآن میں آپ کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔ اگر آپ کے مثل ممکن ہو تو امکان کذب باری تعالیٰ لازم آتا ہے اور دوسرے تکذیب نص لازم آئے گی اور یہ محال پس آپ کی نظیر بھی محال ہے کہ مستلزم محال کا محال ہوتا ہے۔ لہٰذا امکان نظیر کا عقیدہ کفر ہے۔

اہل حق نے یہ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ حضور علیہ السلام کے مثل پیدا کرنے پر قادر ہے عاجز نہیں ہے کیونکہ آپ کے مثل ممکن بالذات ہے۔ خدا کی قدرت میں داخل ہے۔ ہاں اپنے وعدہ کے مطابق آپ کے مثل ہرگز ہرگز پیدا نہ کرے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔ لہٰذا محال بالغیر ہے۔ محال بالذات جو قدرت کے تحت میں داخل نہ ہو کیونکہ جب ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ممکن ہے واجب اور ممتنع نہیں تو آپ کی نظیر بھی ممکن ہے کہ نظیر ممکن کی ممکن ہی ہو سکتی ہے۔ واجب بالذات یا ممتنع بالذات ممکن بالذات کی نظیر نہیں ہو سکتی چنانچہ حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ بعینہٖ تقویۃ الایمان کی طرح مکتوب ۲۶ میں تحریر فرماتے ہیں "اگر خواہد در ہر لحظہ صد ہزار چون محمد پیدا گرداند" ان پر بھی کچھ فتوی لگائیں اور فلسفی معتزلی دلائل کا جواب اہل حق نے وہی دیا ہے جو اہل سنت معتزلیوں کو ہمیشہ سے دیتے آئے ہیں۔

اس مسئلہ میں بعض شبہوں کے مختصر جوابات

واضح ہو کہ کلام نفسی صفت ازلی و قدیم غیر مختار ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور کلام لفظی باتفاق اشاعرہ و ماتریدیہ حادث ہے۔ (دیکھو فتاوی عزیزیہ صفحہ ۱۳۹) اور شرح مواقف میں ہے مقتضیہ کلامنا اللفظیا و نعترف بحدوثہ انتہی۔ اور شرح عقائد نسفیہ میں بھی اسی طرح مفصل موجود ہے اور اسی میں بحث ہے۔ انزال اور تنزیل فعل الٰہی ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا اور افعال الٰہی سب مقدور ہیں شرح مقاصد میں نظام معتزلی کا عقیدہ لکھا ہے المذکورون لشمول قدرتہ طوائف منھم النظام واتباعہ القائلون بانہ لا یقدر علی الکذب والظلم اور شرح مواقف اور شرح عقائد نسفیہ وغیرہ میں بعرفۃ ابوالقاسم بلخی معتزلی کا یہ عقیدہ لکھا ہے قالوا لا یقدر علی مثل فعل العبد۔ اور شرح مواقف میں فرقہ اسواریہ کا یہ عقیدہ لکھا ہے۔ ان اللہ لا یقدر

علی ما اخبر به من عدم ایمانه لو علم بعبده ولا نقصان قادر علیه لیکن اہل سنت وجماعت
ان سب یعنی کذب اور ظلم پر اور مثل فعل عبد پر اور خلاف خبر وخلاف علم پر اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے
تھے اور ہر فعل الٰہی اور ہر فعل عبد جو راجع صفت فعل کی طرف ہو سب کو مقدور اور سب پر قدرۃ ثابت
کرتے ہیں۔ چنانچہ متکلمین نے تمام صفات سلبیہ کو جن سے تنزیہ باری تعالیٰ ضروری ہے۔ باوجود غیر متناہی
ہونے کے تین اقسام راجع الی الذات۔ راجع الی الصفات۔ راجع الی الافعال پر منقسم کیا جیسا کہ امام
فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے اقسام السلوب بحسب الذات وبحسب الصفات
وبحسب الافعال غیر متناہیۃ چونکہ ذات انبیاء اور اس کی صفات حقیقیہ دائرہ قدرت
سے باہر ہیں لہٰذا ان سلوب کو جن کے تحقق سے ذات وصفات خداوندی میں تغیر لازم آتا تھا قابل
مقدوریت نہیں سمجھا اور افعال الٰہی چونکہ مقدور ہیں لہٰذا ان سلوب کو جو راجع الی الافعال ہیں
تحت قدرت اور اختیار اور ممتنع الصدور قرار دیا اور ایسے افعال عباد کو جو مستلزم تغیر ذات وصفات
الٰہی نہ ہوں مقدور اور سب الٰہی کو مقدور اور جو ان میں قبیح تھے وہ مقدور ممتنع الصدور ہیں تو خاں صاحب
نے بے سوچے سمجھے بہکا دیا اور غلط الزام کے بہانہ کس قدر اللہ جل شانہ کو برے لے کر بے نقط سنایا
ہے۔ نانی۔ مرزائی۔ ابلیکا۔ ڈاکو۔ شرابی کٹھیل۔ عیبی۔ سوتا ہے۔ اونگھتا ہے۔ بہکتا ہے۔ بھولتا ہے محتاج
ہے۔ تھکتا ہے۔ مخلوق سے ہار جاتا ہے۔ کھاتا ہے۔ بھیک مانگتا ہے۔ اس کے جورو اور ماں باپ ہیں۔
لونڈیوں سے حلال کرتا ہے۔ بچے جنتا ہے۔ مرتا ہے۔ اچھلتا ہے۔ کودتا ہے۔ کلائیں کھاتا ہے۔ دیکھتا
ہے۔ بیچ لیتا ہے۔ بہنتا ہے۔ بجلی کی طرح چھپلتا ہے۔ مرد بھی ہے عورت بھی ہے خنثیٰ بھی ہے لواطت
کرتا ہے۔ مفعول بھی بنتا ہے۔ مخنث مخنث کو پنج ناچ دکھاتا ہے وغیرہ وغیرہ (قصیدہ الاستمداد وغیرہ)
معاذ اللہ معاذ اللہ۔ خاں صاحب نے اس کلیہ کو نہ سمجھا کہ مثل فعل عبد جو راجع صفت فعل کی طرف
ہو خدا تعالیٰ قادر ہے ورنہ عبد کی قدرت خدا کی قدرت پر زائد ہو جانے کی سناس فعل پر جو راجع
الی الذات والصفات ہو علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی حاشیہ شرح مواقف مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں
اذ لو کان ممتنعا لذاتی بالذات لما وقع الکذب من احد فهو ممتنع بواسطة انه
متناف لکماله تعالیٰ فیکون ممتنعا بالغیر والامتناع بالغیر لا ینافی الامکان الذاتی انتہیٰ
اور بعض علماء اہل سنت نے امکان صریح باری تعالیٰ پر معتزلہ وغیرہ کے خلاف یہ حجت پکڑی بناءً علیہ الحجۃ
علی جواز الرؤیۃ لانه لو امتنعت رؤیته لما حصل التمدح بنفیها عنه اذ لا تمدح
بالمعدوم وصاحب شرح مواقف شرح عقائد نسفی نے اس حجت پر علامہ خیالی نے لفظی نقض وارد کیا

کہ یہ کلیہ صحیح نہیں کہ محال بالذات کی نفی سے تمدح حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ ممکن اور مقدور کی نفی ہو جبکہ اس میں علو شان ہو مدح حاصل ہوتی ہے کیونکہ نفی ولد وغیرہ سے اللہ کی مدح کی جاتی ہے حالانکہ ممکن اور مقدور نہیں اس لئے یہ کلیہ صحیح نہیں ہے۔ لیکن علامہ خیالی نے ان متکلمین علماء اہل سنت کو نہ کافر بنایا نہ تشنیع کی اور نہ اب تک جس قدر علماء کرام گذرے ہیں کسی نے بھی زبان درازی کی لیکن خاں صاحب نے خیالی سے اخذ کر کے وہ کفر کا فوارہ اڑا دیا کہ خدا کی پناہ۔ اور اس بہانہ سے اللہ جل وعلا کو وہ مغلظات سنائیں کہ العظمۃ للہ۔ حالانکہ جو کلیہ مسئلہ ثبوت تنہا میں بخوبی جیسپاں ہے اور علماء شیعہ نے رسالہ بکروزی میں اور مجوزین متکلمین نے یہاں مراد لیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ سلوب جو راجع الی الافعال ہیں ان کی نفی سے باوصف قدرۃ تمدح ہے۔ اگر قدرۃ نہ ہو تو اس کی نفی کرنے سے کچھ بھی مدح نہ ہوگی اور یہ نزد جمیع عقلاء مسلم ہے۔

عدل۔ لطف۔ صدق کا شمار صفات اضافیہ میں ہے جو لوازم ذات ہونے کی وجہ کر واجب بالذات نہیں ہیں بلکہ ممکن واجب بالغیر ہیں۔ مکتوب مجدد صاحب قدس سرہ ملکاتہ ۲ میں ہے "این وجوب کہ از زوال طرف عدم در ممکن پیدا شدہ است وجوب بالغیر است کہ منافی امکان است" نہ وجوب بالذات۔ انتہی۔ اگر صدق کو واجب بالذات غیر مقدور سمجھ لیا جائے اور چونکہ خدا تعالیٰ فعال بھی ہے تو فعل بھی واجب بالذات غیر مقدور ہوا یعنی فعل بھی صفت ہے جس کی وجہ سے فعال کہا جاتا ہے تو مخالفین کے نزدیک کوئی فعل بھی اختیاراً صادر نہیں ہوگا۔ پس ایسی صورت میں جناب باری محض عاجز ہو جائیگا کہ کسی فعل پر قادر نہ کسی چیز پر یہ فرقہ اسماعیلیہ کا مذہب ہے (دیکھئے تحفہ اثنا عشریہ) اور بیشک صدق کلام نفسی علت اور کلام لفظی کا صدق معلول ضرور ہے۔ لہٰذا زوال معلول سے اگرچہ زوال علت لازم آسکتا ہے مگر امکان زوال معلول سے زوال علت کا امکان ہرگز ہرگز لازم نہ آئے گا۔ ورنہ امکان زوال معلول اول سے امکان زوال واجب تعالیٰ بھی ماننا پڑے گا۔ جو کہ اور بھی فتنہ عظیم ہوگا تو سوءت ہے صدور بعض الفضلاء الاعلام۔

(۳) توضیح عبارات البراہین القاطعہ

اول معلوم کرنا چاہیئے کہ جمیع علماء اہل سنت والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں حقیقتاً زندہ ہیں کھاتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں مانند مثل شہداء کے بلکہ اچنانچہ شیخ قدس سرہ نے شرح مشکوۃ میں تحریر فرمایا ہے حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست حیات

در قبور خود جسمانی زندگی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہدا راست انتہی۔

پھر علمائے محققین نے تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بیشک زندگی کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہیں ان کو وہاں سے نقل نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بغیر نقل کئے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون یعنی انبیاء علیہم السلام (الخ) اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ بعض علماء کو اس میں کچھ تردد ہے جس کا شیخ نے جذب القلوب میں خوب جواب دے کر قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کا قبور میں رکھا جانا معائن اور مشاہد ہے اور اصل باقی رہنا ہے اپنے مکان پر منتقل ہونا جب تک کہ کوئی دلیل قطعی اس کے خلاف ہو۔ خواہ حقیقت ثانی نہیں ہوئی۔ پس ثابت ہوا کہ جس حیات کا کہ ثبوت ثابت ہوئی ہے۔ وہ قبور میں ہوئی نہ سماوات میں۔ اور پھر جو حدیث علامہ قونوی نے نقل کی ہے اس حدیث کو محققین اہل حدیث اور شراح نے ضعیف لکھا ہے اور اس سے ایک وہی کو معلول کیا ہے۔ انتہی۔ اور تمام جمہور علماء اہل سنت والجماعت نے اتفاق کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام ملائکہ کے ذریعے سے پہنچایا جاتا ہے۔ اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ نائیا أبلغتہ۔ اور ابن حجر کی شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں اذا صلی وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعا حقیقیا و یرد علیہ من غیر واسطۃ وان صلی وسلم علیہ من بعید لا یسمعہ إلا بواسطۃ یدل علیہ احادیث کثیرۃ۔ انتہی اور شیخ عبدالحق ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں سلام زائران نفس شریف خود بے واسطہ سماع فرمایند و رد سلام نمایند و دیگراں بوساطت ملائکہ سیاحین بود۔ انتہی۔ اور امام احمد مجتہد تقی الدین السبکی نے اپنی کتاب شفاء السقام میں اس کے علاوہ بہت سی احادیث نقل فرمائی ہیں۔ ان تمام احادیث کا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک جماعت ملائکہ سیاحین فی الارض کی اللہ عزوجل نے اس لئے مقرر کی ہے کہ میری وفات کے بعد میرے امتی کے درود و سلام مجھ تک پہنچائیں۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس آکر درود و سلام مجھ پر کہتا ہے میں خود بلا واسطہ سن لیتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور جو دور سے درود و سلام بھیجتا ہے اس کو خود تو نہیں سنتا لیکن فرشتوں کے ذریعے اس کو میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے لیکن حضور علیہ السلام نے کہیں نہیں فرمایا کہ میں خود وہاں تشریف لے جاتا ہوں۔ باوجود اس کے ان بدعتیوں کا احادیث نبوی کے خلاف

اسی طرح اور اسی حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرے میں نہیں ہوتی تو خصوصیت
کے معنی یہ ہیں توحید فی ہو ولا توحید فی غیرہ۔ اور روئے زمین پر کل جگہ حاضر ہونا تو کچھ خاص
مخصوص خدا کے ساتھ نہیں بلکہ ملک الموت ہر جگہ قبض ارواح کے لئے اور شیطان اغوا بنی آدم
کے لئے ہر جگہ موجود ہے اور یہ صفت اور علم ان کو حاصل ہے تو پھر حضور علیہ السلام جو تمام
مخلوقات سے افضل اور اعلیٰ ہیں ان کو یہ صفت اور یہ علم حاصل نہ ہوں۔ اگر ہر جگہ خصوصاً ہر مجلس
مولود میں موجود ہوں تو کیا بعید ہے۔ (ملخصاً) دیکھو فقط قیاس سے ثابت کرنا چاہا ہے نہ کوئی آیت
قطعی نہ حدیث متواتر نہ مشہور نہ خبر واحد پیش کی اگر کوئی آیت یا حدیث ہوتی تو ضرور پیش کرتے۔
حضرت مولانا سبحان(?) نوری دام مجدہ نے اول اس اعتراض پر مواخذہ فرمایا اور پھر قیاس کو رد
کر کے فیصلہ فرمایا ہے۔ مواخذہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مقرب ہے کہ مؤلف صاحب شرک میں
مبتلا ہوا چاہتے ہیں کیونکہ مؤلف کی تحریر سے اُس کا یہی عقیدہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی کوئی
صفت دوسرے کو اگر کماً کیفاً مساوی ثابت کرے گا تو شرک ہوگا اور اگر کوئی صفت حق تعالیٰ کی
بندہ میں ثابت کرے لیکن کماً کیفاً مساوی نہ ہو تو شرک نہیں جیسے ظلی طور پر ثابت کرنے سے شرک
نہیں ہوتا۔ حالانکہ عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندہ میں کسی طرح نہیں
ہو سکتی اور جو بندوں کو صفات ثابت کرتا ہے وہ ظل کہلاتا ہے یعنی صفت حق سبحانہٗ کی نہیں کیونکہ
صفت باری تعالیٰ ذاتی حقیقی ہے اور بندہ میں ذاتی ہو نہیں سکتی بلکہ ظلی ہوگی اور یہ حق تعالیٰ
کی صفت نہیں اور پھر اس میں کماً کیفاً مساوات صفت الٰہی کی بھی شرط نہیں بلکہ مطلقاً صفت
ذاتی خاصہ خداوندی ہے۔ اور ان اشیاء کو جو صفت حاصل ہے وہ بھی ذاتی نہیں بلکہ عطا کردہ
ہے اور جو کچھ عطا کیا گیا اس سے ذرہ برابر بھی زائد ذاتی طور پر ثابت کر دینا شرک ہوگا۔ الغرض مولوی
عبدالجبار صاحب مرحوم نے صاف تصریح کردی اور وجہ شرک یہ بیان فرمادی تھی کہ اللہ سبحانہٗ
نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی اپنی صفت کی اضافت سے صاف معلوم ہے
کہ مطلقاً صفت خداوندی غیر اللہ کو ثابت کرنا شرک ہے لیکن مولوی عبدالسمیع صاحب مرحوم
کو وجہ شرک میں یہ کلام ہے کہ صفت الٰہی کو غیر اللہ کے لئے مطلقاً ثابت کرنا شرک نہیں بلکہ الصفت
الٰہی کو ثابت کیا جائے مگر کماً کیفاً مساوی نہ ہو تو شرک نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت جس طرح
اور جس حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہ ذاتی محیط علی کل شئی ہے۔ پس اثبات
شرک کے لئے کماً کیفاً مساوات صفت الٰہی ضروری ہے ذاتی غیر محیط کی صورت میں شرک نہیں

ہوگا جیسے ظلی طور پر شرک نہیں ان کی عبارت موجود ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی
صفت ذاتی کی اضافت سے صاف ظاہر ہے ورنہ مولوی عبد الجبار صاحب مرحوم کی اس تحریر پر
قولہ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی۔ انتہی۔ اعتراض کرنے کے کیا معنی
اور پھر مولوی عبد السمیع صاحب مرحوم بھی **قولہ** اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتی سے مواخذہ کرکے ثابت
کرتے ہیں اور اگر ان اوصاف کو جو ضمنوں کو عنایت کرتا ہے یعنی ظلی کو اللہ سبحانہ کی صفت قرار دیتے
ہیں تو اور بھی زیادہ کج فہمی پر دال ہے۔ فتفکر۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مولوی عبد السمیع صاحب نے اپنے اس مواخذہ میں اللہ
تعالیٰ کی صفت اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور صفت سے
صفت ذاتی مراد لی ہے تو لازم آتا ہے کہ ذاتی غیر محیط علمی کل شی کی صورت میں شرک نہیں ہے اور
شیطان ملعون وغیرہ کے لئے صفت ذاتی غیر محیط تسلیم کی ہے جو کہ کیفاً مساوی نہیں ہے فہو باطل
اور اگر صفت ظلی مراد لی جائے تو صرف مثال تو صحیح ہوئی رکن اول تو یہ صفت الٰہی نہیں اور نہ یہ
صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے بلکہ محال ہے۔ صفت ظلی اس لفظ سے کیسے سمجھ میں آئی
نہایت تعجب ہے اور پھر اس کو نقض دلیل میں کیا دخل ہے۔ سو دلیل پر کیسے نقض ہوگا۔ یہ تو دعویٰ ہی
دوسرا بن گیا اور انفصال ہی بدل گیا۔ اگر انفصال وہی رہتا اور پھر رفع اسی انفصال کا ہوتا تو نقض بجا تھا۔
بھلا ایک انفصال دوسرے انفصال کی نقیض کیسے ہو سکتا ہے۔ مولوی عبد الجبار صاحب تو اثبات
صفت خداوندی کی تقدیر پر حکم لگاتے ہیں اور مولوی عبد السمیع صاحب اثبات صفت ظلی کی تقدیر
پر حکم دیگر لگاتے ہیں۔ ہذا ابعد من شأن العلماء فافہم ولا تزل فانہ مزال الاقدام۔

اب اس قیاس کا حال سنئے۔ پہلے یہ واضح ہو کہ مؤلف انوار ساطعہ کی عبارت متعلق
اعتراض بر مولوی عبد الجبار صاحب شیطان اور ملک الموت کے لئے صفت ذاتی کا ایہام دلاتی ہے
جو اصل مبحوث عنہا ہے اور جس کو کہ نقیض علیہ صفت ذاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھہرایا ہے ورنہ
یہاں اس کا کچھ موقع نہ تھا۔ اس کی تقریر ماسبق میں معلوم کر چکے۔ لیکن مولانا مدظلہ نے علی سبیل تنزل
بھی ان کی صفت کو صفت ظلی عطائی قرار دے کر پھر بھی اس قیاس کو باطل فرمایا ہے کیونکہ اصل
مبحوث عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کا اثبات کرنا ہے جیسے کہ مولوی عبد الجبار
صاحب کی دلیل شرک اور مؤلف انوار کے مواخذہ سے ظاہر ہے۔ چنانچہ عبارت براہین میں صاف خود
سے فرماتے ہیں احاطہ میں ہے قولہ شیطان کو جس قدر وسعت دی اور ملک الموت کو اتنا اور وسعت دی

قولہ اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی الخ وغیرہ وغیرہ یعنی ان بعض جزئیات حادثہ کا علم ان دونوں کو ذاتی نہیں بلکہ باعطاء اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ لفظ دیدینے کا متعدد جگہ موجود ہے۔ پھر ان کے صفت علمی کو مقیس علیہ صفت ذاتی رسول اللہ صلعم کا ٹھیرایا ہے یہ بعینہٖ جیسے کہ خاں صاحب سمجھ گئے کہ شیطان کے لئے تو شرک نہ ہو اور حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کیا جائے تو شرک ٹھیرے۔ عمدۃ العلماء والتقی مولانا مدظلہ نے اس قیاس کو رد کر کے اس بحث میں دو شق پر بحث کی ہے اور ان دو شقوں میں اس طرح فیصلہ فرمایا ہے۔ اوّل علم ذاتی کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنے کا عقیدہ رکھنا جو اصل مدعا مولانا عبد الجبار صاحب مرحوم کا ہے۔ ثانی علم عطائی ظلی کا۔ اول شق کو شرک کہا ہے کہ صرف یہ خیال کر کے کہ آپ افضل الخلق اور اشرف الانبیاء ہیں۔ اور حضرت ملک الموت وغیرہ سے بہت افضل ہونے کی وجہ سے ان کے برابر جو ان کو عطا کیا گیا ہے یا ان سے زیادہ بلکہ ان سے کم بھی اگر علم غیر عطائی ذاتی کا حصول مان لیا جائے تو شرک ہے۔ کیونکہ علم غیر عطائی ذاتی مطلقاً خاصہ خداوندی ہے۔ اور شق ثانی کو بھی بغیر ثبوت شرعی کے محض عقلی ڈھکوسلوں سے یا کسی جہالت سے باعطاء اللہ تعالیٰ ظلی طور پر ثابت کر کے عقیدہ جمالینا شرک تو نہیں لیکن بدعت اور معصیت ہے۔ چنانچہ آپ تصریح فرماتے ہیں انتہا۔ نک خوب غور سے ملاحظہ ہو۔ قولہ (۱) تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ بھر بھی زیادہ علم (وہ غیر عطائی ذاتی ہی ہوگا) ثابت کرنا شرک ہے۔ سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے۔ (۲) اور مسئلہ مشہور بحر الرائق اور عالمگیریہ اور مختار وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی نکاح کرے بشہادت حق تعالیٰ اور فخر عالم علیہ السلام کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پس فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم غیب (اور صرف مجلس نکاح کے اعتقاد حضوری) میں کافر لکھا ہے۔ (کیونکہ یہ علم اور صفت بھی غیر عطائی ہے کہیں ثابت نہیں کہ فعل نکاح میں حضور صلعم تشریف لاتے ہیں۔ (۳) ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم (اللہ نے) دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے (غیر عطائی ذاتی) ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔

(۴) اگر فضیلت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہے تو مؤلف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کے برابر تو

علم غیب بزعم خود ثابت کردیوے الخ

(۵) اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہوجائیں بلکہ قطعی ہیں قطعیات
نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔ (چنانچہ شرح عقائد نسفیہ میں ہے کہ لا عبرۃ
بالظن فی باب الاعتقادیات) دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ جب دیکھو
فاضل بریلوی کا یہ کہنا کس قدر غلط ہے کہ مولانا مدظلہ نے اپنے اس دعویٰ لغویہ کے اثبات کے لئے صرف
ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے جو شیخ دہلوی نے اس حدیث کو
بے اصل بتلایا ہے۔ حالانکہ یہ روایت اگرچہ باعتبار اسناد بے اصل ہے لیکن بوجہ دلائل اُخر قطعیہ صحیح
مقبول المعنی ہونے میں کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ پس بحسب المعنی یہ حدیث بھی قابل احتجاج ہے چنانچہ
خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ جلد اول باب صفۃ الصلوٰۃ آخر فصل ثالث میں بلا جرح نقل فرما کر اپنے
دعوے کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ پھر کیا مولانا مدظلہ نے اپنے دعویٰ کو اسی پر منحصر رکھا ہے۔ افسوس۔

اب اس کے بعد ملفنا لعرفیہا عبارت دیکھئے۔ الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و
ملک الموت کا حال دیکھکر (یعنی ان کو جو بعض جزئیات حادثہ دنیاویہ کا علم کہ جن سے ان کا مقصد
اغوا اور قبض ارواح حاصل ہو جاتا ہے اور اسی کے لئے پیدا ہی کئے گئے ہیں اس پر قیاس کرکے کہ علم محیط
زمین فخر عالم کو (یعنی علم غیر عطائی ذاتی جس کو محیط ہونا لازم ہے تا کہ روئے زمین میں جہاں کہیں مجلس مولود
ہو وہاں آپ تشریف لائیں۔ ناظرین لفظ علم محیط زمین دیکھکر اس کو شیطان اور ملک الموت کی طرف
منسوب کرکے یہ نہ سمجھ لیں کہ صاحب براہین دونوں کے لئے جملہ جزئیات ارضیہ حادثہ کے علم کے قائل
ہیں یہ مخصوص باری تعالیٰ کے ساتھ نہیں) خلاف نصوص قطعیہ کے (جو در بارہ علم غیب غیر عطائی
ذاتی بکثرت موجود ہیں) بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے (غیر عطائی طور پر) ثابت کرنا شرک نہیں
تو کون سا حصہ ایمان کا ہے شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت (دیکھو اس جملہ سے بھی ہی لفظ
یہ وسعت موجود ہے جس کا اشارہ المعہود کوئی ہے یعنی ملک الموت کا متعدد جگہ حاضر ہونا قبض ارواح
کے لئے اور شیطان کا اغوا کے لئے کہ ان ہی امور کے لئے یہ پیدا کئے گئے ہیں) نص سے (یعنی عطائی
قطعی طور پر) ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم (غیر عطائی ذاتی یعنی چونکہ قرآن و حدیث کی ان جزئیات
حادثہ دنیویہ مخصوصہ کا علم اور جیسا کہ متعدد جگہ میں صفت حضوری کا اعطاء اللہ تعالیٰ نے ثابت نہیں تو ان
جزئیات حادثہ دنیاویہ کا علم اور یہ صفت حضوری غیر عطائی ذاتی) کی کون سی نص قطعی ہے (یعنی
حضور کو ہر مجلس روئے زمین کا علم تفصیلی ہونے اور ہر مجلس مولد میں تشریف لانے کے متعلق کون سی

میں بحث ہو رہی ہے کہ جس سے تمام نصوص (علم وصفت غیر عطائی ذاتی) کو رد کر کے ایک شرک ثابت
کرنا ہے اور خاص کی تعریفات تہذیب منطق پڑھ کر فوسفے یاد کر کے بے تہذیبی عقیدے کی اختیار
کی تکفیر فہم سے ما تحار اشرف ہو تو بہت دور ہیں۔ خاص حق تعالیٰ کے علم کا یہ ہے کہ اس کا علم ذاتی حقیقی ہے
کہ جس کا لازم اعتراض نفی کلیہ ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی کس قدر عطائی حق تعالیٰ کی طرف سے
مستفاد ہے نیز اسی طرح علیین میں روح مبارک علیہ السلام کے تشریف رکھنا اگر ہر مجلس کے علم تفصیلی
ہونے کے بعد تمام مجالس میں آن واحد میں سب جگہ تشریف لائیں کیونکہ بحث مجالس مولد میں آپ کی تشریف
آوری کے اور ان امکنہ متعددہ کے علم تفصیلی کے متعلق ہے) اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے
ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم (غیر عطائی ذاتی) آپ کا ان امور میں (دیکھو یہاں بھی الفاظ ان سے اشارہ
کیا ان عبارات سے واضح ہو گیا ہوگا کہ گفتگو خاص علم میں ہو رہی ہے نہ مطلق علم میں) ملک الموت
کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ الخ پھر آگے چند سطر بعد صاف طور سے فرماتے ہیں۔ **قولہ** یہ بحث
اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ جہلا کا یہ عقیدہ ہے
اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دیکر حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے اس
پر عقیدہ درست بھی نہیں اور بدون حجت ایسی بات کو عقیدہ کرنا موجب معصیت کا ہے۔ انتہیٰ۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مدظلہ فقط علم غیر عطائی ذاتی کو شرک فرما رہے ہیں
اور با عطاء اللہ سبحانہ کے مجالس کا علم تفصیلی اور تشریف آوری کو فی نفسہ جائز فرماتے ہیں۔ مگر بوجہ
عدم ثبوت نصوص خبر قطعیہ اس کے اعتقاد سے منع فرماتے ہیں۔ ناظرین کرام! اس عبارت
نے تو خاں صاحب کی عمر بھر کی کوشش کو یک لخت خاک میں ملا دیا۔ افسوس کہاں اس قدر اور
اس زور کا یہ دعویٰ تھا کہ براہین میں تصریح کی ہے کہ ابلیس لعین کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے
زیادہ ہے اور اس کے خلاف شرک ہے کہ تاویل تک باقی نہ تھی اور کہاں یہ کہ اشارۃً وکنایۃً بھی
اس نجس اور کفری مضمون کا پتہ نہیں مفاد ہونا کیا۔

تنبیہ:- یہ بھی واضح رہے کہ حضور فخر عالم علیہ السلام کو جو کمالات اللہ جل شانہ نے عطا فرمائے
ہیں ان کے مقابلہ میں ملک الموت وغیرہ کے یہ بعض جزئیات ارضیہ حادثہ دنیاویہ (کما فی تفسیر
فتح العزیز ص۳) کے کمالات جو اسی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے کچھ قدر نہیں رکھتے یہ کمالات
قدسی ہیں اور حضور کے کمالات اعزازی اور شرفی ہیں۔ اور جس قدر راقی مراتب نبوۃ اور کمالات
نبوۃ کے لئے لازم ضروری و لابدی اور موجب فضل تھے وہ کمالہا آپ کو حاصل تھے۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بحث ان بعض جزئیات ارضیہ حادثہ دنیاویہ کو محیط ہوتی ہے جن
کے متعلق حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتم اعلم بامور دنیاکم فرمایا ہے۔
اور علامہ نووی نے اس کی شرح میں اور حضرت قاضی عیاض نے شفا شریف میں اس حدیث کے
تحت میں لکھا ہے کہ جمیع علماء نے اتفاق کیا ہے کہ ایسے ویسے بعض امور دنیاویہ کو محیط کے عدم علم اور
وقوع خطا سے آپ کی شان رسالت میں کوئی عیب لازم نہیں آتا۔ اور ان امور کے نہ جاننے سے
علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں (جو کہ کروڑوں علوم شرعیہ وکمالیہ تامہ اور غیبیہ و جملہ علوم وغیرہ اور
معارفات وہبات ربانیہ اور دیگر تفصیلی اور شرعیہ معلومات کو شامل ہے کہ کوئی مخلوق نہ جن نہ فرشتہ
نہ بشر اس تک پہونچا نہ پہونچ سکے چہ جائیکہ ابلیس لعین) کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ شفا شریف کی
عبارت یہ ہے:۔ فاما ما تعلق منھا بامر الدنیا فلا یشترط فی حق الانبیاء العصمۃ من
عدم معرفۃ الانبیاء ببعضھا او اعتقادھا علی خلاف ما ھی علیہ ولا وصم علیھم فیہ
اذ ھممھم متعلقۃ بالآخرۃ وانبائھا وامر الشریعۃ وقوانینھا وامور الدنیا تضادھا
بخلاف غیرھم من اھل الدنیا الذین یعلمون ظاھرا من الحیاۃ الدنیا وھم عن الآخرۃ
غافلون۔ انتھی۔ اور پھر شفا شریف کے اسی باب میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو زمین و آسمان اور
اشراط ساعت اور ما کان و ما یکون وغیرہا کے تفصیلات کا علم ہونا شرط نہیں اور شیخ عبد الحق محدث
دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی الحدیث کے
تحت میں فرمایا ہے مراد عدم دریافت احوال عاقبت است چہ در دنیا و چہ در آخرت بطور وضاحت و
آخرت بتفصیل چہ علم باحوال غیب بتفصیل جز پروردگار تعالی را نباشد اگرچہ مجملاً معلوم است کہ عاقبت انبیاء
علیہم السلام بخیر است۔ انتہی۔ اور بخاری شریف میں ہے۔ فیقال لا علم لک بما احدثوا
بعدک انتہی۔ اور فتاوی عزیزی جلد اول ص [illegible] میں اعمال امت در جریدہ اعمال پیغمبر محسوب میشود
و آنحضرت فی نفسہ مستغنی اند از کسب این کمالات بحصول کمال ارتفاع منزلت معنی ایں قباحت ندارد
انتہی۔ اور ص [illegible] میں ہے آنحضرت را علوم اولین و آخرین بطریق اجمال حاصل بود چنانچہ در
صحاح ستہ وارد است کہ اوتیت علم الاولین والآخرین لیکن تصرف در علم کلام شاید بتوسط
شیخ ابو الحسن اشعری و شیخ ابو منصور ماتریدی آنجناب را حاصل شد ہمچنیں تصرف در علم فقہ بتوسط
حضرت امام اعظم و امام شافعی آنجناب را حاصل شد (ملخصًا)۔

لے لازم ہو کہ بعض علوم و خبراویہ کو محیط کے نہ جاننے سے انبیاء علیہم السلام کی شان رسالت میں

میں کوئی نقص لازم نہیں آتا کیونکہ اوصاف کمالیہ حقیقتاً فقط علوم اخرویہ و معارف دینیہ میں ہی منحصر ہیں
اور یہی علوم علوم کہے جانے کے مستحق ہیں اور علوم دنیاویہ کا علم ہونا کچھ نہیں ہے۔ علامہ کورانی رحمۃ اللہ
علیہ نے شرح صحیح بخاری باب العلم میں فرمایا ہے۔ ان العلم لا یطلق الا علی علم الشریعۃ و
لذا لو اوصی رجل للعلماء لا یصرف الا الی اصحاب الحدیث والتفسیر و
الفقہ۔ انتہی۔ اور جو چیز کہ خلاف شان نبوۃ ہو یا کمالات نبوۃ میں اس کی وجہ سے کوئی زیادتی
و مدح نہ ہو اس کا نقص قیاس فاسد سے ثابت کرکے اس پر عیب و کرنا طعن بے عقلی ہوگا۔ خود باری تعالیٰ
فرماتا ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ہم نے حضور علیہ السلام کو شعر نہیں سکھلایا کہ آپ کی
شان کے لائق نہ تھا۔ پس معلوم ہوا کہ بعض علوم دنیاویہ کا نہ جاننا انبیاء علیہم السلام کے کمالات میں
نقص نہیں ڈالتا۔ اگر کوئی رذیل شخص اس کو جانتا ہو تو اس کا انبیاء علیہم السلام سے اعلم ہونا لازم نہیں
آتا۔ دیکھئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہدہد کا یہ قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے احطت
بما لم تحط بہ یعنی مجھ کو ایسی چیز کا علم ہوا ہے کہ جس کا آپ کو علم نہیں ہوا۔ پس حضرت سلیمان
علیہ السلام کا اس جزئی کو نہ جاننا آپ کے علوم نبوۃ میں کوئی نقصان نہیں ڈالتا اور نہ ہدہد کو حضرت
سلیمان علیہ السلام سے اعلم کہہ سکتے ہیں اور نہ آپ کی کوئی توہین تصور کی گئی۔ کیونکہ بعض علوم رذیلہ
کا علم کوئی کمال نہیں جیسے شراب بنانے کا علم اور جوا کا۔ اور دیگر خبیث علوم، زمین کے کیڑے مکوڑوں،
مچھروں، درختوں کے پتوں، ریگ کے ذروں، دریا کی مچھلیوں، مینڈکوں اور دیگر حشرات الارض کی
تعداد شمار اور ان کی نقل و حرکات اور دیگر تفصیلات اور ماہیت کیفیات اور دیگر تمام مخلوقات کے بول و
براز اور ان کے کپڑوں کی پوری کیفیات کا علم۔ بفرض وجود ان اشیاء کا علم تو آپ کی شان کے لائق نہ ہوا اور
بیہودہ اور خبیث علوم اپنے قیاس فاسد سے ثابت کئے جائیں تو توہین نہ ہو معاذ اللہ حالانکہ حضرت
فاضل بریلوی خود ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۶۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔ سحر ایک ناپاک علم ہے۔ کیا یہ ناپاک
علم بھی دیا گیا معاذ اللہ۔ الغرض شان صاحب اللسان کی روایات بخلاف اتفاق جمہور علماء اپنے لئے
علوم رذیلہ ذلیلہ کو بھی آپ کے علوم مبارکہ قرینہ میں بعض اپنے قیاس فاسد سے داخل کئے دیتے ہیں
کہ کہیں ہر شے کے علم کے ثبوت میں کسر نہ رہ جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور زیادہ تعجب یہ ہے
کہ حضرات علماء راسخین کی نسبت تو یہ خبیث بہتان الزام لگایا۔ اور خود شیطان خبیث کے علم کو علم
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیع اقرار کرتے ہیں چنانچہ خالص الاعتقاد صفحہ ۔۔ میں اپنے عقائد میں سے
اس عقیدہ کی بھی صراحت کی ہے دیکھو قولہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع

نہیں ہے۔ انتہی یعنی وسیع تو ہے لیکن تر نہیں ہے کما قررنی الاصول فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس کے متعلق خود جناب مولانا مدظلہ کا فتوئی

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے جو عبارت براہین کی طرف منسوب کی ہے وہ میری عبارت نہیں ہے بلکہ افترا کیا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے میں اس سے بری ہوں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ایسے شخص کو کافر سمجھتا ہوں جو یہ مضمون بیان کرے کہ شیطان علیہ اللعن کا یا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے۔ یہ کفر یہ مضمون کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے براہین کی کسی عبارت میں مذکور نہیں ہے نہ کبھی مجھ کو وہم کبھی وسوسہ بھی اس کا نہیں ہوا کہ شیطان کیا، ولی فرشتہ بھی آپ کے علوم کی برابری کر سکے چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو۔ یہ عقیدہ جو خاں صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے کفر خالص ہے۔ اس کا مطالبہ خاں صاحب سے روز جزا ہوگا میں اس سے بالکل بری ہوں اور پاک وکفی باللہ شہیداً۔ اہل اسلام عبارات براہین کو بغور ملاحظہ فرماویں مطلب صاف اور واضح ہے۔ (مختصراً ملتقطاً) **خلیل احمد**

(۴) توضیح عبارت حفظ الایمان

ناظرین کرام - بخاری شریف جلد ثانی میں حدیث ہے کہ چند لڑکیاں دف بجا رہی تھیں۔ وفینا نبی یعلم ما فی غد یعنی ہم میں ایک نبی ہے جو آنے والے واقعات کو جانتے ہیں آپ نے منع فرمایا کہ ایسا مت کہو۔ اس حدیث کے تحت میں علامہ حافظ ابن حجر تصریح فرماتے ہیں فیہ کراھۃ نسبۃ علم الغیب لاحد من المخلوقین اور اسی حدیث کے تحت میں فرمایا انما انکر علیہا ذکر من الاطراء حیث اطلق علم الغیب وھی صفۃ تختص باللہ تعالیٰ انتہی یعنی اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ علم غیب چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت مخصوص ہے لہٰذا علم غیب کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا مکروہ ہے اس لئے آپ نے لڑکیوں کو منع فرمایا۔

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الطالبین ص۱۹ میں فرماتے ہیں **مسئلہ**:- اولیاء را علم غیب نباشد مگر از غیبات بطریق خرق عادات بکشف یا الہام آنہا را علم دہند و علم غیب مر اولیاء را گفتن کفر است قال اللہ تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب انتہی۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دلائل نقلیہ بے شمار ہیں کہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کی صفت مخصوص ہے۔ اور حضور علیہ السلام سے علم غیب کی نفی کرنا صاف

صاف مذکور ہے۔ لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ الآیۃ۔ وعندہ
مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو الآیۃ۔ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر
وما مسنی السوء الآیۃ وغیرہا من الآیات۔ ہاں البتہ مظہر علی الغیب یا مطلع علی الغیب یہ انبیاء
علیہم السلام کی صفت ہے اور اس کا اطلاق بھی جائز ہے۔ فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من
ارتضی من رسول الآیۃ۔ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من
یشاء الآیۃ۔ نہ کہ علم غیب کا اطلاق جائز ہے۔ کیونکہ غیب اطلاقات شرعیہ میں وہ پوشیدہ چیز ہے کہ
جس کو عقل دریافت نہ کر سکے اور نہ کسی واسطہ اور کسی کے معلوم کرانے سے معلوم ہو چنانچہ تفسیر بیضاوی
اور تفسیر کبیر وغیرہما میں ہے۔ المراد بہ الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بدایۃ
العقل وھو قسمان قسم لا دلیل علیہ وھو المعنی بقولہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب
لا یعلمھا الا ھو وقسم نصب علیہ دلیل الخ۔ اور تفسیر مدارک میں ہے والغیب ھو ما لم
یقم علیہ دلیل ولا اطلع علیہ مخلوق یعنی غیب وہ پوشیدہ چیز ہے جس کو عقل نہ پا سکے
اور حس نہ معلوم کر سکے اور نہ کوئی دلیل اس پر قائم ہو اور نہ کوئی مخلوق اس پر مطلع ہو۔ اور ایسی چیز
جاننے کا نام علم غیب ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو چیز کسی کے معلوم کرانے سے معلوم ہو سکے اطلاقات
شرعیہ یعنی قرآن وحدیث اور عقائد وغیرہ میں علم غیب نہیں کہتے اور اس کے مطلع کو عالم الغیب
کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ فتاوی بزازیہ میں ہے لم یبق بعد الاعلام غیب یعنی معلوم کرا دینے کے بعد
وہ علم غیب نہیں رہتا۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو غیب کی چیزیں وحی سے
معلوم کرا دی ہیں اس اطلاع سے ان کو عالم الغیب ہرگز ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ اسی لئے باوجودیکہ حضور
علیہ السلام کو تمام مخلوقات سے زیادہ غائبات کے علوم عطا فرمائے گئے مگر اطلاقات شرعیہ میں
کہیں حضور کو عالم الغیب نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ علم غیب کی حضور سے تاکید اور بکثرت نفی فرمائی گئی
ہے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے دادا پیر جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم و مغفور اپنی
کتاب خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور ص۱۵ میں ارشاد فرماتے ہیں قولہ علم غیب صفت ہے رب العزت کی
جو عالم الغیب والشہادہ ہے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اس واسطے
کہ آپ کو بذریعہ وحی امور مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علم غیب کہنا گمراہی ہے ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ
عالم الغیب ہے (انا الشہاب الثاقب ص۵۱ وص۵۶) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی
ہیں کہ جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہا اس نے اللہ تعالیٰ پر سفید

جھوٹ باندھا عن عائشۃ من قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب فقد اعظم علی اللہ الفریۃ (بخاری)

پس اسی کے مطابق باوجودیکہ حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باعتبار آپکی تمام مخلوق سے زیادہ اطلاع علی الغیوب ہے۔ اور جس قدر اقتضی مراتب نبوۃ کے لئے علوم شریعۃ لازم وضروری اور شایان شان خاتم النبیین تھے وہ آپ کو بتمامہا حاصل تھے۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے قولہ نبوت (یعنی آپکی نبوت کاملہ) کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے۔ قولہ یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء وملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں (البسط البنان) لیکن اس تسلیم کے بعد پھر بھی آپ کو بلا قرینہ عالم الغیب کہنے سے منع کیا ہے اور اطلاق لفظ عالم الغیب کو جبکہ بلا قرینہ ہو تو موہم شرک کی وجہ سے ناجائز بتلایا ہے۔ در مختار میں ہے۔ مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع کما فی منار شرحہ کذا فی رسالۃ کیونکہ سوال میں مقصود اصل مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے بلکہ عالم الغیب کے اطلاق کو پوچھا ہے اور اسی کا جواب دیا گیا ہے ملاحظہ ہو سوال سے۔ زید کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں بالذات اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور بواسطہ اس معنی کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ انتہی۔ قولہ جواب۔ مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو۔ اسی بناء پر لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ اور لو کنت اعلم الغیب وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا۔ قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں لفظ عبدی و امتی و ربی کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہما بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا۔ جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلیٰ شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب بالمعنی الثانی بواسطہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں۔ پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی شخص یوں کہتا پھرے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں نعوذ باللہ منہ تو کیا اس کلام کو منھ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دیگا کون اس کا انکار کرسکتا ہے۔ انتہیٰ۔

عبارت مذکورۂ بالا سے روشن ہے کہ باوجودیکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ مسلم ہے کہ آپ کو جو علوم لازم و ضروری نبوۃ کاملہ کے لئے تھے وہ سب حاصل تھے مگر آپ کو بلا قرینہ عالم الغیب کہنا جائز نہیں کیونکہ یہ بحث بلا قرینہ لفظ عالم الغیب کے اطلاق کرنے میں ہے کہ آیا بلا قرینہ عالم الغیب کہنا جائز ہے یا نہیں اور گفتگو بھی بلا قرینہ میں ہے اور قرائن کے ساتھ اطلاق جائز ہوگا۔ اس دعوٰی پر ایک دلیل تو عبارت بالا میں مذکور ہو چکی دوسری دلیل عبارت ذیل میں جو تفصیلاً بیان کی گئی ہے۔ **قولہ** پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا یعنی مخص اس بنا پر کہ آپ کو علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں۔ آپ کو عالم الغیب کہنا نہیں فرمایا کہ نفس الامر میں حضور کے لئے علوم غیبیہ کا حاصل اور ثابت ہونا کیونکہ ان علوم غیبیہ میں بحث نہیں جو نفس الامر و واقع میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں یہ تو مسلم امر ہے ہاں لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا یعنی آپ کو عالم الغیب کہنا اور علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے دیکھو لفظ اس سے اشارہ ہے یعنی وہ غیب جو لفظ عالم الغیب میں داخل ہے جس کے اطلاق میں گفتگو ہے اور جو علوم غیبیہ کہ نفس الامر میں حضور کے لئے ثابت اور محقق ہیں اس غیب سے تو یہاں بحث ہی نہیں مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ تمام اہل علم پر ظاہر و باہر ہے کہ کل کے مقابلہ میں جب بعض کا لفظ آتا ہے تو اس سے مطلق مراد ہوتا ہے یعنی ایک فرد پر بھی صادق آئے گا اور ایک کم کل کو بھی شامل ہوگا اور دلیل کا حسن اسی میں ہے کہ کل سے ایک ادنیٰ فرد بھی نہ نکلنے پائے تمام ہی افراد کو شامل ہو اور بعض سے ادنیٰ سے ادنیٰ یہاں تک کہ ایک فرد پر بھی صادق آجائے۔ اس سے اعلیٰ درجہ میں تو بالضرور متحقق ہوگا اور حفظ الایمان میں تو اگلی ہی سطر میں موجود ہے **قولہ** کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ انتہیٰ۔ یعنی اس پر عالم الغیب عن الحس صادق آجائے گا کیونکہ غیب امر اضافی ہے یعنی کسی کی حس سے غائب ہو وہ غیب کے افراد میں سے ہو جائے گا۔ **وجہ حصر** یہ ہے کہ لفظ عالم غیب بالاضافۃ یا باللام ہیں اضافت یا لام یا تو استغراقی ہوگا یعنی ہر ہر فرد غیب غیر متناہی کا علم تو یہ خاصہ خداوندی ہے اس کا اطلاق سوائے خدا وحدہٗ لاشریک لہ کے کسی پر جائز نہ ہوگا۔ یا جنسی ہوگا جو ایک کو بھی شامل ہوگا اور عہد ذہنی حکم میں جنسی ہی کے ہوتا ہے اور عہد خارجی یہاں مراد ہی نہیں ہو سکتا بہرحق اس حصر سے خارج رہے گی کیونکہ گفتگو

اس صورت میں ہے جہاں اطلاق لفظ کا بلا قرینہ ہو اور بعض افراد معین مراد نہ ہوں یعنی چونکہ ذات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بلا قرینہ صارفہ کے عالم الغیب کا اطلاق شرعاً اور عرفاً ازمنہ سلف تا خلف متعارف نہیں اور گفتگو بھی اسی صورت میں ہے کہ اطلاق بلا قرینہ ہو اس وجہ سے یہ علوم مغیبات ممتنع یا جملہ مخلوقات سے زائد مخاطب اور متکلم کے درمیان متعین ہی نہیں لہٰذا لفظ الغیب سے یہ مراد ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اس صورت کو علیحدہ بیان فرمایا ہے بالکل ترک نہیں فرمایا۔ **قولہ** نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو تمام ہا حاصل ہو گئے تھے الخ۔ ان شقوق ثلاثہ کا ذکر حفظ الایمان میں صراحتاً موجود ہے۔ پھر یہ اعتراض کہ مطلق علم اور علم مطلق ہی میں حصر کرنا ان کی شایانِ شان ہے۔ ہاں لفظ عالم کے حصر میں یہ شق قابل نہیں ہو سکتی کیونکہ عالم کا اطلاق بلحاظ علوم معتدبہا کے متعارف اور شائع ہے اور یہ اطلاق عالم کا شرع میں وارد ہے اور عالم الغیب کا اس بنا پر اطلاق وارد نہیں تاکہ یہ کہا جائے کہ یہاں بھی امور معتدبہ کا علم غیب مراد ہے۔ لہٰذا یہ مقدمات عالم میں جاری ہی نہیں ہو سکتے۔ دوسرے مولانا مدظلہ نے اس کی طرف مع جواب کے اس قول میں بھی اشارہ کر دیا ہے کہ **قولہ** اگر التزام کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے یعنی اگر آپ کو عالم الغیب کہئے اور دوسروں کو عالم الغیب نہ کہنے کا التزام کیا جائے مثلاً اسی کو اصطلاح قرار دیا جائے کہ علوم کثیرہ شریفہ کے عالم کو عالم الغیب کہا جائے اور علوم قلیلہ خسیسہ کے عالم کو عالم الغیب نہ کہا جائے تو شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے یعنی یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ پر شریعت نے عالم الغیب کو اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے۔ الحاصل مولانا مدظلہ حفظ الایمان میں صاف صاف بالتصریح مراتب ثلاثہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ علم بے واسطہ اور علم محیط جمیع اشیاء یہ تو باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور جو علوم لازم اور ضروری مقام نبوت کاملہ کے لئے ہیں وہ تمام ہا آپ کو حاصل ان میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا کہ آپ نبی الانبیاء ہیں مگر اس پر بھی قدر سے کہ اطلاق عالم الغیب کیلئے شرعاً یہ فرق ثابت نہیں ہے۔

اور تیسرا درجہ مطلق بعض علم غیب کا ہے جو سب کو حاصل ہے۔ اس میں کوئی کمال نہیں اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں پہلے بھی اس کا لفظ آیا ہے اور یہاں پھر وہی لفظ اس آیا ہے ان دونوں کا اشارہ ایک ہی طرف ہے یعنی جو غیب لفظ عالم الغیب اُن کے اندر ہے وہی مراد ہے حضور علیہ السلام کے علوم غیبیہ جو حضور کو ثابت اور متحقق ہیں وہ مراد نہیں کیونکہ گفتگو لفظ عالم الغیب کے اطلاق میں ہو رہی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ لفظ غیب جو عالم الغیب میں ہے اور اس لفظ کے اطلاق کی علت ہے

اگر اس سے بعض علوم غیبیہ مراد ہیں جو کم از کم ایک کو بھی شامل ہے تو اس بعض میں حضور کی کیا تخصیص ہے اگرچہ حضور علیہ السلام کے سینہ میں کروڑوں کیا اربوں غیب کے علوم ہیں مگر وہ غیب جو لفظ عالم الغیب کے اطلاق کی علت ہوا ہے وہ تقدیر مذکور پر زید کے نزدیک مطلق بعض ہے جو کھربوں کے ساتھ بھی متحقق ہوگا اور ایک فرد غیب پر بھی ہر صورت میں اس عالم کو عالم الغیب کہلائیگا۔ ایسا علم غیب لفظ ایسا سے یہی مراد ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض جو ایک ادنیٰ درجہ کے فرد کو بھی شامل ہے یعنی جو عالم الغیب کہلانے کی علت اور وجہ واقع ہوا ہے اور زید نے اس کو علت قرار دیا ہے بغرض تحقیق غیب ہو یا اضافی۔ اس تقریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ عبارت مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مشابہ معاذ اللہ علم زید عمرو وغیرہ کو نہیں کیا گیا اور لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کیلئے نہیں آتا۔ بقرینہ مقام مطلق بیان کیلئے بھی آتا ہے۔ لہٰذا اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے حالانکہ تو کیا یہاں خدا تعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔ داغ کا شعر ہے ؎

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں　　　مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

وصل بت خود سر کی تمنا نہ کریں گے　　　ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان اشعار میں لفظ ایسا تشبیہ کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ اس شق پر جو مفسدہ لازم کیا گیا اس میں غور کر لینے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے۔ چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید و عمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک و مشابہ ہو جائینگے حالانکہ آپ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک و مشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق باطل ہوئی۔ انصاف شرط ہے۔ جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوۃ کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ زید و عمرو صبی و مجنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم کے بتلا دیگا۔ کیا زید و عمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں ابن خیر خدا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے توضیح البیان میں لکھا ہے کہ امیر مینائی نے امیر اللغات جلد ۲ صفحہ ۳ میں لفظ ایسا کے پانچ معنی لکھے ہیں (۱) اس قسم کا اس شکل کا فقرہ ایسا قلمدان ہر ایک سے بننا دشوار ہے۔ (۲) اس قدر اتنا فقرہ ایسا مارا کہ ادھ موا کر دیا۔ (۳) مماثل اور

مانند۔ فقرے۔ تم ایسے بے تیرے ملے جاؤ گے۔ ہم البیوں سے تو وہ بات بھی نہیں کرتے۔ (۴) اس طرح یوں۔ فقرے۔ میں نے ایسا سنا ہے کہ آج دونوں بھائیوں میں چل گئی۔ تم اُن سے صاف کہہ دینا کہ میر صاحب ایسا کہتے ہیں (۵) اور کبھی اچھائی برائی کی جگہ بطور مبالغہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ فقرے۔ ایسا وقت قسمتوں سے ملتا ہے۔ کوئی ایسی بات منہ سے نکالتا ہے۔ انتہی۔ پھر بھی یہ کہنا کہ لفظ ایسا تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے کس قدر انصاف ہے۔ تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے کیونکہ اس تقدیر پر جس قسم علم غیب کو عالم الغیب کہلانے کی علت فرض کی ہے وہ سب میں موجود ہے پھر وہ سب عالم الغیب کیوں نہ کہلائیں گے ورنہ افتراق معلول کا علت سے لازم آتا ہے۔

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ گفتگو اس مطلق بعض میں ہو رہی ہے جس کو زید نے اطلاق لفظ عالم الغیب کی علت قرار دیا ہے اور وہ مفہوم کا مرتبہ سب جگہ موجود ہے۔ اب اگر خاں صاحب کے فرمانے کے مطابق لفظ غیب کا مفہوم مراد نہ ہو بلکہ وہ علم مراد ہو جو واقع اور نفس الامر میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے متحقق اور ثابت ہے اور لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو کیونکہ خاں صاحب کے افتراء اور کفر کے معنی پہنانے اور عوام کے لئے ان کی تلبیس کا انحصار صرف دو امر کا مجموعہ ہے ایک یہ کہ عبارت ایسا علم غیب میں ایسا کو تشبیہ کے لئے سمجھا جائے اور علم سے مراد علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مراد لی جائے اور لفظ جیسا علم کہ رسول اللہ صلعم کو ہے محذوف نکالا جائے جیسے کہ خاں صاحب فرماتے ہیں کہ حفظ الایمان میں تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے (حسام ص۱۲) کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور ہر چوپایہ کو حاصل ہے (تمہید ص۱۱) تو خاں صاحب کے بیان کردہ معنی کی تشریح تو ذرا ملاحظہ فرمایئے خوب غور سے ملاحظہ ہو ایک شخص کا دعویٰ یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود علم غیب بالواسطہ حاصل ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں کیونکہ اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے یعنی جو علم غیب حضور علیہ السلام کو واقع میں حاصل ہے اس سے آپ کے بعض غیب مراد ہیں یا کل۔ واہ واہ کیا مطلب ہے۔ جب آپ کا ہی علم غیب مراد ہے تو آپ کا بعض علم غیب مراد ہے یا کل علم غیب اس کا کیا مطلب؟ پھر اگر آپ کا بعض علم غیب مراد ہے تو اس میں آپ کی کیا تخصیص اس سے زیادہ عجیب ہے۔

جب آپ کا بعض علم غیب مراد ہے تو وہ آپ کے ساتھ خاص ہوگا، پھر جیسا علم آپ کو حاصل ہے
زید و عمرو وغیرہ کو حاصل ہونے کے کیا معنی؟ دوسری طرف سے لیجئے تو حاصل کلام یہ ہوگا کہ اطلاق
عالم الغیب کا ذات مقدسہ پر صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے یا تو وہ بعض غیب
مراد ہے جو آپ کیلئے ثابت ہے وہ زید و عمرو وغیرہ میں کہاں، آپ کے سوا کہیں بھی متحقق نہیں ہو سکتا
تو اس صورت میں علت اطلاق علم غیب کی آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہوگی اور اگر آپ کے کل علوم
غیبیہ مراد ہوں جن سے آپ کے علم کا ایک فرد بھی نہ چھوٹے تو وہ بھی آپ ہی میں متحقق اور ثابت ہیں۔
پھر ان کا بطلان کسی دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہو سکتا ہے۔ بطلان کیسا وہ تو خود ثابت اور متحقق
ہو لیا۔ غرض جو معنی خاں صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت کے کفر کے معنی پہنا کر بیان فرمائے
ہیں وہ معنی ہو ہی نہیں سکتے بالکل لغو اور لایعنی ہیں۔ کیونکہ مقصود قائل یہ ہے کہ ایک صورت میں
علت اطلاق علم غیب کی متعدد جگہ متحقق اور دوسری صورت میں علت بالکل معدوم ہے اور
خاں صاحب کی تجویز کے مطابق اوّل صورت میں جو علت ہے وہ آپ ہی کی ذات مقدسہ کے ساتھ
خاص ہے تعدد اور اشتراک کیسا تاکہ تخلف حکم علت سے لازم آوے اور ثانی صورت میں علت تمامہا
متحقق ہے پھر بطلان کیسا، اور اگرچہ تکفیر صرف مطلق تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمرو وغیرہما ہے تو یہ
اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے
حذف کلام کا محتاج ہے بلکہ مسخ کا۔ جیسا کہ خاں صاحب نے لفظ جیسا کہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو حاصل ہے محذوف نکالا۔ اور اگر بزعم معترض تشبیہ کے لئے بھی ہو تب بھی علم زید و عمرو وغیرہ
کو علم رسول سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض علوم سے جس کا اوپر ذکر ہے بلکہ بالفرض محال اگر
علم رسول سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی بلکہ صرف اتنے امر میں کہ جس طرح مطلق
بعض غیوب کا حصول آپ کے لئے علت ہوگی عالم الغیب کے اطلاق کے لئے اسی طرح مطلق
بعض غیوب کا حصول دوسروں کے لئے علت ہو جائے گی عالم الغیب کے اطلاق کے لئے اگرچہ
یہ دونوں بعض بہت متغائر اور متفاوت ہوں البتہ تشبیہ من بعض الوجوہ تو نص قرآنی میں موجود
ہے، قُل اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثلُکُم اس آیت میں نبی الانبیاء علیہ السلام کی ایک حالت کو کفار بت
پرستوں کی ایک حالت سے تشبیہ دی ہے اور ان تکونوا تألمون فانھم یألمون کما تألمون
میں کفار بت پرستوں کی ایک حالت کو نبی اللہ اور صحابہ کرام کی ایک حالت سے تشبیہ دی ہے اور
اس سے زیادہ غضب کی بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ و مریم علیہما السلام کے بارے میں تفسیر بیضاوی

میں ہے کانا یاکلان الطعام ویفتقران الیہ کافتقار الحیوانات اور جلالین میں ہے:-

کغیرھما من الحیوانات ان کو کھانے کے احتیاج میں حیوانوں کے مشابہ کہا ہے۔ خود جناب

فخر بنی آدم علیہ السلام نے فرمایا مثل صاحب القرآن مثل صاحب الجمل: بخاری جلد ۲

یعنی کلام الٰہی کو اونٹ سے اور صاحب قرآن کو اونٹ والے سے تشبیہ دی اور حدیث مشہور میں اللہ تعالیٰ

کی رویت کو قمر اور شمس کی رویت سے تشبیہ دی اور امام اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے قول مشہور ایمانی

کایمان الانبیاء میں اپنے ایمان کو انبیاء علیہم السلام کے ایمان کے مشابہ بتایا اور حضرت مولانا روم فرماتے ہیں

گر بصورت آدمی انسان بدے
احمد و بوجہل ہم یکساں بدے

البتہ اگر کوئی صرف اسی تشبیہ پر اکتفا کر کے وجوہ تفاوت و تفاضل کو بیان نہ کرے تو بیشک

تلبیس اور سوء ادب کا ایہام ہے لیکن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا قرآن مجید میں مثلکم

کے بعد یوحیٰ الی ہے اور تالمون کے بعد وترجون من اللہ مالا یرجون ہے اور جیسا کہ حفظ الایمان کی

تقریر مذکور میں کہ کلام متنازع و متنازع فیہ ہے آپ کا جامع علوم لازمہ نبوت و اتمیہ کا عالم ہونا مصرح

ہے یا طرز بیان تفاوت پر دال ہو پھر کیا قباحت ہے اور جبکہ تشبیہ ہی نہ ہو تب تو شبہ کا کوئی موقع

ہی نہیں لیکن پھر بھی بعض مخلصین کے مشورہ سے حضرت حکیم الامۃ مدظلہ العالی نے کم فہموں کی

رعایت کر کے تاکہ ان کو نہ خود شبہ ہو اور نہ قصداً شبہ ڈالنے والے ان پر شبہ ڈال سکیں مضمون محفوظ

رکھکر عنوان کو بدل دیا ہے **قولہ** اب حفظ الایمان کی عبارت کو اس طرح پڑھا جاوے اگر بعض

علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو

غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے الخ لیکن بہت مرض

کا کوئی علاج نہیں - حاصل کلام یہ ہے کہ اگر زید لفظ عالم الغیب کے اطلاق کی علت

فقط بعض مطلق علم غیب بالواسطہ کو قرار دیتا ہے تو ایسا علم غیب جس کو زید نے اطلاق عالم الغیب

کی علت قرار دیا ہے زید عمرو و بکر وغیرہ کو بھی حاصل ہے اگر سب کو عالم الغیب کہے تو پھر اسمیں

کیا تعریف ہوئی اور کیا کمال ہوا اور یہ وصف اور اس کا اطلاق منجملہ کمالات نبوت نہ ہوا اور اگر سب

کو عالم الغیب نہ کہے تو وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے کہ جب اس کے نزدیک عالم الغیب کہنے کی

علت دونوں جگہ متحقق ہے تو پھر ایک جگہ اطلاق عالم الغیب جائز رکھے اور دوسری جگہ ناجائز وجہ

فرق کیا ہے؟ حفظ الایمان کی عبارت یہ ہے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں سب کو

عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان

کی بھی خصوصیت ہو وہ کمالات نبویہ سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر
نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد
بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ خاں صاحب اس صاف
اور سیدھے مطلب پر گوہر افشانی فرماتے ہیں **قولہ** کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور
جانوروں پاگلوں میں فرق نہ جاننے والا حضور کو گالی نہیں دیتا (تمہید ص۲۱) دیکھو اس شخص نے
کیسا قرآن عظیم کو چھوڑا اور ایمان کو رخصت کیا اور یہ پوچھنے بیٹھا کہ نبی اور جانوروں میں کیا
فرق ہے (حسام ص۲۳) خاں صاحب افسوس ہزار افسوس! کیا حفظ الایمان کی عبارت کا یہ مطلب
ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام نبی الانبیاء اور جانوروں اور پاگلوں میں فرق
نہیں یا یہ مطلب ہے کہ جب علت اطلاق لفظ عالم الغیب دونوں جگہ پائی جاتی ہے تو نبی کو
عالم الغیب کہا جائے اور غیر نبی کو عالم الغیب نہ کہا جائے اس میں وجہ فرق کیا ہے کیونکہ
علت اطلاق دونوں جگہ پائی جاتی ہے۔ اس صورت میں نبی کی نبوت تو لفظ عالم الغیب کے
اطلاق کی علت نہیں کہ نبی کو بوجہ نبوت عالم الغیب کہا جائے اور غیر کو نہ کہا جائے۔ ناظرین
ذرا خاں صاحب کی دیانت کو ملاحظہ فرمائیے۔

اس کے بعد جناب خاں صاحب نے بہت زور شور سے اس تقریر کو انبیاء علیہم السلام
کے مطلق علم میں بھی جاری فرمایا ہے۔ یعنی جیسے اس تقریر سے حضور علیہ السلام کو عالم الغیب نہیں
کہہ سکتے چاہئے کہ عالم بھی نہ کہہ سکیں۔ چنانچہ حسام ص۲۴ میں فرماتے ہیں۔ اور علم غیب میں جاری ہونے
سے مطلق علم میں اس کی تقریر خبیث کا جاری ہونا زیادہ ظاہر ہے۔ انتہی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ
اگر اس عبارت میں کوئی توہین نہیں ہے تو اپنے اساتذہ کی شان میں جاری کریں۔ اس کا جواب
وہی ہے جو مذکور ہو چکا کہ جب حضور علیہ السلام کے ادنیٰ اُمتیوں پر عالم کا اطلاق باعتبار علوم
معدودہ کے متعارف اور شائع اور شریعت سے ثابت ہے تو پھر ذات مقدسہ پر عالم کے اطلاق
میں کیا تامل ہے۔ اور یہ تقریر یہاں دونوں جگہ چل ہی نہیں سکتی اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے جو
اس کے بعد جناب خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ **قولہ** اسلئے کہ یہ گندی تقریر اگر علم اللہ عزوجل
میں جاری نہ ہو تو وہ قدرت الٰہی میں بعینہ بغیر کسی تخفیف کے جاری ہے جیسے کوئی بے دین جو
اللہ سبحانہٗ کی قدرت عامہ کا منکر ہو۔ اس منکر سے کوئی مسلمان کہ انکار رکھتا ہے جسکو کروں کہے کہ اللہ
اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ پر قدرت کا حکم کیا [illegible] جوں سلطان [illegible] ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے

کہ اس قدرت سے مراد بعض اشیاء پر قدرت ہے یا کل اشیاء پر اگر بعض پر قدرت ہونا مُراد ہے تو اس میں اللہ عزوجل کی کیا تخصیص ہے۔ ایسی قدرت تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ اور اگر کل اشیاء پر قدرت مراد ہے اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے کہ اشیاء میں خود ذات باری بھی ہے اور اسے خود اپنی ذات پر قدرت نہیں الخ (حسام ص ۲۵) جو بے دین اللہ سبحانہٗ کی قدرت عامہ کا منکر ہو اور حفظ الایمان کی تقریر جاری کرے تو اسے آپ ہم مسلمانوں کی طرف سے یہ جواب دیں کہ آپ کی مراد اس قدرت سے قدرت ذاتیہ ہے یا قدرت عرضیہ اگر قدرت ذاتیہ مراد ہے تو اس کی بناء پر خداوند عالم ہی قادر بقدرت ذاتیہ ہیں جس کو محیط ہونا جمیع مقدورات پر لازم ہے۔ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی قادر ہی نہیں اور اگر قدرت عرضیہ مراد ہے تو وہ کون بالکل بے دین ہے جو مسلمانوں کے ذمہ خدا تعالےٰ کے لئے بھی قدرت عرضیہ کا ثبوت دھرتا ہے اور اگر باعتبار مطلق قدرت کے یہ تقریر جاری کرتا ہے تو اس سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ خداوند تعالےٰ کو قادر بقدرت عامہ شاملہ باعتبار جمیع ممکنات کے کہتے ہیں ایک شے کو بھی استثناء نہیں کرتے علاوہ اس کے تیسرا یہ جواب ارشاد کیجئے کہ یہاں قدرت کا اطلاق شریعت سے ثابت ہے بخلاف علم غیب کے کہ یہاں اطلاق ثابت نہیں۔ فافترقا۔

لیکن خاں صاحب تو اس تقریر کو بعینہٖ بغیر کسی تکلف کے قدرت الٰہی میں جاری ہونے کو تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی بے دین اللہ سبحانہٗ کی قدرت عامہ کا منکر ہو اور یہ تقریر کرے کہ چونکہ ذات باری قدرت باری سے خارج ہے اس لئے قدرۃ عامۃ نہ رہی تو گویا ذات خدا کو مقدوریت سے خارج ماننا قدرت عامہ کا انکار ہے اور یہی اس کی بے دینی کی وجہ ہے تو معلوم ہوا کہ آپ خداوند عالم کو قادر مطلق بقدرت عامہ اسی وقت جانتے ہیں کہ ذات باری بھی قدرت باری کے تحت میں داخل ہے۔ دوسرے یا تو آپ زید عمرو وغیرہ سب میں قدرت ذاتیہ ثابت فرماتے ہیں یا خداوند عالم کے لئے بھی قدرت عرضیہ ثابت کر کے اپنے جیسے مسلمانوں کے ذمہ دھرتے ہیں حالانکہ بجز آپ کے کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے وہ بھی غیر متناہی اُمور کی قدرت عرضیہ غیر متناہی طریقہ سے۔

اب میں بعض اکابر ملت مسلمہ علماء اہل سنت والجماعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے حفظ الایمان کی عبارت کے مشابہ عبارتیں نقل کرتا ہوں۔ حفظ الایمان اور ان عبارتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں عبارتیں ایک ہی طرح کی ہیں گویا ایک دوسرے کا ترجمہ ہے۔

(۱) مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: مذھب الحکماء ان النبی من کان مختصا بخواص ثلاث الاولی ان یکون مطلعا علی الغیب بصفاء جوھر نفسہ وشدۃ اتصالہ بالمبادی العالیۃ من غیر سابقۃ کسب وتعلیم وتعلم۔

پھر فرماتے ہیں ادق اورد علی ھذا بانھم ان ارادوا بالاطلاع الاطلاع علی جمیع الغائبات فھو لیس بشرط فی کون الشخص نبیا بالاتفاق وان ارادوا بہ الاطلاع علی بعضھا فلا یکون ذلک خاصۃ النبی اذ ما من احد الا ویجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من دون سابقۃ تعلیم وتعلم وایضا النفوس البشریۃ عندھم متحدۃ بالنوع فلا یختلف حقیقتھا باتصافھا الکل فما جاز لبعض جاز ان یکون لبعض آخر فلا یکون الاطلاع خاصۃ النبی الخ۔

(۲) شرح مواقف کے موقف سادس فی النبوۃ مرصد اول مقصد اول میں ہے۔ واما الفلاسفۃ فقالوا ھو ای النبی من اجتمع فیہ خواص ثلاث یمتاز بھا عن غیرہ۔ احدھا ای احد الامور المختصۃ بہ ان یکون لہ اطلاع علی المغیبات الکائنۃ و الماضیۃ والاٰتیۃ۔ پھر فرماتے ہیں وکیف یستنکر ذلک الاطلاع فی من قلت شواغلہ لریاضۃ انواع المجاھدات او مرض صارف للنفس عن الاشتغال بالبدن و استعمال الاٰلۃ او نوم ینقطع بہ احساسات الظاھرۃ فان ھؤلاء قد یطلعون علی مغیبات ویخبرون عنھا کما یشھد بہ التسامع والتجارب بحیث لا یبقی فیہ شبہۃ المتعسفین۔ اس کے بعد فلاسفہ کو اہل سنت والجماعت جواب دیتے ہیں۔ قلنا ما ذکرتم مردود بوجوہ اذ الاطلاع علی جمیع الغائبات لا یجب للنبی اتفاقا منا ومنکم ولھذا قال سید الانبیاء لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء والبعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص بہ ای بالنبی کما اقررتم بہ حیث جوزتموہ للمرتاضین والمرضی والنائمین فلا یتمیز النبی من غیر النبی انتہی یعنی جبکہ فلاسفہ نے اطلاع علی المغیبات کو (جو جوہر نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ سے شدۃ اتصال کی وجہ سے مغیبات پر اطلاع حاصل ہوتی ہے) نبی کے لئے خاصہ قرار دیا اور اس کو نبی اور غیر نبی میں مابہ الامتیاز ٹھیرایا تو اہل سنت والجماعت نے منقولہ بالا جواب دیا کہ تم جو نبی کیلئے اطلاع علی المغیبات کو خاصہ اور مابہ الامتیاز قرار دیتے ہو اس سے کیا مراد ہے۔ کل مغیبات پر اطلاع یا بعض پر۔ اگر کل مراد ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ کل مغیبات پر

اطلاع بالاتفاق بیننا و بینکم ضروری نہیں لقولہ تعالیٰ لنبیہ قل لو کنت اعلم الغیب الخ اور
اگر بعض مراد ہے تو بعض مغیبات پر اطلاع نبی کے ساتھ مخصوص نہیں اس واسطے کہ کوئی بھی ایسا
شخص نہیں کو بعض مغیبات پر اطلاع ہو (جس میں زید، عمر، بکر، پاگل، مجنون، صبی سب ہی داخل
ہیں) اور شرح مواقف میں ہے جیسا کہ تم خود اقرار کرتے ہو کہ اطلاع بعض مغیبات پر تو جو مرتاض
اور نائم اور مالیخولیا والے مراقی کو بھی ہوتی ہے پس نبی غیر نبی میں اطلاع علی المغیبات کی بنا پر امتیاز نہ ہوگا

خاں صاحب یہ جواب نہیں دے سکتے کہ یہاں شرح مواقف میں تو فلاسفہ کو بطریق
الزام جواب دیا ہے کہ تم نے بعض مغیبات پر اطلاع غیر نبی کو جائز رکھی ہے مسلمانوں کا اعتقاد تھوڑا
ہی بیان فرمایا ہے چنانچہ کما اقررتم کے لفظ سے ظاہر ہے۔ میں کہتا ہوں یہ بیان واقعی ہے ورنہ یہ
مطلب نہیں کہ فلاسفہ تو بعض مغیبات کا علم غیر نبی کے لئے جائز رکھتے ہیں اور اہل اسلام جائز نہیں
رکھتے۔ اس واسطے کہ اگر ایسا ہو تو فلاسفہ کا مدعی ثابت ہو جائیگا کہ اطلاع بعض مغیبات پر خاصہ نبی
اور مابہ الامتیاز نبی و غیر نبی بھی ہو سکتا ہے اور یہ قاضی عضد اور میر سید شریف رحمہما اللہ شارح اور
ماتن دونوں کے مقصود کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں مطالع الانظار کی عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں
ہے صاف صاف بیان واقعی اور نفس الامری ہے اس سے قطع نظر فلاسفہ کی اصل دلیل جو اتصال
بالمبادی العالیۃ اور صفائی جوہر نفس ہے وہاں بھی اس کی گنجائش نہیں۔ علاوہ ازیں یہ امر تو مشاہد
ہے اس کا کون منکر ہو سکتا ہے کہ اطلاع علی البعض مختص بالنبی نہیں ہے کسی نہ کسی غیب کا علم
غیر نبی کو بھی ضرور ہوتا ہے۔ بہرحال حفظ الایمان اور شرح مواقف کی عبارت میں کوئی فرق نہیں

اس کے بعد مناسب ہوگا کہ اہل سنت کی اس تقریر پر شارح اصبہانی نے مطالع الانظار
میں جو شبہ پیش کیا ہے وہ بھی نقل کر دوں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ مجدد بدعت نے
شارح مذکور سے اخذ کر کے کس قدر کفر اور سب و شتم کا طومار باندھا ہے۔ گویا کسی نے اس شبہ
کو دیکھا ہی نہیں مگر شارح اصبہانی اور تمام علماء امت نے یا وجود اس کے قاضی عضد اور میر سید شریف
اور علامہ بیضاوی اور تمام متکلمین اہل سنت کو نہ کافر بنایا اور نہ سب و شتم کیا بلکہ جوں کا توں مسلم
علامات اور مستند اور پیشوا تسلیم فرمایا ہے اور فرماتے چلے آتے ہیں۔ عبارت یہ ہے:۔ وفی
ھذہ الایرادات نظر الاول فلانھم ان ارادوا بالاطلاع الاطلاع علی بعض مالم یجر
العادۃ بہ من غیر سابقۃ تعلیم وتعلم ومن غیر عارض ولا شک ان مثل ھذا البعض
لا یکون لغیر النبی الخ یعنی اس میں نظر ہے وہ یہ کہ فلاسفہ نے جو نبی کا خاصہ قرار دیا ہے وہ نہ

مطلق بعض ہو اور نہ کل مغیبات کی اطلاع بلکہ انھوں نے وہ بعض مراد لیا ہے کہ جن کا علم لوگوں کو عادتاً بغیر تعلیم او تعلم کے اور بغیر کسی عارض کے حاصل نہ ہوتا ہو وہ نبی کو غیر عادی طور پر حاصل ہو خاصۂ نبی کا بن سکتا ہے لیکن بفضلہٖ تعالیٰ حفظ الایمان کی عبارت میں تو یہ بھی نہیں کہ کوئی احتمال بالکل مترک ہو چنانچہ اسکی تفصیل پہلے مذکور ہو چکی فقد ترحق الحق فلا تزل ولا تکن اقسم صدری من یشاء۔

خلاصہ تقریر یہ ہے کہ مولانا تھانوی مدظلہ سے سوال کیا گیا کہ حضور علیہ السلام کو عالم الغیب کہنا کیسا ہے؟ کیونکہ بدعتی حضور علیہ السلام کو عالم الغیب کہتے ہیں۔ مولانا نے اس کا جواب دیا کہ عالم الغیب کہنا ناجائز ہے۔ یہ اللہ ہی کی صفت ہے۔ اس کے بعد مولانا نے بحیثیت مستدل منکر کے علم غیب کے مفہوم کی دو شقیں فرمائی ہیں۔ اور ہر ایک شق پر ایک استحالہ و نقض وارد کیا ہے۔ البتہ اگر اس طائفہ کی طرح حضور کے حق میں بھی علم غیب کی صفت کے قائل ہوتے تو ضرور ایک شق پر مطمئن ہو جاتے لیکن جبکہ ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے بلکہ وہ تمام امت محمدیہ کی طرح صفت علم غیب کو حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص مانتے ہیں تو ضرور ایسی صورت میں جبکہ علم غیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی فرض کیا جائے ہر ایک شق پر نقض وارد کریں گے جیسا کہ دنیا کے تمام مستدل حضرات کرتے چلے آئے ہیں اس قسم کے استدلالوں سے علم کلام اور توحید کی کتابیں بھری ہوئی ہیں اس وجہ کو بحیثیت مستدل ہونے کے مولانا کا فرض ہے کہ صورت مفروضہ کی ہر ایک شق پر وہ استحالہ وارد کریں جو مدعی کو بالکل ساکت بنا دے۔ پس ان کا مطمح نظر صورت مفروضہ کی دو شقیں اور ان کا توڑ ہے۔ حضور کا واقعی علم ان کے پیش نظر نہیں ہو سکتا اور نہ وہ استدلال میں کوئی اپنا خیال پیش کر سکتے ہیں بلکہ اپنے حریف مدعی سے دریافت کرتے ہیں کہ جب تم حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو بتاؤ کہ بعض علم غیب کی بنا پر کہا جاتا ہے یا کل غیب کی بنا پر۔ بعض علم غیب کی بنا پر مانتے ہیں تو دنیا بھر حضور کے ساتھ شریک ہوئی جاتی ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا جاندار نہیں ہے جس کو کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی غیب کا علم نہ ہو۔ یہ وصف حضور خاتم النبیین کا خصوصی نہ رہے گا بلکہ ہر ماشہ تک کو عالم الغیب کہا جائے گا اور کل غیب کا ثبوت عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ اگر کسی مقدار پر کوئی عرفی یا شرعی اصطلاح قائم ہو چکی ہو تو بتا دیجئے یہ ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اب فرمایئے کہ اس طرز استدلال میں کونسی قباحت ہے۔ سوچئے کیا مولانا مدظلہ اس موقعہ پر حریف مدعی کے دعویٰ کی شقوں کو باطل کر رہے ہیں یا اپنے عقیدہ کا اظہار۔ فرمایئے حضور کے خصوصی اور واقعی علم کا بیان ہے یا حریف کے دعویٰ کے شقوں کا توڑ ہے۔ افسوس یہ حضرات اتنا نہیں سمجھتے کہ استدلال کے موقعہ پر مدعی کے دعویٰ کے شقوں کا جواب ہوتا ہے نہ اپنے عقیدہ کا اظہار۔

اہل بدعت کی حکومت میں اگر کوئی یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ حضور اقدس خدا ہیں اور دلیل یہ پیش کر دے کہ حضور فاعل مختار ہیں اور جو فاعل مختار ہے وہی خدا ہوتا ہے لہٰذا حضور خدا ہیں۔ تو اب فرمایئے کہ کیا جواب جو مدعی کو ساکت بنا دے کیا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ جواب دیا جائے کہ آنحضرت کے فاعل مختار ہونے سے اگر بعض افعال میں اختیار مراد ہے تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا فاعل مختار ہونا تو زید و عمر بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک شخص بلکہ حیوان تک بھی کوئی نہ کوئی فعل اپنے ارادہ و اختیار سے ضرور کرتا ہے تو چاہیئے کہ سب کو خدا کہو۔ اور اگر تمام افعال مراد ہیں جس میں از عرش تا فرش آفتاب و ماہتاب وغیرہ کا پیدا کرنا بھی داخل ہو تو اس کا اطلاق عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ دیکھئے یہ جواب اعلیٰ درجہ کا مسکت اور دنداں شکن ہو سکتا ہے لیکن اس میں مستدل بقول اہل بدعت کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے زعم میں مستدل نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور حضور کو معمولی انسانوں بلکہ حیوانوں کے برابر کر دیا اور کہہ دیا کہ بس حضور کو اتنا ہی تو اختیار ہے جتنا کہ بہائم کو معاذ اللہ۔ اب مجیب کی کشمکش ملاحظہ فرمایئے کہ وہ ایک گمراہ کو راہ راست پر لاوے یا ان حضرات کی بے پناہ تکفیر سے اپنی ذات کو بچائے۔ استغفر اللہ۔

اس کے متعلق خود جناب مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی کا فتوے

میں نے یہ خبیث مضمون (جو حسام اور تمہید وغیرہا میں میری طرف منسوب کیا ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور ہر چارپایہ کو حاصل ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیۃ والعملیۃ ہونے کے باب میں یہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (ملتقطاً)

ثلاث عشرۃ کاملۃ

ناظرین کرام — خاں صاحب نے تو ان علماء باللہ پر محض حسد سے بیجا اتہامات اور بے موقع الزامات ہی لگائے۔ اور بالکل تحریف لفظی و معنوی کر کے بہتان توہین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کے ان کے سر پر تھوپے جن کو وہ بھی قطعاً کفر کہتے تھے اور ان کے معتقد کو کافر سمجھتے تھے اور ہماری
عبارتیں ان کفریات کو محتمل نہیں ایک ادنیٰ طالب علم کو بھی ان میں کوئی شبہ پیش نہیں آسکتا۔
چلیے کہ آپ ان چاروں نمبروں میں ملاحظہ فرمائیے اور خاں صاحب کی ہٹ دھرمی اور ان کے
حواریین کی محض کورانہ تقلید بھی معلوم کر لیجئے۔ اب مشتے نمونہ از خروارے خاں صاحب کے چند
ملفوظات بلفظہا ہدیہ ناظرین ہیں: جس سے خاں صاحب نے جو دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخیاں
کی ہیں اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو تنقیص کا ارتکاب کیا ہے
اور اللہ جل شانہ کو بے نقط سنایا ہے ان کا کیا جواب اور کیا عذر پیش کیا جاتا ہے۔ خاں صاحب
کے حواریین ان کے اقوال ذیل اور ان کے سوق کلام کو ملاحظہ فرمائیں اور انصاف سے طالبین پھر
خود ہی فیصلہ فرمائیں یا علمائے کرام عرب وعجم سے دریافت فرمالیں اگر ہمارا کہنا صحیح نکلے تو اس کے صلہ
میں صرف اتنی درخواست ہے کہ مہربانی فرما کر آئندہ سے علمائے ربانیین کی شان میں زبان درازی سے
خود اپنی عاقبت خراب نہ کریں اور بس۔ وما علینا الا البلاغ۔

(۱) خاں صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۲۷ میں ہے قولہ ان کے (یعنی خاں صاحب
بریلوی کے) ایک پیر بھائی مولوی برکات احمد صاحب کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد
صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے
پر تشریف لئے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ کہاں تشریف لئے جا رہے ہیں فرمایا کہ برکات احمد
کے جنازہ کی نماز پڑھنے (خاں صاحب فرماتے ہیں) الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ انتہیٰ۔
افسوس! جس امام المرسلین نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں از آدم تا عیسیٰ تمام انبیاء علیہم السلام کی
امامت کی ہو اور ابوبکر صدیق خیر الخلائق بعد الانبیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ کر ما کان لابن ابی قحافۃ
ان یتقدم بین یدیہ (یعنی ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں جو حضور کے آگے نماز پڑھائے)
رجعت قہقری کر کے صف میں مل جائیں مگر آج خاں صاحب اس امام الانبیاء کی امامت کے بھی مدعی
ہیں اور بڑے فخر سے اس تنقیص شان نبوی صلعم پر الحمد للہ پڑھتے ہیں۔

(۲) ملفوظات حصہ دوم صفحہ مذکورہ میں ہے قولہ جب ان کا (یعنی خاں صاحب کے پیر بھائی
مولوی برکات احمد صاحب کا) انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا تو مجھے بلا مبالغہ
وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی مرتبہ روضۂ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب سے آئی تھی۔ انتہیٰ۔
مسلمانو! کیا مدینہ طیبہ کا وہ بقعۂ نور جو انور الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو آغوش میں لئے حسب تصریح علماء

امت ہو خواہ عرش بریں پر بھی فوقیت رکھتا ہے وہ اسی قابل ہے کہ اپنے ایک پیر جیلانی ہندی آدمی کی قبر کو خواہ مخواہ مثل اس کے ہمسر کہا جائے .... اور ہم پلہ بنایا جائے وہ بھی بلا مبالغہ۔ العظمۃ للہ۔

(۳) حضرات علماء رضاخانیین کی نسبت تو یہ خبیث جھوٹ الزام لگایا کہ شیطان لعین کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ کہا اور خود شیطان خبیث کے علم کو حضور علیہ السلام کے علم سے وسیع اقرار کرتے ہیں اور اپنا عقیدہ بتلاتے ہیں۔ چنانچہ خالص الاعتقاد صفحہ میں منجملہ عقائد کے اپنا ایک عقیدہ یہ بھی لکھتے ہیں۔ قولہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر نہیں ہے۔ انتہی۔ یعنی وسیع تو ہے مگر بہت زیادہ وسیع نہیں لما قرر فی الاصول۔ بہرحال وسعت کو ثابت کیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۴) خاں صاحب کے عقائد باطلہ میں سے یہ ہے کہ جنت و نار کی کنجیاں حضور کے دست اقدس میں دیدی گئی ہیں کہ جس کو چاہیں خود ہی باختیار خود جنت عطا فرمائیں اور جس کو چاہیں دوزخ میں۔ تو آخرت میں شفاعت کا کیا مطلب ہے؟ یہ حضور علیہ السلام کی شفاعت کا اور تمام نصوص متعلقہ شفاعت کا در پردہ انکار ہے۔ اس عقیدہ کو خاں صاحب نے الامن والعلی اور سلطنۃ المصطفےٰ وغیرہ میں مفصل لکھا ہے۔ اور بہار شریعت صلا حصہ اول میں بھی موجود ہے۔ اور تمام فرقہ رضائیہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔

(۵) جس شخص کی نسبت خاں صاحب کا یہ اعتقاد اور مقولہ ہو کہ اس نے کھلا کفر کہا۔ اللہ تعالےٰ کا کذب جائز مانا (جو بالاجماع کفر و ارتداد ہے) خدا کا جھوٹ بولنا ممتنع بالغیر بھی نہ کہا۔ بلکہ محال عادی بھی نہ مانا (یہ صریح کفر اس میں دین و ایمان و شرائع کا ابطال ہے) صراحتاً اللہ تعالےٰ کو قابل ہر گونہ نقص و عیب و آلودگی مانا۔ زنا۔ چوری۔ اچکا پن۔ شراب پینا۔ کھانا۔ پینا۔ سوتا ہے اونگھتا ہے بہکتا ہے۔ محتاج ہے۔ تھکتا ہے۔ خلق سے ہار جاتا ہے۔ کھاتا ہے۔ بھیک مانگتا ہے۔ اس کے جورو اور ماں باپ ہیں۔ لونڈیوں سے عزل کرتا ہے۔ بچے جنتا ہے۔ مرتا ہے۔ اچھلتا ہے کودتا ہے۔ کلابیں کھاتا ہے۔ دبکتا ہے۔ پھولتا ہے۔ سمٹتا ہے۔ لڑکی کی طرح پھیلتا ہے۔ مرد بھی ہے عورت بھی ہے۔ خنثیٰ بھی ہے۔ لواطت کرتا ہے۔ مفعول بھی بنتا ہے۔ مخنث کی طرح ناچ دکھاتا ہے وغیرہ وغیرہ از قصیدہ الاستمداد۔ الکوکبۃ الشہابیہ۔ فتاوی رضویہ جلد اول صـ۲۳۰ وغیرہ سب صفات الٰہیہ کو اختیاری مانا۔ حادث کہا (جو کلمہ کفر ہے جو اس میں شک کرے وہ کافر) انبیاء علیہم السلام و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا کھلا کھلا

غیر نبی کو نبی بنایا۔ اس نے کس جگہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ مطلب حدیث کے سب وہ دشنام گالیوں کے لفظ لکھنے۔ یہاں کے بعد کو ردّ کرکے قیص کا ذکر فرماتے ہیں۔ مسلمانو کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے انہیں ایذا نہ پہونچی۔ ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی۔ واللہ واللہ انہیں ایذا پہونچی (دیکھو الکوکبۃ الشہابیۃ ص۱۵-۱۶-۱۷-۳۲-۳۱-۳۹ وغیرہ وغیرہ) اور ملاحظہ ہو ص۳۳ قولہ اور انصاف ہے اس کھلی ہوئی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔ انتہی۔ اس کے متصل میں ارقام فرماتے ہیں۔ قولہ یہاں اس کے پیروؤں کی نہایۃ معذرت وسخن سازی جو کچھ ہے یہ ہے کہ کلام اس نے بقصد توہین نہ لکھا۔ سوق سخن تاکید اخلاص کے لئے ہے مگر یہ شہادت طاسی قبیل سے ہے ع ولن یصلح العطار ما افسد الدھر۔ قصد قلب کلمات لسانی سے ظاہر نہ ہوگا تو کیا دل چیر کر دیکھا کہ فلاں کے دل کا یہ ارادہ تھا۔ اور صریح لفظ تشنیع و تقبیح میں سوق کلام خاص غرض توہین ہو کس نے لازم کیا ہے کیا اللہ اور رسول کو برا کہنا اسی وقت کلمۂ کفر ہے جب بالخصوص اسی امر میں گفتگو ہو ورنہ باتوں باتوں میں جتنا چاہے برا کہہ جائے کلمۂ کفر نہیں۔ انتہی۔ دیکھا ان سب میں کفر کا لزوم ہی نہیں بلکہ التزام ہے۔ لہٰذا خاں صاحب اور ان کے حواری لزوم اور التزام کا فرق نہیں کرسکتے۔

اب اس کے بعد عبارات تمہید ص۴۲ و ص۴۳ ملاحظہ ہوں۔ قولہ احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی۔ ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے۔ انتہی۔ قولہ جو شخص حضور اقدس صلعم کی تنقیص شان کرے کافر ہے۔ اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ انتہی۔ اور تمہید ص۳۱ و ۳۲ میں ہے۔ قولہ جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے یا کافر نہ کہے یا انہیں کافر کہنے میں توقف کرے خود کافر ہے۔ انتہی۔

بیشک یہ تمام امت کا مسلمہ مسئلہ ہے اور جن علماء پر آپ نے فتوی تکفیر لگایا ہے وہ ایک منٹ کے لئے بھی ایسے شخص کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ مگر باوجود اس کے خود فاضل مذکور کے نزدیک جو حضور علیہ السلام کو منہ بھر بھر صریح گالیاں دے اور کھلے ناپاک دشنامی الفاظ اور اللہ تعالیٰ کو ایسی مذکورہ بالا گندی گالیاں سنائے اس کو کافر نہ کہنا محتاط اور پسندیدہ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ قولہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وہو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وہو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد (تمہید ص۴۲ و کوکبہ شہابیہ) اس سے پہلے تمہید میں سبحان السبوح ص۹۰ سے لکھا ہے۔ قولہ حاش للہ حاش للہ ہزار بار

حاشا اللہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ انتہیٰ۔ اب اس کا نتیجہ اور اس کا حکم ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔ یہ وہ عبارتیں ہیں جن میں خاں صاحب نے کم و بیش ۲۰ برس برابر غور و خوض کیا ہے۔

(۶) اب خاں صاحب کے نزدیک تمام ہی اُمت کافر ہے۔ ان کے مخالف تو ان کے فتویٰ تکفیر سے کافر ہیں ہی، موافقین اور خود بدولت کو بھی آپ نے بالتصریح والوضاحت اس فتویٰ میں داخل کر لیا ہے۔ الکوکبۃ الشہابیہ صہ۱۲ میں رقمطراز ہیں کہ شفا شریف میں ہے کہ جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام اُمت کو گمراہ ٹھہرانے کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے۔ انتہیٰ۔ یہ دوسری وجہ ہوئی۔ اب خاں صاحب نے الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہ وغیرہ میں جس قدر وجوہ تکفیر شہید مظلوم پر نکال نکال کر کے تھے وہ سب تیغ نازانہ ان پر اور ان کے موافقین پر بھی عائد ہو گئے۔ تفصیل اور تطویل کی ضرورت نہیں۔ اور ان کے فتوے ازالۃ العار کی بنا پر سب ہی کے نکاح باطل محض، زنا خالص اور حرامی بچے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔

(۷) وصایا شریف صہ ملاحظہ ہو۔ قولہ رضا حسین اور حسنین اور سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو۔ اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق دے۔ انتہیٰ۔ دیکھو خاں صاحب کے نزدیک شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک معمولی چیز ہے کہ جس کیلئے حتی الامکان کا لفظ لائے اور اس کے مقابلہ میں اپنے دین و مذہب کیلئے کس قدر سختی کیسا تعارشد فرماتے ہیں۔ یہاں سے خوب واضح ہو گیا کہ خاں صاحب کا دین و مذہب شریعت اسلامیہ سے ایک علیحدہ مذہب ہے جس کے لئے خاں صاحب مستقل وصیت کرتے ہیں۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین۔ اور حسام الحرمین صہ میں ہے اور شفا شریف میں فرمایا ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے انتہیٰ۔ اسی وصایا شریف صہ میں مولوی حسنین رضا خاں لکھتے ہیں قولہ ان زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا یہ تزنیہ التقوی آپ کا خود اپنے ہی دین و مذہب میں ہوگا ورنہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو فسق کا یہ عالم تھا کہ بموجب حدیث سباب المسلم فسوق الخ ...... تمام ہی اُمت محمدیہ کو عموماً اور ہزاروں علماء باللہ کو خصوصاً اپنی حسام بے نیام اور زبان بے لگام سے بیجا شہید کیا اور بغیر حق تمام ہی اُمت کو زخمی کر کے اپنے نفس پر بھی

تکفیر کا خنجر چلایا) کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ ان کو (یعنی احمد رضا خاں کو) دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔ انتہٰی۔ ان الفاظ سے صحابہ کرام کی تحقیر تو ظاہر ہے ہاں چونکہ صحابہ کرام شریعت محمدیہ علی اللہ علیہ وسلم کے لئے ستاروں کی مانند ہیں اور خاں صاحب کا مذہب اور دین جو ان کی کتب سے ظاہر ہے وہ تلبیس والحاق سنت سیئہ پر ترویج بدعت سیئہ و شنیعہ ہے اور متبعین سنت کی تکفیر اور بازاری سب و شتم ہے جو ان کے بالکل مخالف و النضدان لا یجتمعان تو کیسے ان کی زیارت کا شوق باقی رہ سکتا ہے لہٰذا صحابہ کرام کی نسبت ان کے قلوب سے سلب ہو جاتی ہے ورنہ جس میں ایمان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا شمہ بھی ہوگا وہ تو اپنے مال و جان اور دنیا و مافیہا سب سے زیادہ حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کی زیارت کو محبوب رکھے گا۔ کما جاء فی الحدیث احب لقاء اخوانی سا ور خاں صاحب کے مرید خاں صاحب پر مستقل طور پر درود بھی پڑھتے ہیں اللّٰھم صل وسلم وبارک علی عبد المصطفٰی مولانا احمد رضا و علی آل احمد رضا۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علی ابیہما و علی آل ابیہما ۔ اور نغمۃ الروح میں یوں نغمہ سرائی کرتے ہیں ؎ کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا۔ جو دیا تم نے دیا احمد رضا۔ جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے۔ جام کوثر کا پلا احمد رضا۔ ص۲ (صاحب کوثر بنائے گئے) میری حالت آپ پر ہے سب عیاں۔ آپ سے کیا ہے چھپا احمد رضا۔ تیری خدمت میں جبیں رگڑ و گیا۔ منہ اجالا ہو گیا احمد رضا۔ منکرین آ کے مقدر میں جو تجلی ہیں گے تو کس کا ہے۔ ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا۔ ص۳ یعنی من ربک کے جواب میں احمد رضا خاں کا نام بتایا جائیگا۔ خاں صاحب خود تو عبد المصطفٰی کہلاتے تھے۔ اور مرید علیہ الرضا نام رکھتے ہیں ؎ شفا بیمار پاتے تھے خلیل حضرت عیسٰی سے۔ زندہ کر رہا مرنے خرام احمد رضا خاں کا۔ ص۲۵ اس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام پر فضیلت دی گئی ہے۔

(۸) وصایا شریف صفحہ ۹ ملاحظہ ہو جو انتقال سے دو گھنٹے پہلے وصیت فرماتے ہیں۔ **قولہ** ہوا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ (۱) دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو (۲) مرغ کی بریانی (۳) مرغ پلاؤ ۔ (۴) خواہ بکری کی شامی کباب (۵) پراٹھے (۶) اور بالائی (۷) فیرنی (۸) اڑد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم (۹) گوشت بھری کچوریاں (۱۰) سیب کا پانی (۱۱) انار کا پانی (۱۲) سوڈے کی بوتل ۔ دودھ کا برف۔ انتہٰی ۔ شریعت اسلام میں ایصال ثواب کے یہ معنی ہیں کہ بندہ جو اعمال نیک از قسم عبادات

سے دیکھو وصایا شریف مطبوعہ ملتان پریس ... اس کے بعد کے ایڈیشنوں میں یہ عبارت حذف کر دی ... وصایا شریف شائع کردہ حلقہ رضوی کتب خانہ بریلی۔

مالی و بدنی کرتا ہے خواہ قرآن شریف پڑھے یا کوئی دعا یا درود شریف یا استغفار یا روپیہ پیسہ خیرات کرے یا کسی محتاج غریب ننگے کو کپڑا پہنائے یا بھوکے کو کھانا کھلائے ہر ایک کا ثواب اس کو ملتا ہے چاہے اپنے لئے ذخیرہ آخرت کر رکھے یا کسی مردے کی روح کو ثواب پہونچائے غرض وہاں ثواب پہونچتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نعیم جنت سے عنایت فرماتا ہے لیکن خانصاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ بذریعہ فاتحہ یہی کھانے مردے کو پہونچتے ہیں جنت میں ان کو یہی دنیا کے کھانے اور یہی کپڑے بھیجے جاتے ہیں یہ اہل ہنود کا عقیدہ ہوگا اسلامی عقیدہ نہیں ہے۔ اور خانصاحب شریعت اسلام کے مقابلہ پر جس اپنے دین اور مذہب کی سخت ترین تاکید مضبوطی سے قائم رہنے کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں اور تمام فرائض سے اہم فرض قرار دیتے ہیں۔ اس مذہب اور دین کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ باقی عقائد اور مسائل بالتفصیل باب اول و ثالث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۹) حسام الحرمین ص۲۱ و ۵۰ ملاحظہ ہو قولہ بگندی تقریر (یعنی حفظ الایمان والی) اگر علم اللہ عزوجل میں جاری ہو تو وہ قدرت الٰہی میں بعینہ بغیر کسی تکلف کے جاری ہے جیسے کوئی بے دین جو اللہ سبحانہ کی قدرۃ عامہ کا منکر ہو اس منکر سے کہ علم محمد صلعم کا انکار رکھتا ہے مکابرہ کر یوں کہے کہ اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ پر قدرۃ کا حکم کیا جانا اگر بقول مسلمانان صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس قدرت سے مراد بعض اشیاء پر قدرت ہے یا کل اشیاء پر۔ اگر بعض پر قدرت ہونا مراد ہے تو اس میں اللہ عزوجل کی کیا تخصیص ہے ایسی قدرت تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے اور اگر کل اشیاء پر قدرت مراد اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے کہ اشیاء میں خود ذات باری بھی داخل ہے اور اسے خود اپنی ذات پر قدرت نہیں مانتے انتہی۔ چونکہ خانصاحب اس تقریر کو بغیر کسی تکلف کے قدرۃ الٰہی میں جاری ہونے کو تسلیم فرماتے ہیں اور آپ کے نزدیک یہ تقریر بعینہ بلا تکلف جاری ہے۔ لہٰذا اگر آپ قدرت سے ذاتیہ مراد لیتے ہیں تو زید و عمرو صبی و مجنون بلکہ جملہ حیوانات کے لئے آپ نے قدرت ذاتیہ ثابت فرمائی بقطعی کفر ہے جس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں اور اگر قدرت سے مراد قدرت عرضیہ ہے جو مخلوق کے مطابق ہے تو پھر کیا کوئی مسلمان خدا کے لئے بھی قدرت عرضیہ ثابت کرتا ہے؟ آپ خواہ مخواہ مسلمانوں کے ذمہ دھرتے ہیں۔ آپ کے سوا کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے کہ ایک امر کی بھی قدرت عرضیہ ثابت کرے چہ جائیکہ غیر متناہی

امور کی قدرت عرضیہ غیر متناہی طریقے سے یعنی آپ کے ازلاً اختیار کرنے پر غیر متناہی وجہ پر کفر ثابت ہوگا۔ اور حدوث و احتیاج و استحالہ بالغیر اس کے علاوہ۔

(۱۰) اور سنو! آپ فرماتے ہیں کہ کوئی بے دین اللہ سبحانہ کی قدرت عامہ کا منکر ہو اور یہ تقریر کرے کہ چونکہ ذات باری قدرۃ باری سے خارج ہے اس لئے قدرت عامہ نہ رہی تو گویا ذات خدا کو مقدوریت سے خارج ماننا قدرت عامہ کا انکار ہے اور یہی اس کی بے دینی کی وجہ ہے تو معلوم ہوا کہ آپ خداوند عالم کو قادر مطلق بقدرت عامہ اس معنی کر جانتے اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ ذات باری بھی قدرت باری کے تحت میں داخل ہے۔ ناظرین! آپ نے سنا کس قدر رب العزت عزشانہ کی جناب میں گستاخی کی ہے۔ یہ وہ عبارت ہے جس میں خاں صاحب نے مدۃ العمر غوطہ خوض کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ نہایت گندے الزامات جو بیچارے علامہ شہید مظلوم پر بیجا اور غلط لگائے تھے جو نمبر ۵ اور نیز سبحان القدوس میں بعض شبہوں کے جواب میں مع جواب نقل کر چکا وہ سب حقیقتاً آنجناب ہی کے عقیدہ ہیں اسی لئے مزے لے لے کر شمار کیا کرتے ہیں اور برنگ وظیفہ و ورد اسماء الٰہی جپا کرتے ہیں۔ ورنہ دنیا میں کوئی مدعی اسلام ایسا نہیں جس کے ایسے گندے عقیدے ہوں۔ آپ خواہ مخواہ دوسروں پر زبردستی تھوپتے ہیں۔ ورنہ اگر کچھ غیرت ہو تو دکھلاؤ کہ کس مدعی اسلام نے آپ کی طرح اللہ جل شانہ کو مزے لے لے کر یہ مغلظات سنائی ہوں بلکہ کسی کے وہم میں بھی آئی ہوں۔ ہاں آپ نے بریلی کے پاگل خانہ میں (کسی پاگل سے (جب وہ بڑ میں ہوگا) سن لیا ہو تو ممکن ہے مگر صحیح الدماغ انسان کے منہ سے یہ خرافات اور گھنونے الفاظ خداوند عالم کی نسبت نہیں نکل سکتے اور نہ وہم میں آسکتے ہیں۔

فرقہ رضاخانیہ کا فتنہ

اس جماعت نے اپنے سوا ہندوستان کے تمام مشاہیر علماء اہل سنت پر کفر و وہابیت کے الزام لگا کر اور جھوٹے کفریہ بہتان رکھ کر کفر و ارتداد کے فتوے دیئے

حضرت مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی کافر و مرتد وہابی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی۔ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ سب کافر و مرتد۔ اور تمام دیوبندی علماء اور اہل حدیث علماء اور ندوی علماء اور مولوی عبدالباری لکھنوی فرنگی محلی یہ سب

کافر و مرتد۔ جو ان کے کفر و ارتداد میں شک کرے یا کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد ہے۔ ضلالات ندویہ کو جائز ٹھہرانے والے اور اس کے ارکان علامہ شبلی نعمانیؒ۔ مولانا عبد الحق مؤلف تفسیر حقانی و مولانا شاہ سلیمان پھلواروی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری خلیفہ ارشد حضرت مولانا گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی یہ سب کے سب کافر و مرتد۔

مسلمانوں کے بہی خواہ اور اسلام کی خدمت کرنے والے لیڈر بھی سب کافر (شر الالیام) ہیں

سر سید احمد خاں بانی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور ان کے رفقاء۔ نواب محسن الملک مہدی علی خاں۔ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی خاں۔ نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین۔ مولوی الطاف حسین حالی۔ شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ۔ مولوی مہدی حسن۔ سید محمود خاں۔ علامہ شبلی نعمانی اعظم گڑھی۔ ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی اور جنہوں نے باوجود اختلاف عقیدہ ان مشاہیر کو مسلمان سمجھا ہے وہ سب کافر و مرتد و بابیہ سے بھی اخبث و انجس ہیں۔ جو ان کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد (تجانب اہل سنت ص۲۲ و ص۲۳)

مسٹر جناح لیڈر مسلم لیگ اپنے عقاید کفریہ قطعیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد (شر الالیام ص۱۲۳)۔ سنی (یعنی رضا خانی) مسلمانوں کے سوا تمام مدعیان اسلام بحکم شریعت مطہرہ کفار و مرتدین بیام ہیں۔ (مظاہر حق ص۱۲) سیرت کمیٹی پٹی لاہور کا لیڈر ایسا کافر ہے کہ جو شخص اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے وہ بھی کافر مرتد ہے۔ مسلمانوں کو سیرت کمیٹی میں شامل ہونا حرام حرام حرام ہے۔ (راز سیرت کمیٹی)

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس۔ ندوۃ العلماء۔ خدام کعبہ۔ خلافت کمیٹی۔ جمعیۃ علماء ہند۔ خدام الحرمین۔ اتحاد ملت۔ مجلس احرار۔ مسلم لیگ۔ اتحاد کانفرنس۔ مسلم آزاد کانفرنس۔ نوجوان کانفرنس۔ تمانی فوج۔ جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ۔ سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور۔ امارت شرعیہ بہار۔ آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں انجمنیں کفر و دہریت والحاد پھیلانے کے لئے گھڑی ہیں۔ (تجانب اہل سنت ص۹۰) یعنی ان کمیٹیوں میں شامل ہونے والے اور ان کو مسلمان جاننے والے سب ملحد کافر ہیں۔

ان بے ایمانوں نے عوام مسلمین کے پھانسنے کے لئے (یعنی ملحد اور کافر بنانے کے لئے) کپڑے بننے والوں کی مومن کانفرنس۔ جمعیۃ المومنین۔ جمعیۃ الانصار۔ روئی دھنکنے والوں کی جمعیۃ المنصور۔

کپڑا بیننے والوں کی جمعیۃ الانصار یہ۔ قصابوں کی جمعیۃ القریش۔ سبزی فروشوں کی جمعیۃ الراعین۔ پٹھانوں کی افغان کانفرنس۔ میمنوں کی میمن کانفرنس۔ مسلم کھتریوں کی مسلم کھتری کانفرنس۔ عباسیوں کی جمعیۃ آل عباس۔ کمبوہوں کی آل انڈیا کمبوہ کانفرنس۔ پنجابیوں کی آل انڈیا پنجابی کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں خود کر گھی یا اپنے دام افتادوں سے گروا دیں (تجانب اہل سنت) یعنی ان سب کو کافر اور مرتد قرار دیا۔

غرض ساری دنیا اور ہندوستان کے چند گنے چنے رضاخانی مسلمان باقی بچے ورنہ سب کافر ہی کافر ہیں۔ ان کے عقیدے پر جب سے وہابی نجدی کفرہ کی حکومت حجاز میں قائم ہوئی ہے خاص مرکز اسلام اور حرمین شریفین بھی دار الکفر والالحاد بن گیا۔ حرمین میں مقررہ اماموں کے پیچھے ان کی نماز درست نہیں ہوتی۔ سکان حرمین اور حجاج ہندوستان گواہ ہیں کہ رضاخانی گروہ کے خاص لوگ خاص حرمین شریفین میں بھی عالم اسلامی کے حجاج کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔ اور نیز وہابیوں کے تسلط کی وجہ سے شاید ان کے نزدیک حج کی فرضیت بھی ساقط ہو گئی ہو۔

مظاہر الحق ص۳ میں بحث اور اعلان کرتے ہیں کہ سنی (یعنی رضاخانی) مسلمانوں کے سوا تمام مدعیان اسلام بحکم شریعت مطہرہ کفار و مرتدین لیام ہیں۔ انتہیٰ۔ اور بقا عمل بریلوی الکوکبۃ الشہابیہ ص۱۲ میں تفاسیر سے فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھیرانے کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے اور ان کے فتوے ازالۃ العار کی بنا پر سب ہی کے نکاح باطل محض زنا خالص اور حرامی بچے۔ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔	فرقہ رضاخانی اپنے فتوے سے خود بھی کافر ہے

باب ثالث

در ردِ بدعات ملقب بہ جہد المہتدی فی ارشاد المعتدی

نحمد اللہ العلی العظیم و نصلی علی رسولہ النبی الکریم وعلی آلہ العادین واصحابہ الذین شیدوا الدین اللھم اجعلنا لھدیہ وھدیھم متبعین۔ اما بعد اعتقادی بحث کرنے کے بعد اب ان اعمال اور افعال بدعیہ کو بھی بیان کرتا ہوں جو فی نفسہ مباح تھے مگر کچھ زمانے سے شیوع اختلاط امور ناجائز و حرام اور جہلاء و عوام کے غلط اعتقاد اور تخصیص والتزام و مخالفت سنت و رفع سنت

و تغیر شرع کی وجہ سے ناجائز ہو گئے۔

نماز فجر و عصر و جمعہ اور عیدین وغیرہا کے بعد بالتخصیص مصافحہ یا معانقہ کرنا بدعت ہے اور رافضیوں کا طریقہ ہے

(۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مشکوٰۃ باب المصافحہ میں لکھتے ہیں:- آنکہ بعضے مردم مصافحہ میکنند بعد از نماز یا بعد از نماز جمعہ چیزے نیست و بدعت است از جہت تخصیص وقت۔ انتہی۔

(۲) علامہ طیبی ترجیح میں لکھتے ہیں۔ فی الملتقط یکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوٰۃ علی کل حال لانھا من سنن الروافض وھکذا الحکم فی المعانقۃ۔ انتہی۔

(۳) ایضاح المطالب میں ہے۔ المصافحۃ بعد الصلوٰۃ من سنن الروافض۔ انتہی

(۴) محک الطالبین میں ہے۔ مصافحہ بعد نماز از سنن روافض است۔ انتہی۔

(۵) خلاصۃ الفقہ میں ہے مکروہ است مصافحہ کردن بعد از فجر و عصر کذا فی الکافی۔ انتہی۔

(۶) وظائف النبی میں ہے۔ وما یفعل العوام من المصافحۃ بعد الجمعۃ او بعد الفجر او بعد کل مکتوبۃ او بعد العید فھو بدعۃ ممنوعۃ۔ انتہی۔ (۷) اور فتاویٰ ابراہیم شاہی میں ہے۔ یکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوٰۃ بکل حال لان الصحابۃ ما صافحوا بعد اداء الصلوٰۃ ولانھا من سنن الروافض۔ انتہی۔ (۸) اور فتاویٰ شامی فصل دفن میت میں ہے قد صرح بعض علمائنا وغیرھم بکراھۃ المصافحۃ المعتادۃ عقیب الصلوات مع ان المصافحۃ سنۃ وما ذلک الا لکونھا لم تؤثر فی خصوص ھذا الموضع فالمواظبۃ علیھا فیہ توھم العوام بانھا سنۃ فیہ۔ انتہی۔ اور علیحدہ خاص جو اس کو طریقہ روافض بھی بتایا ہے۔ (۹) اور نیز خلاصۃ الفقہ میں ہے۔ مصافحہ کردن بعد از نماز گذاردن عید مکروہ است بدرستیکہ یاران پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکردہ اند پس بدعت و نیز سنت روافضیان است کذا فی الملتقط و انظر فی الکافی و حاشیۃ المصابیح۔ انتہی۔ (۱۰) شیخ المحدثین قاضی ابراہیم مجالس میں لکھتے ہیں۔ اما المصافحۃ فی غیر حال الملاقاۃ مثل کونھا عقیب صلوٰۃ الجمعۃ والعیدین کما ھو العادۃ فی زماننا فالحدیث سکت عنہ فیبقی بلا دلیل وقد تقرر فی موضعہ ان ما لا دلیل علیہ فھو مردود ولا یجوز التقلید فیہ بل یردہ ما روی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہ علیہ السلام قال من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد ای مردود علی ان الفقہاء من الحنفیۃ والشافعیۃ والمالکیۃ صرحوا بکراھتہا وکونہا بدعۃ قال فی الملتقط

يكره المصافحة بعد الصلوة بكل حال لان الصحابة ما صافحوا بعد الصلوة ولانها من
سنن الروافض [۱۵] وقال ابن حجر من الشافعية ما يفعله الناس من المصافحة عقيب
الصلوات الخمس بدعة مكروهة لا اصل لها في الشريعة المحمدية ينبه فاعلها اولا
بانها بدعة ويعزر ثانيا ان فعلها - [۱۶] وقال ابن الحاج من المالكية في المدخل ينبغي
ان يمنع الامام ما احدثوه من المصافحة بعد صلوة الصبح وبعد صلوة الجمعة و
بعد صلوة العصر بل زاد بعضهم فعل ذلك بعد الصلوات الخمس وذلك كله
من البدع وهذا التصريح منهم يشعر بالاجماع فلا يجوز المخالفة - وما ذكره
النووي في الاذكار وان كان مشعرا باباحة المصافحة بعد صلوة العصر والفجر لا
اصل لها في الشرع على هذا الوجه لكن لا باس به فانظر كيف اعترف بان لا اصل
له في الشرع وبعد هذا الاعتراف لا يفيد ما ذكره من قوله ولكن لا باس به - [۱۷]
ولو لم يصرح الفقهاء بكراهتها لكانت مباحة في نفسها لكنها في الزمان يكره فعلها
اذ واظب عليها الناس واعتقدوها سنة لازمة بحيث لا يخرجون يتركها انتهى ملخصا
الغرض علامہ نووی شافعی کے سوا کسی نے با تخصیص مصافحہ بعد عصر و فجر و عیدین و جمعہ وغیرہ
کو جائز نہیں کہا سب نے بدعت مذمومہ اور سنت روافض بتایا ہے۔ اور ان کے بعد جس کسی نے جواز
نقل کیا اور صلاح بتلایا ہے اس نے علامہ نووی ہی سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح محققین مثل ملا علی قاری
وصاحب مجالس نے علامہ نووی کے قول کی تردید کی اور ان کے کلام میں جرح کی اور علامہ نووی کا لا اصل
لہ فی الشرع کہہ کر اعتراف کر کے پھر لا باس کہنا بالکل غیر مفید بتایا اور علامہ کے کلام میں صریح تناقض
ہے۔ (۱۸) ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔ قال النووی اعلم ان المصافحة سنة مستحبة
عند كل لقاء وما اعتاده الناس بعد صلوة الصبح والعصر لا اصل له في الشرع على هذا
الوجه ولكن لا باس به فان اصل المصافحة سنة وكونهم محافظين عليها في بعض
الاحوال ومفرطين فيها في كثير من الاحوال لا يخرج ذلك البعض عن كونه من
المصافحة التي ورد الشرع باصلها وهي البدعة المباحة وقد شرحنا انواع البدع
في اول كتاب الاعتصام مستوفي انتهى ولا يخفى ان في كلام الامام نوع تناقض لان
اتيان السنة في بعض الاوقات لا يسمى بدعة مع ان عمل الناس في الوقتين المذكورين
ليس على وجه الاستحباب المشروع فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقاة

وقد تكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة ثم إذا صلوا يتصافحون فأين هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بأنها مكروهة وحينئذ أنها من البدع المذمومة نعم لو دخل أحد في المسجد والناس في الصلوة أو على الشروع فيها فبعد الفراغ لو صافحهم لكن بشرط سبق السلام على المصافحة فهذا من جملة المصافحة المسنونة بلا شبهة ومع هذا إذا مد مسلم يده للمصافحة فلا ينبغي الإعراض عنه بجذب اليد لما يترتب عليه من أذى يزيد على مراعاة الأدب فحاصله أن الابتداء بالمصافحة حينئذ على الوجه المشروع مكروه لا المجابرة وإن كان قد يقال فيه نوع معاونة على البدعة انتهى۔ خلاصہ یہ ہے کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ مصافحہ ہر ملاقات پر سنت مستحبہ ہے۔ اور جو عوام الناس فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں اس طرح پر شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں کیونکہ اصل مصافحہ سنت ہے اور بعض وقت اس کی حفاظت کرنا اور اکثر اوقات اس میں افراط کرنے سے وہ بعض سنت سے نہیں نکلے گا۔ ملا علی قاری اس پر فرماتے ہیں کہ دیکھو امام نووی شافعی کے کلام میں تناقض ہے جبکہ بعض اوقات مطابق طریقہ سنت مصافحہ کیا گیا تو بدعت کیونکر ہوگا۔ ہاں عوام الناس کا یہ مصافحہ طریقہ سنت پر نہیں ہے کیونکہ مصافحہ اول ملاقات پر مشروع ہوا ہے اور کبھی ایک جماعت کے لوگ بغیر مصافحہ کے تلاقی کرتے ہیں اور مدت تک آپس میں بات چیت کرتے رہتے ہیں۔ پھر جب نماز پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں تو آپس میں مصافحہ کرتے ہیں بھلا اس کو سنت مشروعہ سے کیا مناسبت؟ اسی لئے ہمارے بعض علماء نے (یعنی علمائے احناف نے) مکروہ اور بدعت مذمومہ ہونے کی تصریح کی ہے ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں آیا اور لوگ نماز میں ہیں تو بعد فراغت سلام کر کے مصافحہ کرے تو بلاشبہ یہ مصافحہ مسنونہ ہے۔ باوجود اس کے جب کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ کو کھینچنا نہ چاہئے کیونکہ رعایت ادب سے اذیت مسلم کا زیادہ لحاظ ہے بہرحال ابتداء بالمصافحہ ایسی حالت میں مکروہ ہے نہ مجابرہ اگرچہ اس میں معاونت علی البدعۃ بھی ہے اور معانقہ کی تو خود نووی نے بھی کراہت کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری و طیبی شرح مشکوٰۃ میں اور علامہ نووی شرح مسلم میں متفق اللفظ ہیں۔ المعانقة وتقبيل الوجه لغير القادم من سفر ونحوه مكروهتان صرح به البغوي وغيره۔ انتهى۔ اور نووی اذکار میں لکھتے ہیں (اما المعانقة و

تقبیل الوجہ لغیر الطفل ولغیر القادم من سفر ونحوہ فمکروہ فان نص علی کراھتہما
ابو محمد البغوی وغیرہ من اصحابنا ویدل علی الکراہۃ ما رویناہ فی کتاب الترمذی
وابن ماجہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا
یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا قال افیلتزمہ ویقبلہ قال لا قال فیاخذہ
بیدہ ویصافحہ قال نعم قال الترمذی حدیث حسن۔ انتہی۔ اور جو حالت
غیر قدوم میں معانقہ حدیث میں ثابت ہے اس کو منسوخ قبل از نہی یا حضور کے لئے مخصوص
بتلاتے ہیں کما صرح بہ بعض الشراح۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔
مختار مذہب آنست کہ معانقہ وتقبیل در قدوم از سفر جائز است بے کراہت۔ انتہی۔

قبر پر دفن کے بعد اذان دینا مکروہ اور بدعت ہے

(۱) فتح القدیر وبحر الرائق ونہر الفائق وعالمگیری سب میں قریب قریب یکساں ہے۔ یکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منہا لیس الا زیارتہ والدعاء
عندہ قائما کما کان یفعل صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول السلام
علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسأل اللہ لی ولکم العافیۃ انتہی
یعنی جو چیز معہود سنت سے نہیں ہے وہ قبر کے پاس مکروہ ہے اور جو سنت سے معہود ہے وہ زیارت
قبر ہے اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگنا ہے جیسے حضور علیہ السلام جب بقیع تشریف لیجاتے
تھے تو فرماتے تھے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ
اَسْأَلُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ پس حضور سے دو چیزیں ثابت ایک زیارت دوسرے دعا۔
اور اس جگہ دعا بمعنی ذکر یہ صرف فاضل بدایونی اور بریلوی کے دماغ کا نتیجہ ہو سکتا ہے اور اسی
اسی لئے قراءت قرآن میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ یہ معہود سنت سے نہیں ہے
لہٰذا یہ بھی بدعت ہے۔ لاتخاذ القاری عند القبر بدعۃ (نصاب الاحتساب) اور بعض کہتے
ہیں کہ قراءت قرآن بھی دعا کے حکم میں ہے کیونکہ دونوں سے ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے کما صرح الفقہ
میں ہے۔ واختلف فی اجلاس القاری فیقرأ عند القبر والمختار عدم الکراہۃ انتہی
اور اذان لغت میں بمعنی خبر دادن اور شرع میں اعلام بدرآمدن وقت نماز بالفاظ مخصوص کذا فی
ترجمۃ المشکوٰۃ للشیخ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور اذان مولود بھی نوعے اعلام ہے لہٰذا اذان باعتبار ہر دو معنی
یہاں بے اصل اور غیر مستقیم ہے اور اگر بالفرض دعا بمعنی ذکر مراد لیا جائے تو اس کا غیر معہود

ہوتا یقینی۔ اور وہ جو قسطلانی نے مواہب میں لکھا ہے زیارۃ القبور تعظیماً صحیح ہے
اس کا مطلب یہ ہے کہ قبروں پر چراغ وغیرہ جلانا تعظیم نہیں جیسے کہ جہلا خیال کرتے ہیں
بلکہ خود زیارت قبر تعظیم ہے۔

اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں سوائے تکبیر اور تسبیح کے اور کچھ مفہوم نہیں ہوتا۔ اذان
علی القبر پر دلالت تو کجا اشارہ بھی نہیں ہے اور اس میں احتمال ہے کہ حضور علیہ السلام نے
حضرت سعد بن معاذ کا حال مشاہدہ فرما کر لطور تعجب و استغراب تکبیر و تسبیح کہی تھی کما صرح
بالشیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ فی ترجمتہ۔ اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری میں ہے۔ سبح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکل التسبیح کان للتعجب او للتنزیہ لانہ ادلا
تنزیہ اللہ تعالیٰ من ان یظلم احدًا ثم رأیت ابن حجر قال ومناسبۃ تسبیحہ
مشاهدۃ التضییق علی هذا العبد الصالح ظاهرۃ او للتعوذ فان سبحٰن الانسان
مقام جلال اللہ وعظمتہ وانہ یفعل ما یشاء لمن یشاء وهذا المقام مناسبۃ
التنزیہ لانہ مقام الحیرۃ الکبریٰ المقتضیۃ لذلک التنزیہ تامله۔ فسبحنا
ای طیبنا لہ طویلاً فی الفعلین ای زماناً او تسبیحاً طویلاً یعنی کثیراً ثم کبر وکل
التکبیر کان بعد التسبیح فکبرنا ای عقیب تکبیرہ اقتداءً بہ وقال ابن حجر ولم
یقل هٰهنا طویلاً اما للاکتفاء بذکرہ اولًا نہ هٰهنا لم یطول لانہ انما کبر عند
وقوع التفریج عن سعد وهذا هو الظاهر لان التکبیر یغلب ذکرہ عند مشاهدۃ
الامر الباهر انتہیٰ۔ اور بخاری و مسلم میں تصریح ہے۔ اذا اذن للصلوٰۃ ادبر الشیطان۔
یعنی جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اور حکیم ترمذی کی موضوع
روایت سے استدلال فاضل بریلوی کے فضل کے خلاف ہے کیونکہ یہ روایت اصول
اسلامیہ کے مخالف ہے۔ کیونکہ شیطان کا تسلط انسان پر وقت موت تک ہے نہ کہ مرنے
کے بعد بھی۔ لہٰذا شیطان کا اغوا کے لئے آنا قبر میں بالکل بے اصل ہے۔ ہاں اثر شیطان سے
جو موت کے قلب پر اثر جما چکا ہے پناہ کی دعا مانگ سکتے ہیں کہ اے اللہ اس کو اثر شیطان
سے محفوظ رکھ۔

(۲ و ۳ و ۴) خیر رملی حاشیہ بحر میں اور علامہ شامی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ بعض
شافعیہ کا اذان قبر کو اذان مولود پر قیاس کرکے مسنون کہا تھا۔ ابن حجر نے شرح عباب میں ان کا

خوب رد لکھا ہے - ورأیت فی کتب الشافعیۃ انہ قد یسن الاذان لغیر الصلوۃ کالاذان فی اذن المولود والمہموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقہ من انسان او بہیمۃ وعند مزدحم الجیش وعند الحریق وقیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجہ من الدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب انتہی صفحہ ۲۴۲ اور علامہ سخاوی نے کتاب الجنازہ صفحہ میں لکھا ہے قد صرح ابن حجر فی فتاواہ بانہ بدعۃ -

(۵) در البحار میں ہے من البدع التی شاعت فی بلاد الہند الاذان علی القبر بعد الدفن - انتہی -

(۶) توشیح شرح تنقیح محمود المنفی میں ہے - ماقی الاثر من الاذان علی القبور لیس بشیء - انتہی -

زیارت قبر کیلئے میلا کرنا عید کی طرح جمع ہونا ناجائز ہے جیسا کہ آجکل جہلا میں مروج ہو اور تاریخ معینہ پر تعیین و تخصیص کیساتھ یا التزام کرکے جمع کرنا یعنی عُرس کرنا بھی ناجائز ہو

(۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تجعلوا بیوتکم قبوراً ولا تجعلوا قبری عیداً وصلوا علیّ فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم رواہ النسائی (مشکوٰۃ) یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضور فرماتے تھے کہ اپنے گھروں کو قبر کی طرح نہ بناؤ اور میری قبر کو عید کی طرح نہ بنا لینا اور مجھ پر درود بھیجو اور تمہارا درود جس جگہ سے بھی تم بھیجو گے میرے پاس پہونچ جائیگا - (۱) اس حدیث کی شرح میں مجمع البحار میں ہے - لا تجعلوا قبری عیداً ای لا تجعلوا زیارۃ قبری عیداً او قبری مظہر عید ای لا تجتمعوا للزیارۃ کاجتماعکم للعید فانہ یوم لہو وسرور وحال الزیارۃ بخلافہ وکان داب اہل الکتاب فاورثہم القسوۃ او من ہو جر عبادۃ الاوثان حتی عبدوا الاموات - انتہی (ترجمہ) میری قبر کی زیارت کو عید نہ بنالو یا میری قبر کو مظہر عید نہ بناؤ - یعنی قبر کی زیارت کے لئے اس طرح جمع نہ ہو جیسے عید کے لئے جمع ہوتے ہیں کیونکہ عید کا دن کھیل اور خوشی کا ہے - اور زیارت کا حال اس کے خلاف ہے اور زیارت قبر کے لئے عید کی طرح جمع ہونا اہل کتاب کی عادت تھی سو اس نے ان کے دل کو سخت کردیا اور یہ بت پرستی

کی عادت تھی یہاں تک کہ مُردوں کو پوجنے لگے۔ (۲) اور ابن حجر شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔
او المعنی لا تجعلوا قبری مظھر عید من حیث الاجتماع کالیھود والنصاریٰ۔ انتھیٰ
(۳) اسی حدیث کے تحت میں ابن ملک شرح مصابیح میں لکھتے ہیں۔ العید ھو الوقت الذی
یجتمع فیہ الناس بصلوٰۃ کعید الفطر والاضحیٰ۔ انتھیٰ (۴) تورپشتی شرح مصابیح
میں لکھتے ہیں۔ ویجوز ان یکون العید اسماً من الاعتیاد ویقال عادہ واعتادہ وتعوّدہ
ای صار عادۃ لہ یعنی لا تجعلوا قبری محل اعتیاد تعتادونہ لما یؤدی ذلک الی سوء
الادب وارتفاع الحشم ویؤید ھذا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم وصلوا علیّ فان صلوٰتکم
تبلغنی حیث کنتم ای لا تتکلفوا المعاودۃ الی قصدا استغنیتم عنہ بالصلوٰۃ علیّ۔ انتھیٰ
(۵) مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ شریف میں ہے۔ وقیل العید اسم من الاعتیاد یقال عادہ و
اعتادہ وتعودہ ای صار عادۃ والعید ما اعتاد لیس حجاً او غیرہ ای لا تجعلوا قبری
محل اعتیاد فانہ یؤدی الی سوء الادب وارتفاع الحشمۃ ولئلا یظن ان دعاء الغائب
لا یصل الیہ ولذا اعقبہ وصلوا علیّ فان صلوٰتکم تبلغنی ای لا تتکلفوا المعاودۃ الی
قبری فقد استغنیتم عن ھذا بالصلوٰۃ حیث کنتم۔ انتھیٰ۔ (۶) اور طیبی شرح مشکوٰۃ
میں ہے:۔ واقول بان نظم الحدیث ان یقال ان قولہ لا تجعلوا بیوتکم قبوراً معناہ
لا تجعلوا بیوتکم کالقبور الخالیۃ عن ذکر اللہ وعبادتہ لا ھا غیر صالحۃ لھا وکذلک
لا تجعلوا القبور کالبیوت محلاً للاعتیاد ولحوائجکم ومکاناً للعبادۃ والصلوٰۃ ومرجعاً
للسرور والزینۃ کالعید۔ انتھیٰ۔ (۷) امام حافظ ابوبکر خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔ لما کان
یوم الفطر والنحر یعود کل سنۃ والناس یعودون الیہ اجتماعاً واجتماعاً من الآفاق
سمی عیداً العود مرۃ بعد اخریٰ فنھیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امتہ من الاجتماع علیٰ
قبرہ الکریم کاجتماعھم لاقامۃ مواسم العید کفعل اھل الکتاب ودیدنھم بقبور
انبیاءھم والمعنی ان لا تجعلوا قبری کالعید تزیناً وتصنعاً واجتماعاً۔ انتھیٰ (۸) اور
امام سبکی فرماتے ہیں:۔ ویحتمل ان یکون المراد لا تتخذوا لہ وقتاً مخصوصاً لا یکون
الزیارۃ الا فیہ۔ انتھیٰ۔ منتھی المقال۔

حاصل کلام یہ ہے کہ لا تجعلوا قبری عیدا کے معنی بعض کے نزدیک یہ ہیں کہ قبر کی زیارت کیلئے
عید کی طرح تجمع زینت اور لہو وسرور کے ساتھ نہ کرو معروف ہیں ایسے ہی اجتماع کو عرس کہتے

ہیں جیسا کہ آج کل مروج ہے۔ پس ایسے مجمع کے لئے دن مقرر کرنا بھی قبیح وغیرہ ہوا۔ اور بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ مطلقاً عید کی طرح مجمع نہ کرو کیونکہ اس میں یہود کی مشابہت ہے۔ اس صورت میں نفس اجتماع بر قبر کی ممانعت ہے خواہ قرآن پڑھنے اور ایصال ثواب کے لئے ہو۔ تمہ حدیث کہ تمہارا درود مجھ پر ہر جگہ سے پہونچ جائے گا اس پر شاہد ہے۔ اس میں بھی عرس کی ممانعت نکلی۔ اور نیز عید کا مجمع خاص نماز کے لئے مشروع ہے اور لوگ نماز ہی کے لئے عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں۔ نہ لہو ولعب کے لئے اگرچہ لہو اس دن مباح ہے لیکن اجتماع صرف نماز ہی کیلئے ہے۔ لہذا قبر پر درود اور ایصال ثواب کے لئے جمع نہ کرو۔ کیونکہ ایصال ثواب ہر جگہ سے ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی عرس کی ممانعت نکلی۔ اور بعض کے نزدیک عید بمعنی اعتیاد یعنی عادت پکڑنا ہے یعنی زیارۃ قبر کو عادت نہ بناؤ کہ ہر سال تاریخ ویوم معینہ پر حاضر ہونے کو عادت بنالے کہ اسمیں سوء ادب کا بھی احتمال ہے۔ اسمیں بھی عرس کی ممانعت نکلی۔ اور بعض کے نزدیک قبر کو عید نہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ قبور کو محل عبادت نہ بناؤ اس صورت میں قراءۃ قرآن وغیرہ عبادات کے لئے اجتماع اور عرس کرنے کی ممانعت بھی بخوبی ظاہر ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ زیارت قبر کو عید نہ بناؤ کہ ہر سال وقت مخصوص پر زیارت کیلئے آؤ جیسے عید ہر سال اپنے وقت مقررہ پر لوٹ کر آتی ہے۔ اس صورت میں بعینہ محض زیارت کے لئے تخصیص وتعیین عرس کی ممانعت ہے اور بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ زیارت قبر کے لئے عید کی طرح کہ سال میں دو دفعہ آتی ہے نہ آیا کرو بلکہ کثرت سے آیا کرو۔ یحتمل ان یکون المراد الحث علی کثرۃ زیارتہ ولا یجعل کالعید الذی لا یاتی فی العام الا مرتین (المرقاۃ) مگر تتمہ حدیث فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم تمہارا درود جہاں کہیں تم ہو وہیں سے مجھ پر پہونچ جائے گا۔ لہذا قبر پر آنے کی چنداں ضرورت نہیں) اس کے منافی ہے۔ لہذا یہ معنی صحیح نہیں۔

(۳) قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں پانچ اشیاء کو ناجائز فرماتے ہیں قولہ لا یجوز ما یفعلہ الجہال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف حولہا واتخاذ السرج والمساجد علیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونہ عرسا۔ انتہی اور ارشاد الطالبین ص۲۲ میں فرماتے ہیں قولہ قبور اولیاء را بلند کردن وگنبد بر آن ساختن وعرس وامثال آن وچراغان کردن ہمہ بدعت است بعضے از آن حرام است وبعضے مکروہ۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر چراغ افروزان نزد قبور وسجدہ کنندگان را لعنت گفتہ وفرمودہ

کہ قبر مرا عید و مسجد نکنید در مسجد سجدہ میکنند و روز عید برائے مجمع روند و در سال مقرر کردہ شود رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم علی ؓ را فرستاد کہ قبور مشرفہ را برابر کنند و ہر جا کہ تصویر بینید او را محو کند۔ انتہی۔

قاضی صاحب کے بیان سے واضح ہے کہ زیارت قبر کے لئے سال میں ایک دن مقرر کر کے
جیسے عید کا سال میں ایک دن مقرر ہے مجمع کرنا بدعت اور ممنوع ہے اور اس کو عوام عرس کہتے ہیں
اگر یہ مجمع زینت و سرور کے ساتھ ہو تو پھر کسی طرح بھی اس کے بدعت اور فعل عبدۃ الاوثان
ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا۔ اور یہی طریقہ آج کل عوام کالانعام بلکہ خواص میں مروج ہے۔

(۳۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتویٰ فتاویٰ عزیزی ص۱ میں ہے۔ سوال۔ برائے
زیارت قبور روز معین نمودن یا روز عرس ایشان کہ معین است رفتن درست است یا نہ۔ جواب۔ برائے
زیارت قبور روز معین نمودن بدعت است واصل زیارت جائز و تعیین وقت در سلف نبود و این
بدعت از آن قبیل است کہ اصلش جائز است و خصوصیت وقت بدعت مانند مصافحہ
بعد العصر کہ در ملک توران وغیرہ رائج است و روز عرس برائے یاد دہانیدن وقت دعا برائے
میت اگر باشد مضائقہ ندارد لیکن التزام آن روز نیز (مثل تعیین وقت) بدعت از ہمان قبیل کہ
گذشت۔ انتہی۔ (نوٹ) شاہ صاحب کے فتویٰ سے اظہر من الشمس ہے کہ عرس بوجہ تخصیص یوم
خصوصیت وقت بدعت ناجائز ہے۔ اور اگر بطور یاد دہانی کوئی دن مقرر کرے تو مضائقہ نہیں
لیکن اگر فعل میں اسی دن کا التزام کر لیا کہ اس کے خلاف کبھی نہیں کرتا تو بھی بدعت ہے۔ اور
وہ حدیث جو جلال الدین سیوطی ؒ نے کتاب ابن جریر سے شرح الصدور میں روایت کی ہے
قال محمد بن ابراہیم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء علی راس
کل حول کہ حضور ہر سال کے سرے پر قبور شہداء پر تشریف لیجایا کرتے تھے اور ابوبکر و عمر اور عثمانؓ
و علیؓ بھی۔ یہ حدیث طبقہ رابعہ کی ہے اور طبقہ رابعہ کی احادیث قابل اعتماد نہیں ہیں۔ نہ اثبات
عقیدہ میں قابل حجت اور نہ کسی عمل میں قابل تمسک ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ
عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں۔ طبقہ چہارم احادیث کہ نام و نشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبودہ و
متاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنہا را
اصلے نیافتند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند و در آن قدحے و علتے دیدند کہ باعث
شد ہمہ آنہا را بر ترک روایت آنہا۔ علی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات
عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود۔ چند سطر بعد لکھتے ہیں و درین قسم احادیث کتب بسیار

مصنف شدہ بیشتر از بسیار کم کتاب الضعفاء لابن حبان۔ تصانیف حاکم، کتاب الضعفاء للعقیلی کتاب الکامل لابن عدی، تصانیف ابن مردویہ۔ تصانیف خطیب، تصانیف ابن شاہین تفسیر ابن جریر فردوس دیلمی بلکہ سائر تصانیف او وتصانیف ابی نعیم، تصانیف ابن عساکر، تصانیف جورقانی، تصانیف ابو الشیخ، تصانیف ابن نجار چند سطر بعد لکھتے ہیں، وہمچنیں تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل و فوائد خود بعض کتابہا است و اشتغال باحادیث این کتب در استنباط احکام از انہا لاطائل بے نماید۔ انتہٰی۔ دوسرے یہ حدیث مجمل ہے قابل عمل نہیں۔ راس حول سے نہ معلوم کیا مراد ہے آیا محرم کہ راس حول ہے کیونکہ یہ قول محمد بن ابراہیم کا ہے اور اُن کے زمانہ میں محرم سے ابتداء سال مقرر تھی یا ربیع الاول کہ راس حول سن ہجرۃ ہے یا شوال کہ راس حول شہادت ہے اور باوجود اس کے پھر بھی اس حدیث سے تعیین یوم موت ہرگز ہویدا نہیں بلکہ دلالت حدیث صرف زیارت پر ہے کیونکہ سال کا حساب مہینوں سے ہوتا ہے نہ دنوں سے پس ہر سال کا شروع کسی مہینے سے ہوگا جو ایام ایک ماہ کو شامل ہے اس صورت میں تخصیص یوم موت کہاں سے سمجھی جائے گی بلکہ سال کے ابتدائی مہینے کے تمام ایام کی تخصیص نکلے گی فافہم۔ اور نیز تین چار آدمیوں کے زیارت کرنے کو جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے عرس نہیں کہتے فافہم۔

پس شاہ صاحب کا حدیث راس حول والا فتویٰ جو ملا عبد الحکیم کے مقابلہ میں پیش کیا ہے اصالۃً۔ کہ ابہام التزام کو بھی دفع کیا ہے۔ اول یہ ہے یعنی محض الزاماً یہ روایت شاہ صاحب نے نقل کر دی ہے۔ نہ احتجاجاً کیونکہ شاہ صاحب اور اُن کے ہم طریقت ہر سال بطور یادو تجدید کسی نہ کسی دن مقرر کر کے خصوصاً یوم مذکور موت کو بلا تعیین یوم خاص بالدوام اور بلا التزام قبل کے عرس یعنی ایصال ثواب کیا کرتے تھے۔ ملا عبد الحکیم پنجابی نے عرس کا نام بن کر عرس مروجہ جو تعیین والتزام یوم موت ہی کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے بلحاظ التزام اور فرضیت کا اعتراض کر دیا تھا۔

اور محدث گنگوہی علیہ الرحمۃ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۸۲ میں فرماتے ہیں، طریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے۔ لہٰذا بدعت ہے اور بلا تعیین کر دینا درست ہے۔ اور ص ۸۶ میں ہے ایصال ثواب ہر روز درست اور موجب ثواب ہے۔ کوئی تاریخ و وقت شرع سے موقت نہیں۔ روز ولادت اور روز وفات بھی درست ہے لیکن اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ محل دیگر ایام کے جانے ایصال ثواب میں، اور کسی عوام کو بھی اس طرح کے ایصال ثواب میں ضرر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ انتہٰی۔ پس بعض بزرگوں کا عرس کرنا ایسا ہی تھا نہ التزام اور تخصیص کے ساتھ

اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اسی بنا پر مستحبات متاخرین فرمایا ہے ورنہ تخصیص یوم اور التزام فعل بالاتفاق بدعت ہے اور ایہام تخصیص للعوام بھی موجب کراہت ہے۔ شامی بحث تعیین سورۃ اور فتح القدیر دیکھو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ ماہ ربیع الاول میں حضور علیہ السلام کی مروجہ فاتحہ اور محرم میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ بوجہ تعیین بدعت سیئہ ہے اور گیارہویں ربیع الآخر کو بھی اسی پر قیاس کرو۔

سوال: پختن طعام در ایام ربیع الاول برائے خدا و رسانیدن ثواب آن بروح پرفتوح حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت امام حسین علیہما السلام در ایام محرم و دیگر آل اطہار رسیدنا تنہا است یا نہ۔ جواب۔ برائے این کار وقت و روز تعیین نمودن واجب مقرر کردن بدعت است و آرے اگر وقتے تعیین آرند کہ دران ثواب زیادہ شود مثل ماہ رمضان کہ عمل بندہ مومن بہفتاد درجہ ثواب زیادہ دارد مضائقہ نیست زیرا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیان ترغیب فرمودہ اند بقول حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ ہر چیز کہ بیان ترغیب صاحب شرع و تعیین وقت نباشد آن عمل عبث است و مخالف سنت سید الانام و مخالفت سنت حرام است پس ہرگز روا نباشد و اگر دلش خواہد تحقیق خیرات کند ہر روز کہ باشد تا نمود نشود۔ انتہی۔ (فتاوی عزیزی ص ۹۳) اور یہ فتوی جیسے گیارہویں ربیع الآخر میں بھی جاری ہے۔ فافہم۔ بلکہ تمام بدعات مروجہ میں جاری ہو سکتا ہے۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور صاحب اصول الصفار و صاحب جامع الرموز و ابن حجر مکی وغیرہم نے تصریح کی ہے کہ خاص عاشورہ کے دن بوجہ تشبہ بروافض خاص شہادت حسینؓ کا بیان کرنا ناجائز ہے الا بازالۃ التشبہ بوجہ من الوجوہ اور یوم وفات اور یوم ولادت کو حزن اور سرور کا دن ٹھیرانا اوہام شیعہ سے ہے۔

اصول الصفار میں ہے: سئل رضی اللہ عنہ عن ذکر مقتل الحسین فی یوم عاشوراء ایجوز ام لا۔ قال لا لان ذلک من شعار الروافض۔ انتہی۔ اور اسی طرح جامع الرموز میں ہے: الا بازالۃ التشبہ۔ اور بعینہ اسی طرح فتاوی رشیدیہ میں ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ قول جمیل میں لکھتے ہیں کہ کربلا اور وفات وغیرہ کے موسم میں بیان کرنا بھی آفات رافضیوں سے ہے۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے کہ یوم موت یا یوم ولادت کو حزن و سرور کا دن ٹھیرانا اوہام شیعہ سے ہے۔ انتہی۔ اور ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ فمن ذکر ذلک الیوم مصائبہ لاینبغی ان یشتغل

الّا بالاسترجاع امتثالاً لامره تعالیٰ ولا ان یشتغل ببدع الرافضة ونحوهم من الندب
والنیاحة والحزن اذ لیس ذلك اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاة رسول الله
صلعم اولیٰ بذلك واحری انتہی ۔ ایضاً ہادی المضلین اور نور العین وغیرہ میں جو کسی نے
شاہ صاحب کا ایک خط لکھا ہے اور فتاوی عزیزیہ میں بھی مندرج کر دیا گیا ہے قابل حجت نہیں
کہ شاہ صاحب سال میں بالالتزام دو مجلس کرتے تھے محرم کی دسویں تاریخ کو خاص شہادت کا بیان اور
مرثیہ قرآنی اور لطنا ربیع الاول کی بارہ کو ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان پھر ماحضر پر ختم آیات
پڑھ کر تقسیم کر دیا جاتا تھا ۔ شاہ صاحب کی ایسی حکایات بے بنیاد بہت مشہور ہیں ۔ ان کی کتب کی
تصریحات اور فتاوی معتبرہ کے صریح خلاف ہیں اور ان حکایات کے بطلان پر صریح دال ۔

تنبیہ ۔ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غنیۃ الطالبین میں عاشورے کے دن اظہار حزن و غم
اور سوگ کرنے کی سخت ممانعت لکھی ہے ۔ اور لکھا ہے کہ رغماً للروافض شہادت کی فضیلت کے سبب
پر اسے اظہار سرور کرنا چاہیئے ۔ ملاحظہ ہو بحث بدعات عاشورا ۔

بیان حدیث میں بھی ہے اور فقہاء نے بھی تصریح کی ہے
کہ تخصیص اور اصرار اور التزام اور مواظبت اور مداومت
فعل مباح میں مکروہ ہے اور فعل مباح میں مواظبت
بدعت ہے اور جہاں فعل مباح کے دوام میں تغیر
مشروع ہو یا عوام جہلاء کے سنت اعتقاد کر لینے کا توہم
ہو تو بھی وہ فعل مکروہ ہو جائے گا ۔ اتباع سنت
جیسے فعل میں ہے ایسے ہی ترک میں بھی ہے ۔

(۱) حدیث شریف میں ہے :- ان اللہ
یحب ان یؤتی رخصہ کما یحب
ان یؤتی عزائمہ (مرقاۃ ص۱
وترجمۃ شیخ للمشکوۃ) ۔
(۲) اور مسلم شریف میں حدیث ہے :-
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام
من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم
یصومہ احدکم (۳) بخاری میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا قبل صلوۃ
المغرب ۔ قال فی الثالثۃ لمن شاء کراہیۃ ان یتخذہ الناس سنۃ (۴) قولہ علیہ السلام
احب الاعمال ما دیم علیہ الحدیث المراد من الدوام المواظبۃ العرفیۃ یعنی
لا المنطقیۃ (کرمانی وقسطلانی شرح بخاری پارہ ۲۶) یعنی اس حدیث میں دوام منطقی مراد نہیں
بلکہ استمرار عرفی ترک فی بعض الاحیان مراد ہے نہ اعمال پر اصرار کہ کبھی ترک ہی نہ ہو ۔
(۱) شرح وقایہ میں ہے کہ توقیت سورۃ بصلوۃ ای تعیین سورۃ لصلوۃ بحیث

لا یقصد فیہا لاجل تلک السورۃ۔ انتہی۔ (۲ و ۳) تاتارخانیہ اور عالمگیری میں ہے۔ یکرہ للانسان
ان یخص لنفسہ مکانا فی المسجد یصلی فیہ۔ انتہی۔ (۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸) زاہدی اور
عالمگیری بیان بدعات میں ہے۔ ما یفعل عقیب الصلوۃ مکروہ لان الجہال یعتقدونہا
سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فہو مکروہ کذا فی الزاہدی۔ درمختار و کبیری اور
شامی میں بھی انہی بعض افعال مباحہ کو بوجہ اعتقاد عوام مکروہ لکھا ہے بیان بدعات و صلوٰۃ
الرغائب دیکھو (۹) فتاویٰ شامی دفن میت میں ہے۔ قد صرح بعض علمائنا وغیرہم
بکراہۃ المصافحۃ المعتادۃ عقیب الصلوۃ مع ان المصافحۃ سنۃ وما ذلک الا
لکونہا لم تؤثر فی خصوص ہذا الموضع فالمواظبۃ علیہا فیہ توہم العوام بانہا سنۃ
فیہ۔ انتہی۔ (۱۰ و ۱۱) مجمع البحار اور قسطلانی میں تحت حدیث عبداللہ بن مسعودؓ لا یجعل احدکم
للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ متفق علیہ لکھا ہے۔ استنبط
منہ ان المندوب ینقلب مکروہا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ۔ انتہی۔ (۱۲ و ۱۳)
طیبی اور مرقاۃ مشکوٰۃ ج ۲ میں اسی حدیث کے تحت میں لکھا ہے۔ فیہ ان من اصر علی مندوب
وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من
اصر علی بدعۃ او منکر۔ انتہی۔ یعنی اس حدیث سے فقہاء نے یہ استنباط کیا ہے کہ بے شک
امر مندوب مکروہ بن جاتا ہے جب کہ اس کے رتبہ سے بڑھ جانے کا خوف ہو اور یہ بھی استنباط
کیا ہے کہ جس شخص نے کسی امر مندوب پر اصرار کیا اور اس کو مثل واجب قرار دے لیا اس طرح پر کہ
رخصت پر عمل نہ کیا۔ یعنی سے واجب قرار دیا اس سے شیطان نے بہکانے کا حصہ لے لیا پس کیا
حال ہے اس شخص کا جو کسی بدعت پر یا منکر پر اصرار کرے (۱۴) اور فتح القدیر میں تصریح ہے
والحق ان البدعۃ مکروہۃ مطلقا سواء رأہ حتما او لا۔ انتہی۔ (۱۵) اور بحر الرائق میں ہے
لان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشیء دون شیء لم یکن مشروعا
مالم یرد بہ الشرع (نوٹ) وعظ چونکہ فرض ہے اور حضور مجلس وعظ یعنی تعیین یوم خصوصا جمعہ
حدیث صحیحہ وغیرہ شارع سے ثابت ہے اور قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں پایا جاتا ہے اور اس کے
علاوہ جو شارع سے ثابت ہے اس سے معارضہ کرنا جہالت ہے۔ حدیقہ (۱۶) تارک المستحب
لا یلحقہ اصول کا کلام مسئلہ ہے پس مباح اور مستحب کے تارکین کو ملامت کرنا یا قابل ملامت سمجھنا مستحب

کو اس کے رتبہ سے بڑھا دیتا ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی وہ فعل مباح یا مستحب مکروہ ہو جائیگا (فوٹ) اب حاصل کلام یہ ہے کہ تخصیص کم از کم ترجیح علی غیرہ پر تو یقیناً دلالت کرتی ہے اور شرعیات میں بجز شارع کوئی مرجح نہیں ہو سکتا اور کسی کو ترجیح کا منصب نہیں ہے پس بے شک شرعیات میں تخصیص بغیر شارع ممنوع و مکروہ و بدعت و احداث فی الدین ہوگی اور بالفرض اگر اس کو ترجیح نہیں دیتا تو تخصیص کی کوئی وجہ ہی نہیں ورنہ کیا تخصیص اور التزام محض جنون سے ناشی ہوگا۔ ہاں امور عادیہ جبلیہ میں مثلاً ایک شخص ایک ہی مکان کو بسبب اس کے کہ وہ زیادہ آرام دہ ہے یا ایک ہی لباس کو بسبب اس کے کہ وہ اس کو بھلا معلوم ہوتا ہے یا ایک ہی غذا کو جو اس کو زیادہ مرغوب ہے استعمال کرتا ہے وغیر ذلک یہ تخصیص یا التزام ممنوعہ میں ہرگز داخل نہیں بلکہ مثلاً ایک شخص ایک زیادہ آرام دہ مکان کو کم آرام دہ مکان پر قابل ترجیح سمجھتا ہے اور اس کا یہ ترجیح دینا عقلاً واقع کے مطابق ہے۔ ہاں اگر اس کو شرعاً موجب زیادتی ثواب یا قربت سمجھا جاتا ہے یا اس میں اصرار کر کے تارک پر ملامت کرتا ہے تو شرعیات میں داخل ہو کر تخصیص اور التزام کی فہرست میں یہ بھی داخل ہوگا۔ فتدبر۔ (۱۷) شیخ عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں قول نبی علیہ السلام انما الاعمال بالنیات کے تحت میں لکھتے ہیں۔ اتباع ہم چنانکہ در فعل واجب است در ترک نیز می باید پس آنکہ مواظبت نماید بر فعلے کہ شارع نکردہ باشد مبتدع بود کذا قال المحدثون انتہیٰ۔ (۱۸) ملا علی قاری مرقاۃ میں اسی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں۔ والمتابعۃ کما تکون فی الفعل تکون فی الترک ایضاً فمن واظب علی فعل لم یفعلہ الشارع فھو مبتدع انتہیٰ۔ (۱۹) مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ میں لفظ بالنیۃ کی بحث میں ہے والاتباع کما یکون فی الفعل یکون فی الترک فمن واظب علی ما لم یفعل الشارع صلی اللہ علیہ وسلم فھو مبتدع لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد انتہیٰ۔ (۲۰) وصرح السید جمال الدین المحدث فی بحث النیۃ ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ کما ان فعلہ سنۃ انتہیٰ (ایضاً فی مواہب لطیفہ) (۲۱) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت والد مرحوم نے مکرر فرمایا ہے کہ منع رواتب کے عمل میں استقرار تا بحد تشدید کہ عوام جہال کے اذہان میں قریب فرض کے پہونچ گئیں نوعے از تحریف شریعت است۔ (فتاویٰ عزیزی ص) (۲۲) اور بوجہ رسم پڑ جانے لینی محض بنا کسی فعل کو کرنے سے بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو اس میت کو اول روز طعام دینا مستحب تھا اب بسبب رسم کے ممنوع ہو گیا ہے۔

میں ہے قال ابو حنیفۃ اللہ تعالیٰ ذات متحقق کان حدیثا فتوک۔ انتہی۔

(نوٹ ۳) بطور یادداشت وضبط مصلحت خود کسی دن کو مقرر کر سکتا ہے لیکن اس دن کا التزام اور اصرار جائز نہیں اور تارک پر طعن نہیں کر سکتا بلکہ وہ خود بطور یادداشت و ضبط مصالح خود تقرر ایام میں تغیر وتبدل کرتا رہے گا کیونکہ مصالح کے بدلنے سے تقرر ایام کا تبدل ضروری ہے الا ہم اس تقرر میں ہر شخص کی مصالح مختلف ہوں گی اور ہر ایک کا بطور یادداشت وضبط تقرر ایام بھی مختلف ہوگا ورنہ تمام دنیا کے لوگوں کی وہ کون سی مصلحت ہے جو تمام دنیا کو ایک ہی دن پر بطور یادداشت و ضبط کے تقرر پر مجبور کر رہی ہے۔ فتدبر حق التدبر۔

جو امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں وہ غیر مشروع و ناجائز ہے اکثر فقہاء نے عدم نقل کو حجت گردانا ہے عدم نقل اور نقل عدم حکماً متحد ہیں

(۱) بخاری میں ہے: عن عکرمۃ مولی ابن عباس قال ابن عباس وانظر السجع من الدعاء فاجتنبه فانی عهدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه لا یفعلون۔ انتہی۔ (۲) صحیح مسلم میں عمارہ بن رویبہ سے روایت ہے:۔ انه رای بشر بن مروان علی المنبر رافعا یدیه فقال قبح اللہ هاتین الیدین لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما یزید علی ان یقول بیده هکذا واشار باصبعه المسبحة انتہی۔ (۳) اور ترمذی میں ہے عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ فقال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس هکذا علمنا رسول اللہ صلعم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال۔ انتہی۔ اور ایک دوسری حدیث باب متصل میں سالم بن عبید سے روایت ہے عطس رجل فقال السلام علیکم فقال اذا عطس احدکم فلیقل الحمد للہ رب العالمین انتہی۔ (۴) مسند امام احمد میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے یقول ان رفعکم ایدیکم بدعة ما زاد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی هذا یعنی الی الصدر۔ انتہی۔ (۵) طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے انه سمع قوما اجتمعوا فی مسجد یهللون ویصلون علی النبی جهرا فراح الیهم فقال ما عهدنا ذلک علی عهده صلی اللہ علیه وسلم وما اراکم الا مبتدعین فما زال یذکر ذلک حتی اخرجهم من المسجد انتہی۔ وهکذا فی مجالس الابرار وفتاوی بزازیه۔ (۶) امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں:۔ روی ان علیا رض رای مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا هذا المبتدع من المسجد

وعن ابن عمر مثلہ از بحر الرائق بیان تثویب) (۷) مجمع البحرین میں ہے ان رجلاً
یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوۃ العید فنہاہ علی فقال الرجل یا امیر المؤمنین
انی اعلم ان اللہ تعالٰی لا یعذب علی الصلوۃ فقال علی وانی اعلم ان اللہ تعالٰی لا یثیب
علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوتک
عبثا والعبث حرام فلعلہ تعالٰی یعذبک بہ لمخالفتک لرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی
حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فرمان نے تمام بدعات کو یک تحت فاک میں ملا دیا فاعتبروا یا اولی الابصار
(۸) ابن طاہر تذکرۃ موضوعات میں لکھتے ہیں: کان عبد اللہ الانصاری لا یصوم رجبا و
ینھی عنہ ویقول لم یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک شیئ۔ انتہی (۹)
ہدایہ میں کتاب الصلوۃ فصل الاوقات التی یکرہ فیہا الصلوۃ میں ہے: قال یکرہ ان یتنفل بعد
طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانہ علیہ السلام لم یزد علیہما مع حرصہ
علی الصلوۃ انتہی۔ اور باب العیدین میں ہے لا یتنفل فی المصلی قبل العید لانہ علیہ السلام
لم یفعل مع حرصہ علی الصلوۃ انتہی۔ اور صلوۃ الکسوف میں ہے: لیس فی الکسوف خطبۃ لانہ
لم ینقل۔ اور صلوۃ الاستسقاء میں ہے لا یقلب القوم اردیتہم لانہ لم ینقل انہ صلی اللہ علیہ وسلم
امرہم بذلک انتہی۔ اور باب النوافل میں ہے وفی الجامع الصغیر لم یذکر الثمانی فی صلوۃ اللیل
ودلیل الکراہۃ انہ علیہ السلام لم یزد علی ذلک ولولا الکراہۃ لزاد تعلیما للجواز۔ انتہی۔
(۱۰) طوالع الانوار حاشیہ در مختار میں ہے: رفع الصوت بالذکر بدعۃ یعنی یوم عید الفطر
فیقتصر ای علی مورد الشرع فانہ مکروہ عند العامۃ تحریما علی الظاہر لتعلیلہم
بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یفعلہ انتہی۔ (۱۱) منیۃ المصلی میں ہے الزیادۃ علی الثمان
مکروہۃ بالاجماع ای باجماع ابی حنیفۃ وصاحبیہ وہذا القید افاد تحریمیۃ کذا فی
النہر الفائق وقال صاحب المنار انہ بدعۃ لانہ لم یرد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی
(۱۲) بحر الرائق میں ہے یکرہ ان یقال فی الاذان حی علی خیر العمل لانہ لم یثبت عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انتہی (۱۳) سید شریف جرجانی شرح خلاصہ کیدانی باب المحرمات میں لکھتے ہیں
والزیادۃ فی التکبیر بان یقال اللہ اکبر الاعلی لانہ غیر منقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ولا عن الصحابۃ۔ انتہی (۱۴) تحفۃ الفقہاء میں ہے لا یزید المجیب علی قولہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
لانہ لم یرد فیہ الاثر انتہی۔ (۱۵) (۱۶) ملا علی و کفایۃ شعبی باب الصوم میں ہے الامام اذا اتم التراویح

بعشر تسليمات ... ثم هو شرع في الجماعة على ظن انها ما شرع ثم علم انه زيادة فالواجب
عليه وعلى القوم ان يقعدوا ويعيدون وحدانا لان الصحابة اجمعوا على هذا المقدار
فالزيادة عليه محدث وكل محدث بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار انتهى
انه لا يجوز ان يصلي التراويح اربعا اربعا لان المذهب عند ابي حنيفة الافضل في صلوة
الليل ان يكون اربعا لما ان الصحابة اجمعوا على الركعتين وعمر هكذا فعل وكذلك فعل
علي ابن ابي طالب وغيرهما هكذا صلوا التراويح فلا يجوز لنا ان نخالفهم من اهل الحق والمخذوع
ومن يصلي وحده يحق بينه اوفق الشيعة فانه يجوز له ان يصلي اربعا اربعا واما في الجماعة
فلا يجوز الزيادة على الركعتين لاجل المخالفة انتهى۔ ج ٤ ص ١٣١ فتاویٰ کبیری اور درمختار اور
فتاویٰ عجیب اور فتاویٰ ابراہیم شاہی اور کنز العباد شرح اوراد میں ہے۔ یکرہ الدعاء عند ختم القرآن
في شهر رمضان وعند ختم القرآن بجماعة لان هذا الامر لم ينقل عن النبي صلى الله عليه
وسلم ولا من الصحابة رضوان الله تعالى عليهم اجمعين انتهى۔ ج ٢ ص ٣٢ فتاویٰ محیط اور نصاب
الاحتساب اور عالمگیری میں ہے۔ قراءة الكافرون الى الآخر مع الجمع مكروهة لانها بدعة لم
ينقل عن الصحابة والتابعين۔ انتهى۔ ج ٥ ص ٣٢٣ ويكره المصافحة بعد الصلوة بكل حال
لان الصحابة ما صافحوا۔ انتهى۔ ملتقط۔ ترجیح۔ ایضاح الطالب۔ مکّ التابعین۔ وفتاویٰ بحر
وخلاصة الفقه از ناصری وکابلی وحاشیہ مصابیح ج ١ ص ٣٢ و ٣٥ جامع الروایات باب الجنائز میں ہے
صدقات آوردہ کہ فاتحہ بعد مکتوبہ برائے مہمات وغیرہ مکروہ است زیرا کہ منقول از صحابہ وتابعین
نیست بغلست انتہی۔ ص ٣٦ خزانۃ الروایات میں ہے۔ درود خواندن برائے [illegible]
قضایا انتہی۔ (نوٹ) دیکھو فقہاء رحمہم اللہ نے ان بعض اعمال مذکورہ فی العبارات کو محض عدم ثبوت کی وجہ سے ناجائز
غیر مشروع اور بدعت ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا فاضل بریلوی کا یہ فرمانا کہ غایت یہ ہے کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم
اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم وستم۔ انتہی مردود ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اہل میت کے ہاں لوگوں کا اجتماع اور
اہل میت کا ان کیلئے کھانا تیار کرنا نوحہ جاہلیت میں داخل ہے اور
فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں
ششماہی، برسی وغیرہ جو تخصیص ایام مخصوص ایصال ثواب
مقرر ہیں مکروہ اور بدعت اور بلا تخصیص ایصال ثواب جائز ہے

(١) عن جرير بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة رواه الامام احمد في مسنده وابن ماجه انتهى مختصرا

ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم صحابہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل میت کے ہاں لوگوں کا جمع ہونا اور اہل میت کا ان کے لئے کھانا تیار کرنا ہر دو کو نوحہ جاہلیت سے سمجھتے تھے غرض اس حدیث میں دو چیزوں کو نوحہ جاہلیت میں فرمایا ہے۔ ایک اہل میت کے ہاں برادری کا اجتماع (دفن میت کے بعد) خواہ کسی دن ہو۔ خواہ قبر پر ہو یا ان کے گھر۔ دوسرے اہل میت حاضرین مجمع کو کچھ کھانے کی قسم کھلائیں جیسے بیچے کے چنے کہ سب حاضرین غنی و فقیر کو تقسیم ہوتے ہیں۔ اول جز تکرار تعزیت کو بھی مشتمل ہے۔ اور غرض آخر قراءۃ قرآن و ایصال ثواب وغیرہ کیلئے اہل میت کے ہاں اجتماع برادری کو بھی کیونکہ ممانعت اجتماع الی اہل المیت مطلق ہے۔ (۲) فتح القدیر اور کبیری اور درمختار اور شامی میں ہے۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت وھی بدعۃ مستقبحۃ لما روی الامام احمد و ابن ماجہ باسناد صحیح لو انتہیٰ (نوٹ) یہ مسئلہ دوسرے جز کی بنا پر ہے۔ (۳) سفر السعادت میں ہے۔ عادت نبوی نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آن و این مجموعہ بدعت است انتہیٰ۔ (نوٹ) یہ مسئلہ باعتبار جز واول ہے۔ دراصل پہلے جز کا ترجمہ ہے۔ اور اجتماع الی اہل میت کے اطلاق کو ظاہر کیا ہے۔ اور برائے میت سے مراد یہ ہے کہ خاص اہل میت کی خاطر میت کے ایصال ثواب کے لئے برادری کا اجتماع ہو پھر خواہ قبر پر ہو یا اہل میت کے کسی متعینہ جگہ پہ ہو کیونکہ اس میں تکرار تعزیت اور خلاف حدیث لازم آتا ہے (۴) فتاویٰ جامع الروایات اور شرح منہاج علامہ نووی میں ہے:۔ الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود واطعام الطعام فی الایام المخصوص کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ انتہیٰ۔ شرح منہاج میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ تیسرے دن جمع ہونا قبر پر جو حدیث جریر میں مطلقاً اجتماع الی اہل المیت کو منع فرمایا ہے۔ اس کا فرد ہے جو اُن کے زمانہ میں رواج ہوگا جیسے ہمارے زمانہ میں تیسرے دن اجتماع الی اہل المیت ان کے گھر پر ہوتا ہے اور حدیث میں مطلق اجتماع الی اہل المیت کو خواہ کسی دن ہو خواہ قبر پر ہو یا غیر قبر پر نوحہ میں شمار فرمایا ہے۔ اور تقسیم ورد و عود اور گلاب اور کیوڑہ وغیرہ بوجہ میت کے جو ایک مستقل رسم تھی رفع سوگ کے لئے حاضرین مجلس کو تقسیم کی جاتی تھی یہ بھی بدعت ہے خواہ کسی دن ہو قبر پر ہو یا گھر پر۔ اس بدعت کی اصل وہ ہے کہ حضرت ام حبیبہ کو جبکہ اُن کے والد ابو سفیان کی خبر موت پہونچی تو انھوں نے خوشبو کا استعمال کیا اور فرمایا کہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین روز سے زیادہ کسی عورت مومنہ پر سوگ کرنا حلال نہیں مگر زوج پر دس معدود چار ماہ تک سو اصل خوشبو کی یہ تھی۔ رفتہ رفتہ تقسیم تک نوبت پہنچی۔ اور بدعت ہوگئی کہ سب حاضرین برادری سوگی بن گئے۔ تیسری بدعت یہ ہے کہ ایام مخصوصہ میں بالتخصیص کھانا کھلانا جیسے تیجا، پانچواں، نواں، دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی، برسی۔

(۵) فتاوی بزازیہ اور کبیری شرح منیۃ المصلی اور در مختار اور شامی میں ہے ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقابر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ بقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ وفیھا فی کتاب الاستحسان ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا۔ انتہی اس میں چار مسئلے ہیں۔ اول تخصیص یوم یعنی پہلا اور تیجا اور آٹھواں میت کا کھانا تیار کرنا مکروہ ہے۔ دوسرے ایام مقررہ میں قبروں پر کھانا بھیجا کر تقسیم کرنا اور کھلانا اور تیسرے اتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن۔ چوتھے صلحا اور قرا کو ختم قرآن یا سورہ انعام یا سورہ اخلاص کے پڑھنے کے لئے جمع کرنا مکروہ اور بدعت ہے اور اتخاذ طعام عند قراءۃ القرآن کی کراہت کے یہ معنی ہیں کہ قاریوں کے کھانے کے لئے کھانا تیار کرنا مکروہ ہے اور اگر فقرا کیلئے تیار کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں حسن ہے۔ مولانا سید عبدالغنی نابلسی اور علامہ خادمی حدیقہ ندیہ اور بریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ فصل ثالث امور مبتدعہ کی بحث میں اس عبارت کے بعد فرماتے ہیں۔ وان اتخذ الطعام للفقراء کان حسنا ثم قال ولا تظن ان المصاد فی زماننا مبنی علی قول قاضی خان فانہ ظن باطل اذ المعتاد دعوۃ المشائخ والائمۃ والمؤذنین والجیران بلا تمییز بین الفقراء والاغنیاء بل اکثرھم الاغنیاء ویتطلفون لھم مکانا مخصوصا ویبسطون فرشا کبیرۃ ووسائد مرفوعۃ فھل للضیافۃ تحقق غیر ذلک (بریقہ الخادمی)۔

(نوٹ) شارح منیہ کا اس کے بعد روایت جریر پر فیہ نظر کہنا خود منظور فیہ ہے چنانچہ رد المحتار بعد نقل روایت شرح منیہ قول لا یخلو عن نظر لکھتا ہے۔ اقول فیہ نظر فانہ واقعۃ حال لا عموم لھا مع احتمال سبب خاص بخلاف ما فی حدیث جریر علی انہ بحث فی المنقول فی مذھبنا و مذھب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلالا بحدیث جریر المذکور علی الکراھۃ۔ الغرض شارح منیہ کا فیہ نظر خود منظور فیہ اور مخدوش ہوچکا۔ فتدبر۔

(۶) اور علامہ شامی نے معراج سے لکھا ہے کہ یہ سب کام لغو دنیا اور دکھاوے کے ہوتے ہیں۔

جیسے آجکل مشاہد ہے لہٰذا ان افعال سے منع کیا جائے کیونکہ یہ لوجہ اللہ نہیں ہوتے۔ وہ الحال فی المعراج وقال وهذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لانهم لا يريدون بها وجه الله تعالى انتهى۔ (۷) شیخ کبیر علی متقی استاد شیخ عبدالوہاب متقی استاد شیخ عبدالحق دہلوی اپنے رسالہ رد بدعات تعزیت میں لکھتے ہیں:۔ الاول الاجتماع للقراءة بالقرآن على الميت بالتخصيص في المقبرة او المسجد او البيت بدعة مذمومة لانه لم ينقل من الصحابة رضي الله عنهم شيئا وفيه ترك الآداب بالاوضاع وفي تخصيص السنن قال مؤلفه عليه الرحمة ان هذا الاجتماع في اليوم الثالث خصوصاً ليس فيه فرضية ولا فيه وجوب ولا فيه سنة ولا فيه استحباب ولا فيه منفعة ولا فيه مصلحة في الدين بل فيه طعن وعذر منه و ملامة على السلف حيث لم يفعلوا بل على النبي صلى الله عليه وسلم حيث ترك حقوق الميت بل على الله سبحانه وتعالى حيث لم يكمل الشريعة وقد قال الله تعالى في تكميل الشريعة اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ وقد قال الله تعالى وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فيكون حراماً لتضمنه هذه القبائح وغيرها كما سيأتي۔ انتهى۔

(۸) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مقالۃ الوصیۃ میں فرماتے ہیں: دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا و سیوم و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالینہ و این ہمہ را در عرب اول وجود نبود مصلحت آن ست کہ غیر تعزیت وارثان میت تا سہ روز و اطعام ایشان یک شبانہ روز رسمے نباشد انتہی۔ (۹) اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی جامع البرکات میں اور شیخ الاسلام کشف الغطاء میں لکھتے ہیں وآنکہ بعد از سالے و ششماہی یا چہل معین و یاد می کنند درمیان برادران تخمین کنند آنرا بھاجی گویند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند انتہی۔

(۱۰) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں: بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسینی ہیچ نکنند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نداشتہ اند۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔ و از کلمہ و درود و ختم قرآن و استغفار و از مال حلال صدقہ فقراء باخفا امداد فرمایند۔ انتہی۔ (۱۱) شیخ عبدالحق دہلوی شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں:۔ عادت نبوی نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آن و این مجموع بدعت است و مکروہ نعم تعزیت اہل میت و تسلیہ و صبر فرمودن سنت و مستحب

استے اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم و ارتکاب تکلفات و دیگر و صرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت و حرام۔ انتہیٰ۔ (نوٹ) اس میں تین امور مذکور ہیں۔ اوّل اجتماع مخصوص روز سوم جو بحدیث جریر بوجہ جاہلیت میں داخل ہے یہ بدعت ہے۔ دوسرے ارتکاب تکلفات و دیگر۔ تیسرے صرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ یہ دونوں حرام ہیں۔ (۱۲) ملا علی قاری مرقاۃ میں تحت حدیث لما جاء نعی جعفر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاما الخ فرماتے ہیں۔ واصطناع اهل البیت له لاجل اجتماع الناس علیه بدعة مکروهة بل صح عن جریر رضی الله عنه کنا نعده من النیاحة وهو ظاهر فی التحریم قال الغزالی ویکره الاکل منه قلت هذا اذا لم یکن من مال الیتیم او الغائب والا فهو حرام بلا خلاف۔ انتہیٰ۔

(۱۳) نوادر الفتاویٰ میں ہے:- اجابت کردن طعامیکہ از بہر مردہ ساختہ باشند مکروہ است در سوم و دہم و بستم و ماہیانہ و سالیانہ و آں طعام مر علماء و فضلاء را مکروہ است قال علیہ السلام طعام المیت یمیت القلب و طعام المریض بمرض القلب مرور نوادر مشام آمدہ کہ مکروہ است اجابت کردن طعامیکہ بجہت روح مردہ کردہ باشند۔ انتہیٰ۔ (نوٹ) طعام المیت الخ یہ حدیث نہیں معلوم ہوتی۔ شاید مشائخ صوفیہ کا قول ہو ورنہ یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں مذکور نہیں ہے واللہ اعلم بہ۔ اس فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ جو طعام مردے کے واسطے رسماً پکایا جاتا ہے تیجے اور دسویں اور ماہیانہ اور برسی کو اس کی اجابت مکروہ ہے کیونکہ وہ طعام مکروہ ہے کہ روایت جریر میں اس کو نیاحت کہا ہے اگرچہ اس کی اجابت سب کو مکروہ ہے مگر علماء و فضلاء کو خصوصاً مکروہ ہے۔

(۱۴) اور مولانا عبدالحی لکھنوی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں بحوالہ فتح القدیر و نصاب الاحتساب لکھتے ہیں۔ مقرر کردن روز سوم وغیرہ با تخصیص و او را ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب آں را مکروہ نوشتہ اند کہ و را تخصیص بگذارند و ہر روز کہ خواہند ثواب بروح میت رسانند الخ (۱۵) نصاب الاحتساب میں ہے ان ختم القرآن جهرا بالجهر ولیسمی بالفارسیة سیپارہ خواندن مکروہ انتہیٰ کیونکہ اس میں آواز بلند کرنی ہے جو مخل تدبر قرآن ہے۔ اگر اسی طرح مروج ہے جو صاحب نصاب کے نزدیک مکروہ ہے بعض نے تیسرے دن کی تخصیص میں یہ عذر لنگ پیش کیا ہے کہ مردہ زمانہ قریب موت میں ضغطہ قبر و توحش و سوال نکیرین کی وجہ سے ثواب کا محتاج تر ہوتا ہے اسی وجہ سے تیسرا دن متعین کر لیا جاتا ہے جواب بجان من اس کی رو سے تو مرنے کے بعد ہی پہلا دوسرا دن زیادہ مناسب تھا جب بیچارے کی خوب مرمت

جو پہلی اب ہوش آیا۔ اور بعض نے کہا کہ تین دن تعزیت کے ہیں اس لئے تیسرا دن مقرر کر لیا تاکہ تعزیت کے لئے آنے والے سب مل کر ایصال ثواب میں شریک ہو جائیں۔ **جواب** جناب من یہ غرض رسم کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں ورنہ اس وجہ کی رو سے مرنے کے بعد ہی سے برابر تینوں دن ثواب پہونچانا چاہیے۔ تخصیص سوم کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ کوئی تعزیت کے لئے پہلے دن آئے گا، کوئی دوسرے دن، کوئی تیسرے دن، کوئی کسی وقت کوئی کسی وقت، کیونکہ ایک دفعہ تعزیت کے بعد دوبارہ تعزیت جائز نہیں (در مختار) اور جو لوگ کفنانے دفنانے کے وقت موجود تھے اور جو نماز جنازہ میں شریک ہوئے تھے ان کی تعزیت ختم ہو گئی وہ دوبارہ کیسے آسکتے ہیں۔ **اور نیز** تیجہ دسواں، بیسواں و چہلم، ششماہی، برسی اور طریق ایصال کی جملہ تخصیصات بنا بر تحریر مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم مصنف تحفۃ الہند اہل ہنود کی مذہبی رسمیں ہیں اور حدیث شریف میں ہے۔ ابغض الناس الی اللہ مبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ (مشکوٰۃ کتاب الاعتصام) اسی لئے یہ سب رسوم ابھی دیگر ممالک اسلامیہ میں رائج نہیں۔ ورنہ تمام مسلمانان ہند کی کوئی ایسی مصلحت دینی یا دنیاوی ہے جو سب کو انہی ایام مخصوص میں ایصال ثواب پر مجبور کرتی ہے اور متفقہ طور پر سب کو انہی ایام میں وہ مصلحت پیش آتی ہے۔ فتفکر۔ ہاں یہ مصلحت ضرور ہے کہ سال بھر ثواب پہنچائیں یا علی الخصوص ایک چلہ تک کہ تبدیل حالت سے پہلے بہت نافع ہے۔ بیشک یہ بدیہی ہے کہ مرنے کے بعد ایک سال تک علی العموم اور ایک چلہ تک علی الخصوص انسان کا بہت کچھ تعلق اس جانب رہتا ہے۔ ایصال ثواب کا زیادہ منتظر ہوتا ہے اور ایسا ہی زندوں کا بھی حال ہے کہ زمانہ قرب موت اقارب میں زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ ایصال ثواب کی تمنا کوشش کرتے ہیں ایک چلہ تک علی الخصوص اور ایک سال تک علی العموم لیکن اس سے تخصیص سوم چہلم برسال ثابت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ یوں ہی جیسے کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر پارہ تم و القمر اذا اتسق کی تفسیر میں لکھتے ہیں بطور خلاصہ ان کے الفاظ بعینہٖ نقل کرتا ہوں۔ اول حالیکہ بمجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملہ از حیات سابقہ والفت تعلق بدن و دیگر معروفان از ابنائے جنس خود باقی است و آں وقت گویا برزخ است کہ چیزے ازاں طرف و چیزے ازیں طرف مدد زندگان بمردگان دریں حالت زود تر میرسد و مردگان منتظر لحوق مدد ازیں طرف می باشند صدقات و ادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید و ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند۔ انتہی۔

دو ہ کل اہل بدعات کا عقیدہ اور عمل احادیث موضوعہ پر ہے لعن اللہ من وضعہا، اہل علم سب یقینی جانتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑی ہوئی ہیں مگر چونکہ موضوع حدیث پر عقیدہ اور عمل حرام ہے اور اس کا بیان کرنا بغیر جتلانے وضع کے بھی حرام ہے لہٰذا ان کے اہل علم اور طرح سے ان تخصیصات (۱) وجوہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر کم علم اور بے علم بدستور ان موضوعات پر عمل اور عقیدہ رکھتے ہیں

مسائل ضروریہ خلاصہ مسائل حنفیہ مصنفہ مولوی امداد حسین صاحب دہلوی میں ہے: پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بروح حمزہ رضی اللہ عنہ در طعام تمام سوم روزہ دہم روزہ و چہلم روزہ و ششماہہ و سالیانہ دادہ است و صحابہ نیز ہم چنیں کردہ ہر کہ منکر از این باشد لیس او رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و اجماع صحابہ را منکر شدہ باشد۔ انتہی از کنز فارسی۔ اور پیر جی مولوی عبد السمیع صاحب نے بھی انوار ساطعہ ۱۲۳ میں یہی حدیث موضوع بحوالہ حاشیہ خزانۃ الروایات از مجموع الروایات نقل کی ہے۔ اور دبی زبان سے کہہ گئے۔ اگر یہ حدیث کسی قدر قابل اعتماد ہے تو یہ سب گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوگئیں۔ انتہی۔ اور انوار ساطعہ ۱۲۸ میں حقائق الاخبار سے حدیث نقل ہے۔ اذا مات المؤمن یدور روحہ حول دارہ شہرا ینظر الی ما خلفہ من مالہ کیف یقسم مالہ وکیف یؤدی دینہ فاذا اتم شہرا ینظر الی جسدہ ویدور حول قبرہ سنۃ فینظر من یدعو لہ ومن یحزن علیہ فاذا اتمت سنۃ رفعت روحہ الی حیث یجتمع فی الارواح الی یوم ینفخ فی الصور۔ انتہی۔ (نوٹ) الغرض فاضل بریلوی نے باوجود کہ حاطب اللیل ہونے کے ان موضوعات سے تمسک نہیں کیا۔ مگر عرف اور عادت کو واسطہ ڈال کر انہی موضوعات پر عمل کرنے کی تائید خوب کی ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

یہ تخصیص جمعرات اور عیدین اور شب برات اور عشرہ محرم کی فاتحہ کی بدعت اور ان ایام میں ارواح کا اپنے اقارب کے گھر آنا بالکل غلط، اور اس کے ثبوت میں جو حدیثیں بیان کیجاتی ہیں وہ سب مجہول الاسناد اور غیر موثق اور بے سند ہیں اور انکا مضمون خلاف قواعد شرعیہ اور معارض احادیث صحاح کے جو انکے موضوع ہونے پر دال ہے لیکن افسوس اہل بدعت کیلئے وہ سب قابل حجت اور قابل عمل و موجب عقیدہ ہوگئیں۔

(۱) دستور القضاۃ میں ہے من الفتاوی النسفیۃ ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتہم ثم ینادی کل واحد منہم بصوت حزین یا اہلی و اولادی و اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ و اذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا

قد كان هذا المال الذي في ايديكم في ايدي غيرنا فيرجعون منهم باكيا حزينا ثم ينادي كل واحد منهم بصوت حزين اللهم قنطهم من الرحمة كما قنطونا من الدعاء والصدقة۔ انتهى۔ (منقول از انوار ساطعہ صفحہ و اتیان الارواح للفاضل البریلوی ص۹)۔ (۳) اور خزانۃ الروایات میں ابن عباس سے ہے۔ يقول اذا كان يوم عيد او يوم جمعة او يوم عاشوراء او ليلة نصف من شعبان تأتي ارواح الاموات ويقومون على ابواب بيوتهم فيقولون هل من احد يذكرنا هل من احد يترحم علينا هل من احد يذكر غربتنا يا من سكنتم بيوتنا ويا من سعد بما شقينا ويا من اقتسم في اوسع قصورنا ونحن في ضيق قبورنا ويا من استذل لليتامى ايتامنا ويا من تكلم نساءنا هل من احد يتفكر في غربتنا وفقرنا كتبنا مطوية وكتبكم منشورة. انتهى (منقول از انوار ساطعہ ص۹۴ و اتیان الارواح ص۱) اور شیخ الاسلام نے کشف الغطا میں حدیث اول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در شرح الصدور احادیث شتی در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ باب زیارۃ القبور میں صرف یہ لکھا ہے۔ در بعض روایات آمدہ است الخ اور خزانۃ الروایات میں لکھا ہے کہ بعض علماء سے یہ روایت ہے کہ روحیں شب جمعہ کو چھوٹ جاتی ہیں الخ (ہکذا فی اتیان الارواح للفاضل البریلوی) پس شیخ دہلوی اور خزانۃ الروایات سے تو معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث نبوی نہیں بلکہ بعض علماء سے روایت ہے۔ اور شیخ الاسلام کا کلام اس مقام میں یا یہ کہ شیخ کا اکثرے خالی از ضعف نیست اس روایت کی تضعیف پر بالتحلیل صریح ہے ورنہ اس کلام کا اس مقام پر کچھ مفاد نہ ہوگا۔

اب سنو! کہ اول تو ان روایات کی توثیق خود کتاب والوں نے نہیں کی کہ ان کے نزدیک یہ روایات صحیح ہیں یا نہیں اور بدون توثیق کے نفس نقل سے تصحیح نہیں ہوتی پھر دوسرے ان کی سند ندارد جس پر اعتماد ہو تیسرے شیخ نے تو فقط یہ لفظ کہا کہ در بعض روایات آمدہ نہ معلوم کہ وہ مرفوع ہے یا کسی عالم کا قول ہے اور خزانہ بعض علماء ہی سے نقل کرتا ہے نہ معلوم کون ہیں اور کیسے ہیں اور بظاہر قول کسی عالم کا ہے۔ اور دستور القضاۃ میں فتاوی نسفیہ سے نقل ہے۔ نہ مرفوع نہ توثیق نہ سند اور نہ یہ معلوم کہ کس کا قول ہے۔ بھلا ایسی روایتیں تو ضعیف حدیث بھی نہیں کہی جاسکتیں اس کے علاوہ قواعد شرعیہ کے خلاف اور احادیث صحاح کے معارض ہیں۔

(۱) اول باتفاق امت ورثا پر ایصال ثواب کا حق واجب نہیں بلکہ مستحب اور احسان محض

کسی ایک عالم نے بھی نہیں کہا کہ زندہ پر مردہ کا حق واجب ہے۔ یا حق تعالیٰ نے ایصال کو واجب
کیا ہے اگر کسی نے احسان کیا تو مستوجب ثواب ہے اور نہ کیا تو قابل ملامت نہیں۔ لہٰذا ان ایام
میں اگر زندہ نے مردوں کو ایصال ثواب نہ کیا تو شرعاً اس نے کوئی ظلم مردے پر نہیں کیا، ہاں احسان
بھی نہیں کیا تو احسان نہ کرنے پر سخت بددعا کرنا کہ اے الغفار کو اپنی رحمت سے محروم کر شرعاً
کس قدر ظلم اور صریح حرام ہے اور قابل سزا و سرزنش کے ہے۔ پس مسلمان مردہ باوجودیکہ ظلمت
نفس اور شیطان سے چھوٹ گیا اس کو برزخ میں سب خیر و شر کی حقیقت واضح ہو گئی۔ کیا اب بھی وہ
معصیت اور ارتکاب منکرات میں گرفتار رہے گا دیدہ و دانستہ ناحق سخت بددعا کرتا ہے۔ کیا حق کے
کھلنے اور آخرت کے منکشف ہو جانے کے بعد اب بھی کسب معاصی میں گرفتار اور شر نفس میں مبتلا ہو
معاذ اللہ۔ پس ان سے مشاہدہ کے بعد حق تعالیٰ کی نافرمانی ممکن نہیں لہٰذا یہ روایت قطعاً متہم ہے
(۲) دوسرے مومن کی قبر میں مد بصر تک کشادگی کی جاتی ہے اور نور ہوتا ہے اور جنت کی خوشبوئیں
آتی ہیں یہ سب احادیث صحیحہ میں موجود ہے اور دنیا کے گھروں کی اس کے مقابلہ میں کیا حقیقت
لیکن باوجود اس کے ارواح کا یہ کہنا کہ تم بھلے کشادہ گھروں میں اور ہم تنگ قبروں میں ہیں صریح
خلاف احادیث صحیحہ کے ہے۔ (۳) تیسرے صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کو حکم ہوتا ہے۔ نم کنومۃ
العروس اور اس روایت میں کربت کا رونا ذکر ہے۔ (۴) چوتھے اعمال صالح اور روح جنت
سے انس مومن کا صحاح میں مذکور ہے اور اس میں غربت اور وحشت کا اظہار ہے (۵) پانچویں
ارواح کا دنیا میں اپنے اقارب کے گھر آنا احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ مشکوٰۃ میں نسائی سے
اور احمد سے منقول ہے کہ جب میت کی روح برزخ میں جاتی ہے تو ارواح جمع ہو کر اپنے اقارب
کا حال پوچھتے ہیں تو وہ جو پہلے مر چکا تھا اس کو کہتا ہے کہ وہ مجھ سے پہلے مر چکا تھا الخ۔ اور اگر ہر ہفتہ
ارواح اپنے گھر جاتی ہیں تو ان کو استفسار کی کیا حاجت تھی۔ اپنی آنکھوں سے تو سب حال دیکھ کر
آتی ہیں۔ یوم جمعہ میں بیشک صدقہ کا استحباب وارد ہوا۔ مگر شب جمعہ یا یوم جمعہ میں ایصال ثواب کا
استحباب کسی روایت صحیحہ میں وارد نہیں ہے۔ (۶) حدیث بخاری میں ہے کہ جس کو جنت مل گئی اگر دنیا
وما فیہا اس کو دیدیں تو دنیا میں آنا قبول نہ کرے مگر شہید دوبارہ فی سبیل اللہ جان دینے کو آنا چاہتا ہے
اور ارواح جنتی کے واسطے دریچہ جنت کھلا ہوا ہے روح و ریحان برابر چلا آتا ہے اور جو در سرور
اور نم کنومۃ العروس اور سیر جنت ان کو حاصل ہے تو پھر بہشتی روح بہشت کو چھوڑ کر دنیا دار الکدر
میں ایک منٹ کے لئے آنا بھی پسند نہ کرے گی اور اگر دوزخی روح ہے تو ملائکہ عذاب سے اور عذاب

سلطقبر سے کس طرح نکل سکتا ہے۔ لہٰذا ارواح کے آنے میں بہت تامل ہے۔ (۲) یہ عقائد
میں داخل ہے کہ ارواح ان ایام مقررہ میں عالم برزخ اور سیر جنت اور حبور و سرور چھوڑ کر جو قطعیات
سے ثابت ہے اپنے اپنے گھروں کو آتی ہیں اور اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ ظنیات
صحاح کا چہ جائیکہ ضعاف اور موضوعات کا۔ اور جو فاضل بریلوی نے اپنے تفضل کے جوش میں
اتیان الارواح میں لکھا ہے کہ یہ مسئلہ عقائد کا نہیں ہے محض تحکم ہے کیا ہوتا ہے اور داخل ہونے
کا بیان عن سلمان قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاءت
بین السماء والارض یعنی بان ارواح المؤمنین مرسلة تذهب حیث شاءت اور قاضی ثناء اللہ
صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں ابن ابی الدنیا از مالک روایت کردہ کہ ارواح ہرجا کہ خواہند سیر
وغیرہ ذالک دنیا میں آنے کے ثبوت میں آپ کے فضل کے خلاف ہے کیونکہ ان روایات سے ارواح کا
برزخ کے زمین و آسمان میں چلنا پھرنا ثابت ہے کہ جہاں چاہیں سیر کریں کیونکہ برزخ کا بھی زمین
آسمان ہے نہ دنیا میں۔ اور اکثر کاملین نے جو ارواح اولیاء کو چلتے پھرتے دیکھا ہے ان کو اس دنیا
میں نہیں دیکھا ہے بلکہ عالم برزخ میں دیکھتے ہیں ان کی نظر کبھی کبھی عالم برزخ میں پڑتی ہے فافہم۔

(۳) چونکہ طبقہ رابعہ کی مستند احادیث پر عقیدہ اور عمل جائز نہیں جیسا کہ رسالہ نافعہ سے
مذکور ہو چکا اور کسی عمل کے جواز یا ان سے تمسک جائز نہیں تو یہ بے سند حدیثیں جن کا حدیث ہونا
بھی معلوم نہیں مثبت عمل کیسے ہو سکتی ہیں۔ اور حدیث ضعیف بھی مثبت عمل نہیں ہو سکتی بلکہ
فضائل اعمال میں حجت ہے یعنی جو عمل احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے اس کی فضیلت میں اگر
کوئی ضعیف حدیث آجائے تو معتبر ہے کہ عمل ثابت شدہ کی فضیلت ہے جس میں کوئی مضائقہ نہیں
کسی عمل کو ثابت نہیں کر سکتی۔ فافہم۔

فاتحہ مروجہ یعنی ایصال ثواب میں اکثر کھانا روبرو رکھنا اور اس پر خاص سورۃ فاتحہ و قل و درود بطور ایصال ثواب پڑھنا متعین اور لازم ہو اور تارکین کو مستحق ملامت سمجھا جائے ناجائز اور بدعت ہے۔

واضح ہو کہ اہل بدعت نے فاتحہ مروجہ میں اس قدر تعدی کی ہے کہ سنت تک ثابت کرنے میں کوشش کی۔ اس کے اثبات میں حدیثیں گھڑی ہیں
چنانچہ مسائل اترویہ خلاصۃ مسائل حنفیہ صفحہ میں ہے۔ اور فتاویٰ آنذ جندی ایک فرضی کتاب ہے
میں ملا علی قاری یہ حدیث لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا تو ایک
اعرابی تیسرے روز کچھ کھجوریں اور جو کی روٹی اور اونٹنی کا دودھ لایا تو حضرت صلعم نے اس کو سامنے

بلکہ پانچ آیتیں پڑھیں اور تین بار سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر ہاتھ اُٹھا کر فرمایا کہ اس کا ثواب میرے بیٹے ابراہیم کو پہونچا اور پانچوں کو حضور پر ملا۔ اور ابو ذر غفاری سے فرمایا کہ اس کو تقسیم کر دو پس وہ تقسیم کیا گیا صحابہ میں اور سب نے اس کو کھایا۔ لعن اللہ علی واضعہا۔ اور صاحب انوار ساطعہ نے ۲۳۱ وغیرہ میں مشکوٰۃ کتاب المعجزات سے یہ نقل وہ حدیثیں لکھیں جن میں حضور نے زیادتی طعام کے لئے دُعا برکت فرمائی تھی۔ اور فاضل بریلوی نے بھی ان تخصیصات کو عادی عرفی و مصلحتی کی آڑ میں جائز قرار دیکر اس گھڑی ہوئی حدیث پر قل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ افسوس، موضوع حدیث پر عمل کرنا اور نقل کرانا بالاتفاق حرام ہے اور فاضل بریلوی نے خواہ مخواہ شرعی اور عادی کی بحث نکالی ہے۔ پس تحقیق ہی کو اپنا کمال سمجھ لیا ہے۔ واعجبا۔ بالغرض اگر عوام جہلاء کے خیالات کی یہ ترجمانی صحیح ہے تو براہ مہربانی ذرا عوام کو یہ سمجھا کر تجربہ کر لیجئے کہ یاد داشت اور ضبط اوقات کے لئے ہر ہر شخص بغیر التزام اور اصرار کے بمصالح خود اپنے لئے کوئی اوقات ذہنیں اور پہیے اور دیگر طریقے اختیار کرلیں اور تخصیص ہی کو یک لخت ترک کرا دیا جائے تاکہ ایصال ثواب سے بھی غفلت نہو اور یہ رسوم دینا و یہ مخمصہ بھی اٹھ جاویں۔

(۱) فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے قراءۃ الفاتحۃ والاخلاص والکافرون علی الطعام بدعۃ انتھی

(۲) شرح کبیری میں ہے ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ یعنی میت کے لئے کھانا تیار کرنا ایصال تلاوۃ قرآن کے وقت اُن کے کھانے کیلئے مکروہ ہے۔ یعنی اتخاذ طعام للمیت لاجل القراءۃ اور قراءۃ قرآن للمیت دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں جیسے قرآن کی بے ادبی ہے اسی طرح آداب طعام کے بھی خلاف ہے کہ لا صلوٰۃ بحضرۃ الطعام الحدیث اکرموا الخبز الحدیث حضور کے پاس جب روٹی آتی تھی تو سالن کا بھی انتظار نہ کرتے تھے الحدیث هذا کلہ مستفاد من انوار ساطعہ ۲۳۸ لکن من خلافہ۔

(۳) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز سے کسی نے سوال کیا۔ سوال کہ کلام اللہ یا آیت کلام مجید را بر طعام خوانند چہ حکم است شخصے میگوید کہ کلام اللہ بر طعام چنان است کہ کسے در جائے ضرور بخواند نعوذ باللہ منہا۔ جواب این طور گفتن روا نیست بلکہ سوء ادبی است اگر این چنین گفتگو در مجلس این خواندن سوء ادبی است معاً گفتہ باشد و آن مرتفع است کہ بطریق وعظ و پند خوانند و اما بطور وعظ و پند منع از شرک و بدعت خواندن در ہر جا روا است بلکہ برائے رد بدعت گاہ واجب می شود (فتاویٰ عزیزی ص ۹۴) اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ کھانے کے اوپر کلام مجید

یا آیت کلام مجید کو پڑھنا بے ادبی ہے۔

(۴) اور نیز تفسیر عزیزی میں شاہ صاحب نے صاف فرمایا ہے کہ عوام کے نزدیک یہ طریق ایصال کا متعین ہے۔ عبارتش این است کہ نزد عوام طریق ذبح جانور ہرگونہ کہ مقرر است متعین است برائے رسانیدن جان جانور برائے ہر کسے کہ منظور باشد چنانچہ فاتحہ وقل و درود خواندن طریق متعین است برائے رسانیدن ماکولات ومشروبات بارواح الخ پس جب شاہ صاحب کے نزدیک عوام جہلا کا یہ فعل بوجہ تعیین الطریقہ خاص مذموم ہے تو سوالات عشرہ کا اول جواب اس صورت میں ہے کہ جب تخصیص اور التزام نہ ہو یا اولیں جواب میں کچھ تسامح یا تصرف ہو گیا ہے کہ فی نفسہ جائز ہے کی جگہ متبرک لکھا گیا ہے کیونکہ پہلے سوال کے جواب میں ہے کہ فاتحہ درود خواندن فی نفسہ درست است لیکن دریں قسم توے بے ادبی می شود زیرا کہ نجاست معنوی دارد فاتحہ و درود جائے باید خواند کہ پاک باشد از نجاست ظاہری و باطنی (ملخصاً) اس طریقہ منیفہ میں نجاست باطنی ظاہر ہے ورنہ ان تصریحات اور صحیح حدیث الصدقة اوساخ الناس کے بالکل مخالف ہے جبکہ صدقات لوگوں کے میل کچیل ہیں یہاں تک کہ آل رسول کو اسی وجہ سے دینا اور لینا جائز نہیں تو صدقات متبرک کیسے ہو جائیں گے۔ زکوۃ مفروضہ تک کو منع ہے۔ فتدبر حق التدبر **الغرض** اہل حق تخصیص اور التزام کو منع کرتے ہیں ورنہ ایصال ثواب میں کسی کو کلام نہیں۔ خود علامہ شہید صراط مستقیم میں لکھتے ہیں۔ پس ہر چند آرزوئے نفع رسانیدن باموات بالطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل است غرض آنست کہ مقید برسم نباشد بے تعیین تاریخ و روز وجنس و قسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ موجب اجر جزیل بود بعمل آرد و ہر گاہ ایصال نفع میت منظور دارد موقوف بر اطعام نگذارد اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا است در تعیین تاریخ و روز و قسم و وضع طعام ضیق پیش می آید انسان را خواہ مخواہ انجام کردن دشوار مے بود سر انجام آن فرود مے آمد۔ انتہیٰ۔ اور فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص [illegible] میں ہے۔ ایصال ثواب بلا قید طعام و ایام کے مندوب ہے۔ اور قیود تخصیص یوم کی اور تخصیص طعام کی بدعت ہے اگر تخصیص کے ساتھ ایصال ثواب ہو تو طعام حرام نہیں ہوتا بلکہ اگر بخلوص نیت ہو ریا اور محض رسم دنیوی مقصود نہ ہو تو ثواب بھی پہونچتا ہے (براہین ص [illegible]) گو اس تخصیص کی وجہ سے معصیت ہو گی۔ انتہیٰ۔ اب اہل بدعت نے طعام کے ایصال ثواب کو کلام اللہ پر موقوف کر دیا ہے اور یہی تخصیص و التزام بدعت ہے ورنہ اباحت فی نفسہ میں کلام نہ تھا۔ اور جب اس کے متعلق حدیث بھی گھڑ دی گئی اور افتراء علی الرسول کیا

گیا اور سنت رسول اللہ قرار دیا گیا تو بے شک اب واجب الترک ہے۔

فاتحہ مروجہ میں جن امور کا اہل حق کو انکار ہے وہ یہ ہیں:۔ (١) خاص تاریخ اور خاص کھانا اور خاص وضع کی تخصیص اور اس کو لازم جاننا۔ اگر یہ نہ ہو تو فاتحہ معتبر نہ ہو۔ (٢) کھانے کی عدم موجودگی میں اور روبرو نہ ہونے کی صورت میں فاتحہ خوانی غیر معتبر (٣) الغیر فاتحہ خوانی کھانا کھانا اور نہ اس کا ایصال ثواب ممنوع اور اس کی تقسیم ناجائز (٤) یہی طرز مخصوص علامت سنیت جو اس طرز مخصوص پر عامل نہ ہو وہ وہابی اہل سنت سے خارج۔ (٥) نذر لغیر اللہ یعنی دیوتاؤں کے بھینٹ کی طرح بزرگوں کو نذر دینا (٦) کھانے والوں کی رعایت ملحوظ نہ ہو بلکہ وہی کھانا لوم بخت جو جو بزرگ اور میت کو زندگی میں مرغوب تھا گویا یہی کھانا بزرگ اور میت کو جنت میں کھلایا جاتا ہے۔ (٧) فاتحہ مروجہ کو سنت رسول اللہ صلعم سمجھنا۔ ان حضرات کی یہی خصوصیات ہیں جن پر علماء اہل حق کو اعتراض ہے ورنہ لیت ما الفرق کہ انکار یا قرآن مجید پڑھ کر ثواب پہنچانے کا کون منکر ہے۔ اب ان کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اس ظاہری اور سادہ مقصد کو ایک دو روایات کی ثابت کر کے عوام پر یہ اثر ڈالتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ ایصال ثواب کے منکر ہیں اور نہایت سادگی کی ایصال ثواب کی روایات فاتحہ مروجہ کے ثبوت میں لے آتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ بدعتی قوم کی اصل نزد طریقہ اسلام اور سنت نبویہ پر ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنی ایجاد کردہ طریقہ اور رسوم کی اشاعت منظور ہوتی ہے۔

(**نوٹ**) کہیں فاتحہ بر طعام خوانندہ کا لفظ دیکھ کر دھوکہ نہ ہو کیونکہ مجاز متعارف کے طور پر یا عرف عام کی وضع پر اس کے معنی مطلق طعام کے ایصال ثواب کے ہوتے ہیں نہ تخصیصات اور التزام اور اعتقاد سنت کے ساتھ کہ اس کے خلاف کبھی فعل نہ ہو اور مباح کو حد اباحت سے نکال دیا جائے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ بقول حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر چیز کہ برآں ترغیب صاحب شرع نیست وقت بنا شد آں فعل عبث است و مخالف سنت سید الانام و مخالف سنت حرام است پس ہرگز روا نباشد۔" (فتاویٰ عزیزی) اور یہ حضرت علی کا اثر میں مجمع البحرین سے نقل کر چکا ہوں فلیتنبہ فانہ قبح لکل بدعۃ۔ فاضل بریلوی الحجۃ الفاتحہ میں خود مقر ہیں کہ وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کا ضرر اور نا روا نہیں (ملخصاً) اور بقول علی رضی اللہ عنہ بیکار اور عبث حرام ہے دیکھو مجمع البحرین۔ اس سے زیادہ عبث اور لغو کیا ہو گا کہ مساکین کو دکھا کر ابھی ثواب الطعام حاصل نہیں کیا گیا لیکن الطعام کا

ثواب قبل حصول ہی بخش دیا جاتا ہے یا نہیں۔ (نوٹ) فاضل بریلوی بھی فضل الٰہی ہنود کی طرح شاید یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ بذریعہ فاتحہ ہی کھانے مرنے والے کو پہنچتے ہیں جنت میں انکو بھی دنیا کے کھانے بھیجے جاتے ہیں۔ چنانچہ انتقال سے دو گھنٹے پہلے وصیت فرماتے ہیں۔ فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ خواہ بکری کا۔ شامی کباب۔ پراٹھے اور بالائی۔ فیرنی۔ اردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم۔ گوشت بھری کچوریاں۔ سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل۔ دودھ کا برف انتہی۔ (وصایا شریف ص۹) سچ ہے ؎

ہر آن چیزے کہ با آن شغل داری — بمرگ خویش آنرا یاد آری
شنیدستم کہ خیاط مرے — بوقت مرگ سوزن یاد کردے

سوال:- اگر یہ تمام امور شریعت میں ثابت نہیں تو ان کی ممانعت بھی صراحتاً موجود نہیں لہٰذا بغیر ورود نہی جائز ناجائز کیسے بن جائیگا لہٰذا یہ امور مباح ہوں گے۔

جواب:- ان امور کا جائز اور مباح ہونا بدون قول اور فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بغیر ثبوت شرعی کہاں سے معلوم ہوگا۔ کیونکہ اباحت شرعیہ بغیر حکم شارع کے ثابت نہیں ہو سکتی۔ مسلم الثبوت میں ہے۔ الاباحۃ حکم شرعی لانہ خطاب الشرع بالتخییر انتھی۔ بحر الرائق اور درمختار اور طحطاوی و طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں ہے فلا یعرف اباحۃ المباح الا بقولہ وفعلہ صلے اللہ علیہ وسلم انتھی۔ مولوی محب بن شرح مسلم تعریف مباح میں لکھتے ہیں المباح ما اذن الشارع بالتخییر بین فعلہ وترکہ انتہی۔ تلویح حاشیہ توضیح میں ہے۔ فان المباح ما اذن الشارع فی فعلہ وترکہ من غیر رجحان انتہی۔ ملا نظام الدین شرح مسلم میں لکھتے ہیں:- ان الاباحۃ الاصلیۃ التی یقولون بھا لیست من الاباحۃ الشرعیۃ فانھا خطاب الشارع بالتخییر والاباحۃ الاصلیۃ لیست بخطاب ولذلک قالوا انھا لیست بقابلۃ للنسخ فالافعال قبل ورود البعث مباحۃ بالاباحۃ الاصلیۃ بمعنی لاحرج فی فعلھا وترکھا وان ارید بھا اذن فیہ فھذا الحکم اخر انتہی یعنی اباحت اصلیہ تو قبل بعثت زمانہ فترت میں ہوتی ہے اور حضور کی بعثت کے بعد اباحت شرعیہ ہے جو بغیر حکم اور فعل شارع کے ثابت نہیں ہو سکتی۔ فتدبر۔

سوال:- بدعت شرعیہ کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت حسنہ، بدعت سیئہ۔ ان اعمال کو بدعت حسنہ

میں کیوں نہیں شمار کرتے کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ فما راٰہ المسلمون حسنًا فھو عند اللہ حسن الخ اور من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الخ

جواب۔ بدعت شرعیہ حسنہ نہیں ہوتی۔ بدعت سئیہ ہی کا نام بدعت ہے جس کو بغیر ثبوت شرع اور سند کے دین میں احداث و اختراع کیا ہو۔ حدیث بخاری و مسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ اور من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد۔ میں صاف ظاہر ہے اطلاقات شرعیہ میں اکثر بدعت سے یہی بدعت مراد لیتے ہیں۔ جامع صغیر کی شرح مناوی میں ہے۔ ان البدعۃ غلبت علی ما لم یشھد الشرع بحسنہ انتہی اور ابن اثیر جزری جامع الاصول میں لکھتے ہیں اکثر ما یستعمل البدعۃ عرفا فی الذم انتہی۔ اور ذخیرۃ السالکین میں ہے۔ چند جا لفظ بدعت مطلق می آید مراد ازیں غالبًا قبیح است انتہی اور حدیث کل بدعۃ ضلالۃ میں بظاہر یہی بدعت منصوص ہے اور جس کا وجود خارجی بعد کو ہوا لیکن اس کا ثبوت شرع میں پایا گیا او اس کے جواز کی دلیل شرع میں ہے خواہ صراحتًا ہو خواہ دلالتًا یا اشارۃً وہ سنت میں داخل ہے بدعت شرعی ہرگز نہیں۔ اس کو باعتبار لغوی معنی کے بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ اسی کی پانچ قسمیں کرتے ہیں۔ بدعت شرعیہ سنت کے مقابل اور مخالف سنت اور رافع سنت ہوتی ہے اور بدعت حسنہ سنت کے موافق اور سنت میں داخل ہوتی ہے عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بالحنفیۃ السمحۃ ومن خالف سنتی فلیس منی۔ سید ابن ملک شرح مصابیح میں لکھتے ہیں کل مخالفۃ للسنۃ ضلالۃ انتہی۔ ابن اثیر جزری نہایہ میں لکھتے ہیں۔ فما کان فی خلاف ما امر اللہ ورسولہ فھو فی حیز الذم والانکار۔ انتہی

(۱) فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے تحت حدیث شر الامور محدثاتھا المراد بھا ما احدث ولیس لہ اصل فی الشرع ویسمی فی عرف الشرع بدعۃ وما کان لہ اصل یدل علیہ الشرع فلیس ببدعۃ فالبدعۃ فی عرف الشرع مذمومۃ بخلاف اللغۃ فان کان شیء احدث علی غیر مثال یسمی بدعۃ سواء کان محمودًا او مذمومًا وکذا القول فی المحدثۃ وفی الامر المحدث قال الشافعی البدعۃ بدعتان محمودۃ ومذمومۃ فما وافق السنۃ فھو محمود وما خالفھا فھو مذموم انتہی۔ (۲) قاضی عیاض شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں۔ کل ما احدث بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھو بدعۃ والبدعۃ فعل ما لم یسبق الیہ فما وافق اصلا من السنۃ او یقاس علیھا فھو محمود وما خالف اصول السنن فھو ضلالۃ انتہی

(۳) اور شیخ دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں:- ہرچہ پیدا شدہ بعد از پیغمبر صلعم بدعت است
پس آنچہ موافق اصول و قواعد سنت اوست صلی اللہ علیہ وسلم و قیاس کردہ شدہ است برآں آنرا
بدعت حسنہ گویند و آنچہ مخالف آں باشد بدعۃ ضلالۃ خوانند انتہی۔ اور ما لیس منہ فھو رد
الحدیث کی شرح میں ہے مراد چیزی است کہ مخالف و مغیر دین باشد انتہی۔ (۴) شرح اربعین
نووی المبین المعین میں ہے والمراد بالبدعۃ ما احدث ومالا اصل لہ فی الشریعۃ یدل
علیہ واما ما کان لہ اصل فلیس ببدعۃ شرعا وان کان بدعۃ لغۃ۔ انتہی۔ اور شرح
حدیث خامس میں لکھتے ہیں ثم اذا دریت ما تلوت علیک فاعلم ان الحدیث علی عمومہ
ولا تخصیص فی قولہ علیہ السلام کل بدعۃ ضلالۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم بین
جمیع ما فیہ اصلاح الدین والدنیا وما اھمل وعین ما ھو فیہ فساد الدین والدنیا
وحذر وکیف لا وقد قال اللہ تعالی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت
لکم الاسلام دینا وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ترکت من شئ یقربکم الی الجنۃ
الا وقد حدثتکم وما ترکت من شئ یبعدکم من النار الا وقد حدثتکم بہ ترکتکم علی البیضاء
لیلھا کنھارھا لا یزیغ عنھا بعدی الا ھالک انتہی۔ اور اسی مقام میں یہ بھی لکھا ہے فان
قلت قد اشتھر ان البدعۃ نوعان حسنۃ وسیئۃ فکیف کل بدعۃ ضلالۃ بلا تخصیص
قلت المراد من البدعۃ فی الحدیث البدعۃ الشرعیۃ وھی عمل لیس لہ دلیل شرعی ھو
کل ما فعلہ او امرہ الشارع صلوات اللہ علیہ فعلہ او لم یفعلہ وسواء فعل
علی عھدہ او لم یکن علی عھدہ لانتفاء شرط الفعل او وجود مانعہ امر ایجاب
او استحباب فھو لیس ببدعۃ شرعیۃ واشتھر ان البدعۃ نوعان بدعۃ لغویۃ
وھی ما ابدع واخترع اعم من البدعۃ الشرعیۃ وقول عمرؓ فی التراویح نعم
البدعۃ ھذہ مرادہ بدعۃ لغویۃ انتہی (۵) فتاوی جامع الروایات میں لکھا ہے در نصاب
الفقہ می آرد ہرآنچہ کہ بدعت حسنہ مجتہدان قرار دادہ اند ہماں صحیح است واگر کسے دریں زمانہ چیزے
بدعت حسنہ قرار دہد خلاف است زیرا کہ مصطفی میگوید کہ کل بدعۃ ضلالۃ فی زماننا انتہی۔
(۶) مکتوبات حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کہ بخواجہ عبد الرحمن مفتی کابلی صادر
یافتہ مکتوبات صد و ہشتاد و ششم ۱۸۶ دفتر حصہ ششم میں ہے از حضرت حق سبحانہ و تعالے
بتضرع و زاری و التجا و افتقار و ذل و انکسار در سر و جہار مسئلت می نماید کہ ہرچہ در دین محدث شدہ

است و مبتدع گشتہ کہ در زمان خیر البشر و خلفاء راشدین او نبودہ اگرچہ آں چیز در روشنی مثل فلق
صبح بود این ضعیف را با جمعے کہ باو مستنداند گرفتار عمل آن محدث نگرداند و مفتون حسن آن مبتدع
نکناد بحرمۃ السید المختار وآلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام گفتہ اند کہ بدعت بر دو نوع است
حسنہ و سیئہ حسنہ آن عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آنسرور و خلفاء راشدین علیہ و علیہم
من الصلوات اتمہا و التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد و رافع سنت نباشد و سیئہ آن کہ رافع سنت
باشد این فقیر در ہیچ بدعتے از این بدعتہا حسن و نورانیت مشاہدہ نمی کند و جز ظلمت و کدورت احساس
نمی نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز بواسطہ ضعف بصارت بطراوت و نضارت بیند فردا کہ
حدید البصر گردانند کہ خسارت و ندامت نتیجہ نداشت۔ اور اسی مکتوب میں ہے والیضاً اُنچہ
از احادیث مفہوم میگردد آن ست کہ بدعت رافع سنت است تخصیص ببعض ندارد پس ہر بدعۃ
رافع سنت بود۔ باید دانست کہ بعضے از بدعتہا کہ علماء و مشائخ آن را حسنہ دانستہ اند چون
نیک ملاحظہ نمودہ می آید معلوم میشود کہ رافع سنت اند الخ۔ فاما القیاس والاجتہاد فلیس
من البدعۃ فی شیٔ فانہ مظہر لمعنی النصوص لا مثبت امر زائد فاعتبروا یا
اولی الابصار والسلام علی من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفٰی علیہ وعلی
آلہ الصلوات والتسلیمات۔ انتہی۔ (۷) بحر الرائق و در مختار کتب فقہ میں ہے۔ البدعۃ
ما احدث علی خلاف الحق المتلقٰی من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من علم
او عمل او حال بنوع شبہۃ او استحسان وجعل دیناً قویماً وصراطاً مستقیماً۔ انتہی
(۸) ترویج الجنان میں ہے۔ ان البدعۃ علی قسمین بدعۃ لغویۃ وبدعۃ شرعیۃ
فالاول ھو المحدث مطلقاً عادۃ کانت او عبادۃ وھی التی یقسمونھا الی الاقسام
الخمسۃ والثانی وھو ما نید علی ما شرع من حیث الطاعۃ بعد القرون الازمنۃ
الثلاثۃ (المشھود لھا بالخیر) بغیر اذن من الشارع لا قولاً ولا فعلاً ولا صریحاً ولا
اشارۃ وھی المرادۃ بالبدعۃ المحکوم علیھا بالضلالۃ۔ انتہی۔

اور یہ بھی معلوم ہو کہ حکم مطلق کو مقید اور مقید کو مطلق کرنا اور حکم عام کو خاص یا حکم خاص
کو عام اور حکم غیر لازم کو لازم یا لازم کو غیر لازم یا مباح کو سنت و واجب جاننا یا مطلق کے ساتھ
مقید کا معاملہ اور عام کے ساتھ خاص کا معاملہ اور غیر لازم کے ساتھ لازم کا معاملہ کرنا اور مباح
کے ساتھ سنت کا معاملہ کرنا بھی مقید اور خاص اور لازم اور سنت قرار دینا ہے۔ غرض جس سے

تغیر حکم شرع کا لازم آوے اور حدود اللہ سے تعدی جو سبب احداث ما لیس منہ اور ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون میں داخل ہیں۔ کما لا یخفی۔ اور بعض بدعات حسنہ بحکم الضرورات تبیح المحذورات فقہائے حنفیہ وعلمائے متبحرین ارباب اجتہاد و اصحاب استنباط نے ضرورت شدیدہ دیکھکر مباح قرار دی ہیں باوجودیکہ ان چیزوں کو سلف نے مکروہ کہا تھا مثل تلفظ بالنیۃ اور تثویب بھی انہیں میں ہے رتغیر میں ہے۔ التلفظ بالنیۃ بدعۃ الا انہ لا یمکن اقامتہا فی القلب الا بالجمع انہا علی اللسان فحینئذ یباح انتہی۔ ابن ہمام۔ ملا علی قاریؒ۔ ابن نجیم ودیگر اکابر نے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے (مواہب اللطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ ومرقاۃ وغیرہ) اور تہاون وتساہل کے رفع کے لئے تثویب ایجاد ہوئی تھی۔ مگر فی زماننا جبکہ یہ خود موجب تہاون وتساہل ہے تو یہ دستور بدعت ہو گئی ہے۔ اور درود التحیات میں لفظ سیدنا کی زیادتی خود اور دبہ الشرع میں داخل ہے۔ کیونکہ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما سے خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے تعظیم قرآنی کی طلب کرتا ہے کیونکہ صلوٰۃ کے معنی تعظیم کے بھی ہیں اور دعا اصدرود کو بھی تعظیم لازم ہے لہٰذا جو صیغہ تعظیم کے معنی دیگا وہ خود عند الشرع مطلوب ہے اور فقہانے جو زیارت مدینہ منورہ میں لکھا ہے کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا وہ بھی اسی آیت اور ارت توقروا سے مادر دبہ الشرع میں داخل ہے۔ بہرحال عوام کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ جو چاہیں بہوائے نفس خود مباح قرار دیں اور بدعت حسنہ اختراع کریں۔ فافہم۔

اور حدیث فما رأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن الخ سے بدعات مروجہ پر حجت پکڑنا بھی غلط ہے کیونکہ یہ ایک بڑی حدیث موقوف کا ٹکڑا ہے وہ یہ ہے ان اللہ عزوجل نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد فجعلھم وزراء نبیہ یقاتلون علی دینہ فما رأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن الخ رواہ احمد فی مسندہ اور حضرت انس سے مرفوعاً اس طرح مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ نظر فی قلوب العباد فلم یجد اقلب من اصحابی ولذلک اختارھم فجعلھم اصحابا فما استحسنوا فھو عند اللہ حسن وما استقبحوا فھو عند اللہ قبیح (کتاب العلل المتناھیۃ لابن الجوزی) یہ ہر دو روایت کنز العمال مسند صحابہ میں بھی موجود ہیں۔ الغرض اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کو صحابہ کرام اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھی ہے۔ مرفوع

حدیث اس پر دال ہے اور حرف فا جو فمارآہ المسلمون پر داخل ہے اسی کا مؤید ہے اور جن کی نظر صرف اسی ٹکڑے پر پڑی ہے وہ اس سے کاملین فی الاسلام یعنی مجتہدین مراد لیتے ہیں یا اجماع کل اُمت بوجہ لام استغراق (مجالس الابرار و تعلیق المجد)

اور حدیث من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الخ کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کا شریعت میں دلالۃً اشارۃً حسن ثابت ہوا ہو اس کے اجرا کرنے میں ثواب ہے کا۔ چنانچہ اس حدیث میں حسنۃ کی قید موجود ہے اور اہل سنت کے نزدیک کسی امر شرعی میں حُسن یا قبح نہیں پایا جا سکتا جب تک شریعت سے اس کا ثبوت نہ ہو (نوٹ) آلات حرب جدیدہ اور اشغال مشائخ اور مدارس اسلامیہ کے جزوی انتظامات سب کا شرع سے ثبوت ہے کیونکہ اصل مقصود کا جو فرض ہیں عادۃً موقوف علیہ ہیں اُن سے معارضہ کرنا حمق ہے۔ فتدبر۔

اور نیز ایصال ثواب کا طریقہ مروجہ زائد سے زائد فی نفسہ مباح ہو سکتا ہے نہ واجب نہ سنت مؤکدہ اور فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی سنت کے ادا سے بدعت لازم آوے یعنی سنت اور بدعت دونوں کا احتمال ہو تو سنت بھی ترک کر دیوے ترک لازم ہے اور اگر واجب کے ادا سے بدعت لازم آوے یعنی واجب اور بدعت ہونے میں احتمال ہو تو اس کے ترک میں اشتباہ ہے۔ شامی میں بحر الرائق سے نقل ہے۔ لانہ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ انتہی۔ اور طریقہ محمدیہ میں ہے:۔ قد الم ان فعل البدعۃ اشد ضررا من ترک السنۃ بدلیل ان الفقہاء قالوا اذا تردد فی شیء بین کونہ سنۃ وبدعۃ فترکہ لازم واما ترک الواجب فہل ھو اشد من فعل البدعۃ او علی العکس ففیہ اشتباہ حیث صرحوا فیما تردد بین کونہ بدعۃ وواجبا انہ یفعلہ وفی الخلاصۃ مسئلۃ تدل علی خلافہ۔

سوال کفار سے جو تشبہ ممنوع ہے وہ بقصد تشبہ ہے نہ بلا قصد کیونکہ من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث میں باب تفعل ہے جس کے معنی میں ارادے اور قصد کو دخل ہے۔

جواب چونکہ صرف ایک حدیث من تشبہ بقوم بیچارے سائل کی نظر میں ہے اور بس تو اپنے قیاس کے زور سے شرعی مسائل ثابت کرنے لگے۔ سنو خالفوا المشرکین الحدیث، خالفوا الیہود والنصاریٰ الحدیث مطلق حکم خیر الانام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بوجہ عذر بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتدا کی آپ نے فرمایا تم نے فارس اور روم کے کفار جیسا فعل کیا ایسا مت کرو (مسلم) اب بتلائیے کیا صحابہ کرام

کا یہ فعل بقصد تشبہ کفار تھا۔ خود جناب رسالتمآبؐ مع صحابہ کرام جب تک مردہ دفن کیا جاتا کھڑے
رہتے تھے۔ ایک یہودی نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپ نے
فرمایا خالفوا الیھود واجلسوا (مشکوٰۃ) کیوں صاحب کیا نبیؐ کریم بھی بقصد تشبہ یہود کھڑے
ہوتے تھے۔ نہایہ میں ہے اگر امام مصحف سے دیکھ کر پڑھے تو مکروہ للتشبہ۔ اگر امام محراب میں کھڑا
ہو مکروہ لانہ یشبہ صنیع اہل الکتاب۔ اور آگ کا مصحف کے سامنے ہونا موجب تشبہ مجوس
کا ہے۔ حالانکہ ان سب امور میں مسلمان کا قصد تشبہ ہرگز نہیں۔ الغرض جب فاعل کا قصد مشابہت
ہو مطلقاً مکروہ تحریمہ یا وہ فعل اہل باطل کا شعار و علامت خاصہ ہو بالقصد قطعی حرام اور اگر بلا قصد
ہو یا کوئی اور فعل مذموم ہیں ہو تو مکروہ تحریمہ اور کسی امر غیر ضروری یعنی مباح یا مستحب میں بلا قصد تشبہ
واقع ہو جائے باوجود علم کے مکروہ۔ اور اگر تشابہ کا علم نہیں ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ ہاں فرض، واجب،
سنت مؤکدہ امور عادیہ طبیعیہ میں تشابہ کا اعتبار نہیں تحمیا عن التشبہ ثم ما لا بد منہ کما فی غایہ
سے ظاہر ہے اس کو خوب سمجھ لو۔ اور جو در مختار میں بحر سے ہے التشبہ ثم لا یکرہ بل فیما یقصد بہ
التشبہ اس کے یہ معنی نہیں کہ بدون قصد تشبہ تشبہ ممنوع نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ ایسے امور میں تشبہ
کا اعتبار ہے جن میں تشبہ کا قصد کیا جا سکے۔ اور ان میں مصالح قصد تشبہ ہوں اور جن امور میں
تشبہ کا قصد نہیں کیا جا سکتا یعنی ما لا بد منہ ان میں تشبہ کا کچھ اعتبار نہیں۔ فافہم۔

جس امر کا ثبوت شارع اور مجتہدین سے متحقق نہ ہوا ہو یعنی
شریعت میں مسکوت عنہ ہو اس امر کو اصل پر رکھا جاتا ہے
اور اصل شے میں اختلاف ہے حرمت۔ توقف۔ اباحت

(۱) تفسیر احمدی تحت قولہ تعالٰی
ھو الذی خلق لکم ما فی
الارض جمیعا الآیۃ لکھا ہے
یمکن ان یستدل بھا علی ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ کما ھو مذھب طائفۃ بخلاف
الجمھور فان عندھم الاصل ھو الحرمۃ وعند الشافعی الاصل ھو الحرمۃ فی کل حال انتھی

(۲) در مختار کتاب الوضوء میں ہے وھو فعلا ای السنۃ المشیخی ما ثبت بقولہ صلعم وبفعلہ
ولیس بواجب ولا مستحب واورد علیہ فی البحر المباح بناء علی ما ھو المنصور من ان
الاصل فی الاشیاء التوقف الا ان الفقہاء کثیرا ما یلھجون بان الاصل الاباحۃ والتعریف
بناء علیہ انتھی۔ اور طحطاوی و طوالع الانوار میں ہے۔ اورد علیہ ای علی تعریف السنۃ فی البحر
المباح وذلک لانہ ثابت بقولہ وفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام ولیس بواجب ولا مستحب
فلم یکن التعریف مانعا وھذا الایراد بناء علی ما ھو المنصور من المؤیدۃ بالادلۃ القویۃ

من ان الاصل فی الاشیاء التوقف فلا یعرف اباحۃ المباح الا بقولہ وفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الخ (طوالع) قولہ بناء علی ما هو المنصوص۔ (ای حال کون صاحب البحر بانیا اشکالہ علی القول المنصور ای المؤید من اقوال ثلاثۃ الحظر والاباحۃ والتوقف قولہ التوقف۔ (ای فلا یعرف اباحۃ المباح الا بقولہ وفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ (طحطاوی) (۳) اور در مختار کتاب الجہاد باب استیلاء الکفار میں ہے لان الصحیح من مذهب اهل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ انتہی۔ (۴) اشباہ میں ہے هل الاصل فی الاشیاء الاباحۃ حتی یدل الدلیل علی عدم الاباحۃ وهو مذهب الشافعی او التحریم حتی یدل الدلیل علی الاباحۃ ونسبہ الشافعیۃ الی ابی حنیفۃؒ وفی البدائع المختار ان لا حکم للافعال قبل الشرع والحکم عندنا وان کان ازلیا فلم یرد به ههنا عدم تعلقہ بالفعل قبل الشرع فانتفی التعلق لعدم فائدتہ۔ انتہی۔ وفی شرح المنار للمصنفؒ الاشیاء فی الاصل علی الاباحۃ عند بعض الحنفیۃ ومنهم الکرخی وقال بعض اصحاب الحدیث الاصل فیها الحظر وقال اصحابنا الاصل فیها التوقف بمعنی انہ لابد لها من حکم لکنا لم نقف علیہ بالفعل انتہی وفی الهدایۃ من فصل الحداد ان الاباحۃ اصل انتہی ویظهر اثر هذا الاختلاف فی المسکوت عنہ ویخرج علیها ما اشکل حالہ۔ انتہی۔

(۵) امام فخر الاسلام بزدوی بحث معارضہ میں لکھتے ہیں۔ ان الاباحۃ اصل فی الاشیاء عند الکرخی وابی بکر الرازی وطائفۃ من الفقہاء الحنفیۃ والشافعیۃ وجمهور المعتزلۃ انتہی

(۶) تعلیقات شرح منار المصنف میں ہے قولہ قال اصحابنا الاصل فیها التوقف الخ هذا اصح شیء عندی فی هذا الباب لان التوقف اصل التقوی فی الامر المسکوت عنہ و هو مذهب ابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ واتباعهم من الصحابۃ رضی اللہ عنهم والصحیح ان الاصل فی الافعال التحریم وهو مذهب علیؓ وائمۃ من اهل البیت ومذهب الکوفیین منهم ابو حنیفۃ وهو المروی عن علیؓ فی خلافتہ کما سیجیء۔ والمعتزلۃ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ وهو مذهب معاویۃؓ ومن معہ کمروان وابنہ یزید وغیرهما۔ قولہ بانہ مذهب الشافعیؒ لیس عندی شیء لانہ لم ینقل عنہ فی صحیح الاما انوافق التوقف قال صاحب مجمع البحرین فی شرحہ ان رجلاً یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوٰۃ العید فنهاه علیؓ فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان اللہ تعالیٰ لا یعذب علی الصلوٰۃ فقال علیؓ وانی

اعلموا ان اللہ تعالیٰ لا یثیب علی فعل حتی یفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوتک عبثا او الحیث حرام فلعلہ تعالی یعذبک بمخالفتک لرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔ (۷) مسلّم میں ہے واما الخلاف المنقول عن اہل السنۃ ان اصل الافعال الاباحۃ کما ھو مختار اکثر الحنفیۃ والشافعیۃ او الحظر کما ذھب الیہ غیرھم مع المسک الاسلام الی الاباحۃ فی الاموال والحظر فی الانفس انتہی مصنف کے حاشیہ میں ہے قولہ اکثر الحنفیۃ منھم العراقیون قولہ غیرھم منھم ابو المنصور الماتریدی وصاحب الھدایۃ وعامۃ اہل الحدیث انتہی۔ (۸) اور منہاج الاصول میں ہے الفرع الثانی الافعال الاختیاریۃ قبل البعثۃ مباحۃ عند المعتزلۃ البصریۃ وبعض الفقہاء ومحرم عند المعتزلۃ البغدادیۃ وبعض الامامیۃ وابن ابی ھریرۃ من الشافعیۃ وتوقف الشیخ ابو الحسن الاشعری وابوبکر الصیرفی الشافعی۔ انتہی۔ (۹) تلویح حاشیہ توضیح میں ہے:۔ الشئی الذی لم یوجد لہ دلیل المنع ولا دلیل عدمہ ای لم یعلم تعلق حکم شرعی بہ بناء علی عدم ورود الشرع لان ھذہ المسئلۃ انما ھی لبیان حکم الافعال قبل البعثۃ فان کان اضطراریا کالتنفس ونحوہ فھو لیس بممنوع الا عند من جوز تکلیف المحال وان کان اختیاریا کاکل الفواکہ فحکمہ حکم الاباحۃ عند بعض المعتزلۃ وبعض الفقہاء من الحنفیۃ والشافعیۃ ونحو الحرمۃ عند المعتزلۃ البغدادیۃ وبعض الشیعۃ والتوقف عند الاشعری والصیرفی۔ انتہی۔

(۱۰) علامہ طیبی شرح مشکوۃ تحت حدیث کان اہل الکتاب یقرؤن التوراۃ بالعبرانیۃ ویفسرونھا بالعربیۃ لاہل الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوھم الآیۃ میں ہے ھذا اصل فی وجوب التوقف عما یشکل من الامور والعلوم فلا یقضی فیہ بجواز ولا بطلان وعلی ھذا کان السلف۔ انتہی۔

(۱۱) اور علامہ طیبی نے بذیل حدیث ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامر ثلاثۃ امر بین رشدہ فاتبعہ وامر بین غیہ فاجتنبہ وامر اختلف فیہ فکلہ الی اللہ لکھتے ای فوض ما علمت کونہ حقا بالنص فاعمل بہ وما علمت بطلانہ بالنص فاجتنبہ وما لم یثبت حکمہ بالشرع فلا تقل فیہ شیئا وفوض امرہ الی اللہ مثل متشابہات القران وامر الساعۃ انتہی۔ اور ترجمہ شیخ عبدالحق میں ہے فکلہ الی اللہ یعنی پس سپار اورا بخدا و توقف کن و در آن و طلب کن رشد و ہدایت را در آن۔ انتہی۔ (۱۲) اور حدیث ابی ثعلبہ خشنی قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوها وحرم حرمات فلا تنتهکوها وحد حدودا فلا تعتدوها وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنها رواه الدارقطنی یہ بھی دلیل توقف ہے کیونکہ لا تبحثوا عنها توقف پر صریح دال ہے۔ (۱۳) اور جو فاضل بریلوی نے جامع ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ، مستدرک سے اثر سلمان فارسیؓ الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فهو مما عفا عنہ اقامۃ القیامۃ میں نقل کیا ہے یہ بھی توقف پر دلالت کرتا ہے نہ اباحت پر، ما سکت عنہ کے حکم کو ما احل اللہ کے حکم سے علیحدہ بیان کرنا دلیل روشن ہے کہ یہ نہ حلال میں داخل ہے نہ حرام میں بلکہ توقف علیہ ہے۔ ہاں اشیاء موقوفہ میں احتمال عفو کا ہے کہ شاید جہل عذر ہو جائے۔ بعض نے جو اس اثر سے اباحت کو استنباط کیا ہے بعید ہے۔ فلیتامل۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اکثر کتب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اباحت مذہب معتزلہ اور بعض فقہاء حنفیہ و شافعیہ کا ہے۔ اور حرمت مذہب ائمہ اہل بیت و علیؓ و ابوحنیفہؒ و عامہ اہل حدیث و ابو منصور ماتریدی و صاحب ہدایہ اور اکثر فقہاء اعظم حنفیہ و شافعیہ اور معتزلہ بغدادیہ اور بعض شیعہ کا ہے۔ اور توقف مذہب ابوبکر صدیق و حضرت عمر و حضرت عثمان و اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ابو الحسن اشعری اور ابوبکر صیرفی کا ہے۔ اور منہیہ مسلم الثبوت سے ظاہر ہے کہ صاحب ہدایہ کا مذہب حرمت کا ہے۔ توقف کا مذہب منصور و مؤید بدلائل قویہ ہے کیونکہ اباحت اور حرمت کا قول ان کے قاعدہ مقررہ مسلمہ لا حکم قبل الشرع کے مناقض ہے اس لئے تلویح میں لکھا ہے وهذه المسئلة تورد فی اصول الشافعیة والاشاعرة علی التنزل ای لو سلمنا مذهب المعتزلة فی ان للعقل حکما بالحسن والقبح والا فالفعل قبل البعثة لا یوصف عندنا بشیء من الاحکام انتهی اور بعض حواشی تلویح میں ہے هذا قطعی عن الشافعیة والاشاعرة من جهة تنزلا الی مذهب المعتزلة اور نیز جبکہ اباحت اور حرمت میں جو اقوال اصولیین و فقہاء منقول ہیں باہم متخالف اور بعض ادلہ اور احادیث بھی اس باب میں متعارض ہیں بموجب قاعدہ اصول اذا تعارضا تساقطا باقی رہا مگر توقف۔ اور توقف کی تفسیر تین طرح کی بیان ہے۔ اول عدم الحکم ثانی عدم العلم بالحکم یعنی نفی تصدیق ثبوت حکم یعنی معلوم نہیں کہ اس میں حکم ہے یا نہیں ثالث عدم العلم بالحکم یعنی نفی تصور حکم یعنی معلوم نہیں کہ اس میں حظر کا حکم ہے یا اباحت کا۔ اور یہی توقف مسئلہ الشرعیہ کا ہے اور اول تفسیر پہلے قول بالحل اولیٰ۔ تلویح کے حاشیہ توضیح میں ہے۔ اما التوقف فقد فسر تارة بعدم الحکم وتارة بعدم

العلم بالحكم اما بمعنى نفي التصديق بثبوت الحكم اي لا يدرك ان هذا الحكم ام لا واما
بمعنى نفي تصور الحكم على التعيين مع التصديق بثبوت الحكم في الجملة اي لا يدرك
ان الحكم حظر او اباحة وهذا هو المختار عند المصنف اما الاول وهو التوقف بمعنى
عدم الحكم فباطل من وجوه الخ واما الثاني وهو التوقف بمعنى عدم العلم بان في ذلك الفعل
حكم الله تعالى ام لا فباطل الخ واما الثالث وهو التوقف بمعنى عدم العلم بان حكمه الحظر او الاباحة
فحق الخ اور شرح شیخ کمال الدین منہاج الاصول بیضاوی میں ہے :- وفسر الامام فخر الدین الرازی
ای فسر التوقف بعدم الحکم والاولی ان یفسر بعدم العلم لان الحکم عندہ قدیم - انتہی

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جمہور حنفیہ کے نزدیک بعد بعثت اباحت ثابت نہیں ہوتی
مگر باذن شارع بتخییر بین فعلہ وترکہ (۱) مسلم الثبوت میں ہے الاباحۃ حکم شرعی لانہ خطاب
الشرع بالتخییر انتہی (۲) بحر الرائق میں ہے - اما فی التفاتہ من اخذ ما ثبت بقولہ وفعلہ
صلی اللہ علیہ وسلم ولیس بواجب ولا مستحب خفیۃ نظر لشمولہ المباح - انتہی -
(۳) طحطاوی اور طوالع الانوار حاشیہ در مختار میں ہے :- لا تعرف اباحۃ المباح الا بقولہ
وفعلہ علیہ السلام انتہی - (۴) شرح مسلم الثبوت ملا مبین میں ہے - انت تعلم ان الاباحۃ علی
ثلاثۃ انحاء الاول الاباحۃ الاصلیۃ الثابتۃ قبل ورود البعث ولا شک انہا لیست بحکم
لانہ لم یتعلق بہا خطاب الشرع وان تعلق الخطاب بہا بعد البعث الثانی الاباحۃ الثابتۃ
بعد البعث بالدلیل بدون طریان العذر کالصید لقولہ تعالی فاصطادوا - والنکاح
لقولہ تعالی فانکحوا والثالث ما ثبت مع العذر کاباحۃ المیتۃ مع المخمصۃ ولا شک
ان الاخیرین من الاحکام الشرعیۃ وہذا علی طور اہل الحق انتہی - کلامہ ملخصاً -
اور تعریف مباح میں لکھا ہے المباح ما اذن الشارع بالتخییر بین فعلہ وترکہ - انتہی -

(۵) شرح مسلم ملا نظام الدین میں ہے - ان الاباحۃ الاصلیۃ التی یقولون ہہنا لیست
من الاباحۃ الشرعیۃ فانہا خطاب الشارع بالتخییر والاباحۃ الاصلیۃ لیست بخطاب
ولذلک قالوا انہا لیست بمنافیۃ للنسخ فالافعال قبل ورود البعث مباحۃ باباحۃ اصلیۃ
بمعنی انہ لا حرج فی فعلہا وترکہا فان ارید بہا الاذن فیہ فہذا حکم آخر - انتہی -

(۶) توضیح حاشیہ توضیح بحث تفسیر توقف میں ہے - فان المباح ما اذن الشارع فی فعلہ
وترکہ من غیر ترجیح انتہی - (۷) قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ہذا ما لیس

منه فهو رد۔ الحدیث۔ من عمل عملاً لیس علیه امرنا فهو رد۔ الحدیث (بخاری و مسلم)۔ وکل بدعة ضلالة۔ الحدیث ای بدعة شرعیة کما مرّ۔

سوال:۔ فی زماننا اہل بدعت کا عام شعار ہے کہ اذان و اقامۃ میں کلمہ شہادت سن کر انگوٹھے یا انگلیوں کے ناخن چومتے ہیں۔ اول شہادت پر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ۔ اور دوسری شہادت پر قرۃ عینی بک یا رسول اللہ پھر ابہامین کو آنکھوں پر رکھ کر اللہم متعنی بالسمع والبصر کہتے ہیں اور ثواب و طاعت اور سنت و محبت رسول سمجھ کر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اقامت پنج آیات اور ذکر ولادت وغیرہ وغیرہ میں بھی نام نامی سن کر انگوٹھے چومتے ہیں۔ شریعت غرا میں اسکا کیا حکم ہے؟

جواب (۱)۔ اول تو اذان میں بھی اس طرح پڑھ کر انگوٹھے چومنا کسی صحیح حدیث میں نہیں۔ چنانچہ علامہ شامی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ثم ذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیئ۔ اور علامہ ابن الطاہر نے تذکرہ میں فرمایا کہ مرفوع اور موقوف دونوں طرح کی روایتیں غلط ہیں صحیح نہیں۔ اور علامہ شوکانی نے اپنی موضوعات میں ان دونوں کو درج فرما کر موضوع فرمایا۔ بہر حال موضوع حدیث پر عمل کرنا حرام ہے۔ بالاتفاق اگر یہ روایتیں ضعیف ہی تسلیم کر لی جائیں تو ایسی ضعیف حدیثیں مثبت عمل اور عقیدہ نہیں ہو سکتیں۔ (علی الراقمہا)۔ (۲) دوسرے حدیث صحیح مشہور کے خلاف ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول المؤذن الحدیث والظاهر ان الاجابة باللسان واجبة لظاهر امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانظهر قرینة تصرفه عنه کذا فی بحر الرائق وشرح النقایة ودر مختار وفتح القدیر ناقلاً عن المحیط۔ ویمکن علی قول الحلوانی الاجابة باللسان مندوب (شامی) در مختار میں ہے۔ ویجیب وجوباً من سمع الاذان بان یقول بلسانه کمقالته الا فی الحیعلتین۔ جب حدیث صحیح مشہور سے سامعین مؤذن کی شہادتین کا جواب لفظ شہادتین ہی سے دینا اکثر فقہاء محققین احناف کے نزدیک واجب ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مستحب ہے تو صحیح حدیث مشہور کے خلاف ایسی غیر صحیح اور موضوع یا ضعیف پر عمل کب جائز ہے۔ (نیز) اکثر فقہاء کے نزدیک اذان سننے اور اجابت لسانی میں چلنے سے ٹھہرنا اور دیگر اعمال و حرکات اور کلام سے رکنا مستحب افضل و اولیٰ ہے۔ ومن سمع الاذان وهو یمشی فالاولی ان یقف ساعة ویجیب کذا فی القنیة عن القاضی عبد الجبار وهکذا عن الشامی عن البزازیه۔ لیکن بعض فقہاء کے نزدیک ہر کلام و حرکت خواہ کوئی حرکت یا کلام ہو منافی اذان

وابیات لسانی مکروہ تحریمہ ہے۔ ویکرہ الکلام واللعاب عند الاذان۔ ھکذا فی خزانۃ الروایات ناقلاً عن حاشیۃ السراجیۃ عن فتاوی الحجۃ۔ وعن جامع العلوم عن ملتقط اذا سمع الاذان فما عمل بعدہ فھو حرام۔ وابراھیم الصائغ یلقی المطرقۃ من وراءہ وسرد حلف شاھد لا اشتغالہ بالشیء حالۃ الاذان۔ وعن السامانی کان الامرا یقعو اذا سمع لہ ویجیبون۔ وروی عن النبی صلعم من تکلم عند الاذان خیف علیہ زوال الایمان۔ وھذا الحدیث لو ثبت بسند صحیح ہے۔ (از نفع المفتی ص ۲۰۶)

(۳) تیسرے اذان کے سوا اقامت۔ پنج آیت۔ ذکر ولادت وغیرہ دیگر مواقع میں حضور کا نام نامی سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا اس کو ثواب اور طاعت اور سنت اور محبت رسول سمجھ کر کرنا باتفاق فقہا بالکل بے اصل اور بدعت ہے۔ نقل بعضھم ان القھستانی کتبہ علی حاشیۃ نسختہ ان ھذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع۔ (شامی)

اور اذان میں بھی دراصل اس کو قوت اور ضعیف روایت میں اس عمل کا طاعت ہونا ذکر نہیں ہے بلکہ مرض رمد کی حفاظت کا اس کو قید بنایا ہے جو یہ رقیہ صرف اذان کی شہادتین کے ساتھ ہی مختص ہے۔ من قبل ابھامیہ عند الشھادتین فی الاذان ووضع علی عینیہ لم یرمد ابدا اوکما قال لیکن اہل بدعت اذان میں بھی اس کو بطور رقیہ عمل نہیں کرتے بلکہ سنت اور موجب ثواب بنا بر احادیث موضوعہ جانتے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ فعل اور عقیدہ بدعت قبیحہ محضہ ہے۔ اور نیز اصولاً ہر امر مباح اور مندوب بھی ایسی تعدی اور غلط عقیدے سے ناجائز ہو جاتا ہے۔ کما صرح فی کتب الفقہ۔ فقط

مولود شریف تین طریقوں پر ہے۔ اوّل صحیح، ثانی مولود مرّوجہ فی زماننا بدعت اور مکروہ ہے۔ تیسرا طریقہ علمائے اہل حق میں تین وجوہ سے مختلف فیہ رہا لیکن صحیح اور قوی یہ ہے کہ یہ بھی بدعت ہے۔ بوجہ تخصیص و تقیید بعض امور مباحہ۔ اگر تقیید نہ کیجائے امور مباحہ کے انضمام کو حد اباحت میں رکھا جائے تو مباح ہوگا۔ اسکا اختلاف، اختلاف نظری ہے کہ

(۱) زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین بلکہ چھ سو برس تک فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر اور قبل ولادت اور بعد ولادت کے حالات اور شرح صدر وغیرہ کا بیان بطور مذاکرہ اور وعظ اور تدریس اور تحدیث کے طریقہ پر ہوتا تھا۔ نہ خاص ذکر ولادت کیلئے کوئی مجلس منعقد کی گئی تھی نہ اطعام الطعام

اور نہ کوئی اور امر ہوتا تھا۔ لہٰذا اسی طرح اب بھی جائز و مستحب اور موجب برکات و حسنات ہے۔

(۲) دوسرے اگر امور ناجائز غیر مشروع مخلوط کر دیئے جائیں مثلاً روایات موضوعہ بیان کیجائیں پڑھنے والے امارد خوش الحان صبیح الوجہ مجمع شباب و فسقہ میں ہوں۔ حضور فساق بلباس و زی حرام و غیر مشروع۔ ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ قیام وقت ذکر ولادت بعقیدہ فاسدہ۔ آرائش و روشنی نمائش از قدر حاجت کہ اسراف و حرام ہے، تفاخر و ریا وغیرہ وغیرہ تو باتفاق فقہا ناجائز ہے اور ایسی مجلس میں حاضر ہونا ممنوع ہے۔ فقہاء کا کلیہ ہے اذا اجتمع الحرام و الحلال غلب الحرام (اشباہ) شامی میں مولود مروجہ کے متعلق لکھا ہے۔ اقبح منہ النذر بقراءۃ المولد فی المناثر مع اشتمالہ علی الغناء و اللعب و ایھاب ثواب ذلک الی حضرۃ المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔ اور ملا علی قاری کتاب مورد الروی فی مولد النبی میں لکھتے ہیں۔ ما احدث ما یفعلہ من السماع و اللھو و غیرھما فینبغی ان یقال ما کان من ذلک مباحا بحیث یعین السرور بذلک الیوم فلا باس بالحاقہ و ما کان حراما او مکروھا فیمنع۔ انتہی

اور بعض امور وہ ہیں جو فی نفسہ مباح تھیں لیکن کسی عارض کے سبب کراہت عارض ہو جاتی ہے مثلاً حکم شرع کا تغیر کیا جاوے۔ کسی مباح پر اصرار التزام اور ہٹ کریں۔ سنت یا واجب اعتقاد کریں۔ غیر لازم کو لازم قرار دیں۔ تقیید مطلق کریں۔ مباح اور مستحب کے تارک پر طعن کریں، امر مباح بہ مثل فرض اہتمام سے تداعی ہو یا تشابہ کفار عارض ہو جائے تو باتفاق فقہا ہر امر مباح اور مستحب ناجائز ہو جائے گا۔ مورد الروی کی عبارت کراہت ذاتی اور عارضی دونوں کراہتوں کو شامل ہے فتدبر کما صرح فی المرقاۃ من اصر علی امر مندوب الخ کما مر۔ البتہ فرض۔ واجب۔ سنت مؤکدہ انضمام امور ناجائز سے ناجائز نہیں ہوتے بلکہ ان امور کا ان کے اصلاح واجب ہوتی ہے۔ پس فی زماننا اکثر میلاد مروجہ میں یہ سب کچھ خرابیاں موجود ہیں۔ علاوہ قیود مخترعہ اور مکروہہ کے فرض کی طرح اہتمام سے تداعی بھی کیجاتی ہے۔ مباح پر اصرار و التزام بھی ہوتا ہے۔ تارک پر طعن کیا جاتا ہے۔ تارک المستحب لا یلام اصول فقہ کا مسئلہ ہے۔ حکم مطلق کو مقید بنایا جاتا ہے اور عقائد بھی فاسد ہیں۔ پہلے علماء جن جن کے اقوال سے استدلال لایا جاتا ہے۔ یہ بات کہاں تھی۔ بلکہ طریقہ جواز پر عمل فرماتے تھے اور بعضوں نے قیود بھی بڑھائیں تو وہ بھی مباح حد اباحت سے غیر متجاوز اگر وہ بھی اس زمانہ میں ہوتے تو منع ہی فرماتے کیونکہ تقیید مطلق اور اصرار و التزام اور تغیر حکم شرع بالاتفاق بدعت سیئہ اور ممنوع ہے۔

سوال:- علماء اہل بدعت نے بہت سے رسائل لکھے اور ثابت کیا ہے کہ احتفال میلاد مع قیودات مروجہ مستحسن ہے اور اقوال مانعین کا رد بھی کیا ہے۔ جواب: واضح ہو اکثر رسائل کو دیکھا مؤلفین نے خوب زور لگایا ہے لیکن احتفال میلاد مروجہ ہیئت کا استحسان ثابت نہ کر سکے نہ مانعین کے اعتراضوں کا جواب بن پڑا۔ کہیں تحدیث نعمت کا بیان، کہیں آپ کی نعمت ولادت کا ذکر، کہیں ولادت پر شکر و اظہار سرور، کہیں ربیع الاول کے فضائل، غرض اجزاء مباحہ کے استحسان کو علیحدہ علیحدہ بیان کر کے مرکب مولود مروجہ من حیث المرکب کے استحسان کا ثبوت پیش کر دیا۔ والمرکب ربما یعطی حکماً لیس لاجزائہ منفرداً۔ اور بعض نے بعض امور محرمہ اور مکروہہ کی اباحت میں بھی جرأت کی ہے حالانکہ اہل حق کو نہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ سے انکار اور نہ تعظیم حضور علیہ السلام کے مخالف اور نہ اظہار سرور و شکر کے مانع اور نہ فضائل یوم و شہر ولادت کے منکر اور نہ اطعام طعام کے خلاف، بلکہ ان سب امور کو جائز اور موجب حسنات جانتے ہیں حضور علیہ السلام کے ذکر کا تو کیا کہنا ہے۔ آپ کے خچر کے پیشاب کا ذکر بھی موجب برکات سمجھتے ہیں۔ الغرض امور مباحہ کے پڑھانے سے یہ مجلس ناجائز نہیں ہوئی بلکہ ان قیود کے التزام و تقیید سے اور ان پر اصرار کرنے اور تارک پر ملامت کرنے اور تغییر شرع اور فساد عقائد عوام کی وجہ سے ناجائز ہوئی۔ چنانچہ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں آجکل کی طرح علاوہ قیود محرمہ و مکروہہ کے امور مباحہ میں بھی عام طور پر تقیید و تخصیص التزام اصرار تحقق سے رواج پا کر تغییر مشروع ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس ہیئت و تقیید کراہت کا فتویٰ اور بغیر تقیید و تغییر مشروع کے استحباب کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اس سے قبل عام طور پر یہ بات نہ تھی مگر ہاں پھر بھی جس کسی عالم کو کوئی خرابی مخفی نظر پڑی اور اطلاع ہوئی تو اس نے منع ہی کیا اور بیشک اگر پہلے علماء بھی اس زمانہ میں ہوتے تو سب بالاتفاق منع ہی کرتے۔ دیکھو اہل بدعت کا ایک مشہور و معتبر مجموعہ فتاویٰ یعنی غایۃ المرام کے [illegible] و [illegible] و [illegible] و [illegible] میں صاف لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا فرض ہے قیام نہ کرنے والا کافر ہے حالانکہ یہ محض اعتقاد فاسد اور غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ افسوس ان مفتیوں نے تو تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین اور تمام امت کو علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک کافر بنا دیا نعوذ باللہ منہا۔

(تنبیہ) بیشک اجتماع بلاتداعی روضۃ من ریاض الجنۃ میں داخل ہے۔ نہ تداعی کے ساتھ

ہاں اگر وعظ کے ضمن میں ذکر ولادت بھی بیان کیا جائے (یا القصد لنشر علم کذا فی النشر الطیب للعلامۃ التھانوی) تو تداعی جائز ہے کیونکہ وعظ فرض ہے اس کے لئے تداعی جائز ہے ورنہ امر مستحب اہتمام کے ساتھ مثل فرض کے تداعی کرنے سے ناجائز ہو جاتا ہے۔ دیکھو جماعت نوافل فی نفسہ مباح ہے لیکن تداعی سے مکروہ ہے اور اس کراہت کی علت تداعی مقرر ہے (کبیری و شامی) حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ کسی ختنہ میں بلائے گئے۔ آپ نے صرف تداعی کی وجہ سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ پیغمبر خدا صلعم کے زمانہ میں ہم لوگ ختنہ میں بلائے نہیں جاتے تھے رواہ احمد فی مسندہ مدخل شریف میں ہے۔ وان خلا منہ وعمل طعاما فقط ونوی بہ المولد ودعی الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فھو بدعۃ بنفس نیتہ فقط لان ذالک زیادۃ فی الدین الخ۔

(۳) تیسری صورت وہ ہے جو ۶۰۴ھ میں سلطان ابو سعید مظفر اور ابو الخطاب ابن دحیہ نے بعض خصوصیات کے ساتھ ایجاد کیا تھا۔ اس ایجاد میں تعیین تاریخ بارہ ربیع الاول، اجتماع علما و صلحا اور اطعام طعام تین قیدیں اس ذکر کے ساتھ اضافہ ہوئیں یعنی مطلق ذکر کو مقید کیا گیا۔ زمانہ علامہ سیوطی اور ملا علی قاری اور ان کے بعد تک ایسا ہی رہا۔ اور سلطان مظفر و ابن دحیہ میں مورخین کا اختلاف ہے کسی نے ان کو فاسق کذاب کسی نے عادل ثقہ لکھا ہے۔ واللہ اعلم

اس وقت ایجاد میں علامہ فاکہانی اور ان کے ساتھیوں نے ان تخصیصات کی بنا پر سخت عذر کیا اور بدعت سیئہ قرار دیا اور اکثر نے بوجہ اطعام طعام و ذکر اللہ اس کو بدعت حسنہ قرار دیا۔ علامہ فاکہانی نے ثابت کر دیا کہ اس کی اصل کہیں شرع میں نہیں کہ یوم حدوث نعمت کو ہر سال بالتخصیص یوم سرور ٹھہرایا جاوے اور مطلق امر کو زمانہ اور ہیئت کے ساتھ مقید کیا جاوے بلکہ منع اس کا موجود ہے۔ مگر آج تک سات سو سے زیادہ سال گذرے کسی نے کوئی آیت یا حدیث صحیح اس کے ثبوت میں کہ تقیید مطلق اور تغییر شرع جائز ہے پیش نہ کی مطلق ذکر ولادت کے فضائل بیان کرتے رہے۔ البتہ ابن حجر اور جلال الدین سیوطی نے دو اصل پیش کئے۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے رسالہ حسن المقصد فی عمل المولد میں لکھا ہے جن کے اقوال سے مجوزین سند لاتے ہیں۔ عندی ان اصل المولد الذی ھو اجتماع الناس وقراءۃ ما تیسر من القرآن ورواية الاخبار الواردۃ فی مبداء امر النبی علیہ السلام وما وقع فی مولدہ من الآیات ثم یمد لھم سماطا یاکلونہ وینصرفون من غیر زیادۃ علی ذالک من البدع الحسنۃ یعنی میرے نزدیک اصل مولود بدعت حسنہ ہے وہ یہ ہے کہ لوگ جمع ہوں اور جس قدر ہو سکے

قرآن شریف پڑھیں اور ولادت شریف کے متعلق صحیح صحیح روایات بیان کی جائیں پھر کھانا کھلایا جائے اس سے زیادہ اور کچھ نہ ہو پھر لکھتے ہیں لیس فیہ نص ولکن فیہ قیاس علی الاصلین پس جب سیوطی جیسا شخص باوجود وسعت نظر نص کا انکار کرتا ہے تو کس کا حوصلہ ہے کہ میلاد کی نص پیش کرے۔ اس قول سے اجماع کا بھی انکار ہے ورنہ اجماع کے ہوتے قیاس کی کیا ضرورت تھی محل اجماع میں قیاس کب درست ہے مختار میں ہے وانما بطل اجماع المحل و خلاف الواحد مانع لخلاف الاکثر اور نیز جمہور کے نزدیک بغیر کسی سند کے اجماع بھی جائز نہیں۔ تلویح میں ہے والجمہور علی انہ لا یجوز الاجماع الا عن سند من دلیل او امارۃ لان عدم السند یستلزم الخطاء اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطاء۔ انتہی اور نیز فرع میں نص کے ہوتے قیاس صحیح نہیں اور اگر فرع میں قیاس کسی نص کے مخالف ہو یا فرع میں قیاس حکم نص کو بدل دے مطلق کو مقید کر دے تو بھی قیاس صحیح نہیں۔ توضیح میں ہے ولا یصح القیاس ان کان فی الفرع نص لانہ ان کان موافقا للنص فلا حاجۃ الیہ وان کان مخالفا یبطل وان لا یغیر القیاس حکم النص۔ اور تغییر حکم شرع بتقیید مطلق احادیث صحیحہ و اجماع امت سے ممنوع ہے پس مطلق نصوص مندوب ذکر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً قولہ تعالیٰ اما بنعمۃ ربک فحدث الآیۃ و اشکروا نعمۃ اللہ الآیۃ وغیرہا کو قیاس سے مقید کرنا اور کسی ہیئت میں مقید کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ اور حسب قاعدہ اصول یہ قیاس ہی باطل ہو کہ حکم نص کے مخالف اور مغیر ہے لہذا یہاں کوئی قیاس بھی صحیح نہیں۔ پس یہاں چار دن چلتیں شمر صد ندارد۔ لہذا محققین علماء نے قبول نہ کیا۔

اب ان دونوں اصلوں کو دیکھو۔ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

(۱) پہلی اصل سیوطی کی تو حدیث عقیقہ کی ہے کہ آپ نے اپنا عقیقہ بعد نبوت کے کیا تو علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ آپ کا عقیقہ تو عبد المطلب نے کیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں ہوتا تو یہ ذبح شکریہ اپنے وجود پر خود کیا تھا اور اس ذبح کو اس پر حمل کیا جاویگا اور تشریع امت کے واسطے یہ شکریہ کیا تھا پس یہیں قیاس ہم کو بھی آپ کے وجود کا شکریہ باجتماع و اطعام کرنا مستحب ہوا۔ انتہی۔

الجواب اول سنو کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ چنانچہ سفر السعادۃ میں اور اس کی شرح میں شیخ عبد الحق نے فرمایا اما در اسناد آن ضعف ہست و خالی از بعد سے ہم نیست انتہی۔ اور بعض نے اس کو موضوع بھی کہا ہے۔ بہرحال حدیث ضعیف موجب عمل کے نہیں ہوتی پس اس کی قیاس کرنا

بھی لائق اعتماد کے نہ ہوگا۔ (۲) اس حدیث ضعیف عقیقہ میں کوئی قید زمانہ کی نہیں کہ کس تاریخ وماہ میں کیا تھا۔ پھر اس سے ماہ ربیع الاول اور تاریخ ولادت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ نفس ذبح ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اراقۃ الدم نہ اطعام نہ سرور یا اجتماع نہ اور کوئی صدقہ۔ (۳) سیوطی نے اس اصل سے صرف نفس شکر مالی کو قیاس سے نکالا ہے کیونکہ اس میں صرف ذبح کا ذکر ہے۔ تاریخ ولادت اور ہیئت اور اجتماع و اطعام کا اس میں کچھ ذکر ہی نہیں۔ پس سوائے شکر کے باقی قیود سب کی سب ان کے نزدیک بھی اصل بدعت و کراہت اور انکار پر باقی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُن کے زمانہ میں اس استحباب کو درجہ تاکد کا بھی نہ تھا اور عوام نے میلاد کو اپنی جہالت سے ضروری بھی نہ کیا تھا۔ بہرحال اس اصل سے وقتاً فوقتاً اعادہ شکر اور استحباب نفس شکر مالی کا معلوم ہوا اور بس۔ اور کلام اعادہ سرور میں ہے نہ اعادہ شکر میں۔ اور پھر تاریخ معینہ پر اجتماع و ہیئت معینہ میں مطلق شکر میں۔ (۴) عقیقہ کے معنی لغوی و شرعی دونوں کو سیوطی نے ترک کر کے ایک معنی مجازی لئے کہ وہ شکریہ ہے سو بلا دلیل قوی محض احتمال سے ثبوت حکم ندب اس سے نہیں ہو سکتا۔ (۵) اس ہیئت شکریہ پر کسی صحابی اور تابعین سے عملدرآمد نہیں ہوا۔ اگر فعل تشریع کے واسطے تھا تو کیوں ان قرون میں بالکل متروک ہوا۔ اب چھ سو برس کے بعد اس پر عمل ہوا۔ یہ اول دلیل اس کی ہے کہ یہ کچھ اصل نہیں رکھتا۔ (۶) حق تعالیٰ نے ولادت و بعثت فخر عالم علیہ السلام کو اپنے بندوں پر منت اور احسان فرمایا ہے لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم الآیۃ اس منت کا شکر بندوں پر واجب کیا ہے واشکروا نعمۃ اللہ علیکم ان کنتم اور دیگر آیات سے بھی ثابت ہے پس طلب شکر کو حق تعالیٰ نے مطلق رکھا ہے کسی وقت اور ہیئت میں مقید نہیں کیا۔ پس اب قید کسی وقت اور ہیئت کی مغیر اس نص کی ہوگی تو بھی قیاس باطل۔ اور جو مخل نص میں قیاس ہوا تو بھی باطل۔ اور اطلاق حکم نص کے تقیید ہو رہی تو بھی باطل ہو گیا۔ ہاں مطلق شکر مطلق اوقات میں فرض منصوص ہے سو اس میں کلام ہی نہیں اور جو کچھ بحث ہے تو قیود و تعینات میں ہے۔ اور پھر یاد دلاتا ہوں کہ سوائے افعال شکریہ کے دیگر قیود اپنے حال پر ہیں۔ کہ اس غیر صحیح حدیث سے بھی ان کو کچھ علاقہ نہیں۔ پس علامہ فاکہانی کا اعتراض کہ اس اطلاق حکم شکر کو زمان و ہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے۔ کس طرح رفع ہوا۔

(۲) دوسری اصل شیخ ابن حجر کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا

حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ اس دن روزہ رکھنے کا کیا سبب ہے انھوں نے کہا کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام
اور قوم موسیٰ کو فرعون سے نجات ملی ہے اور فرعون غرق ہوا پس موسیٰ علیہ السلام نے اس دن
بطور شکریہ روزہ رکھا ہے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم زیادہ مستحق ہیں موسیٰ کے
ساتھ تم سے۔ چنانچہ آپؐ نے روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ رکھنے کا امر فرمایا پس اس سے
معلوم ہوا کہ جس دن کوئی نعمت وارد ہوئی ہو ہر سال اسی دن بالتخصیص اظہار شکر و اظہار سرور کا
اعادہ جائز ہے۔ انتہیٰ۔ **الجواب۔** تحقیق اس واقعہ کی شقوق بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اس روزہ کو قبل ہجرت مکہ میں بھی رکھتے تھے عن عائشۃ قالت کان یوم
عاشوراء تصومہ قریش فی الجاھلیۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ فلما
قدم المدینۃ صامہ (علی عادتہ قسطلانی و اقرّ ایضاً ابن حجر فی شرح البخاری) وامر
الناس بصیامہ فلما افترض رمضان ترک یوم عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے یہ روزہ مدینہ میں یہود سے سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
نجات کے شکریہ میں نہیں رکھا تھا۔ بلکہ بعادۃ سابقہ رکھا تھا۔ قسطلانی علی عادتہ لکھ رہا ہے۔
اور خود ابن حجر شرح بخاری میں اقرار کرتے ہیں اور لوگوں کو امر فرمانا بھی بامر اللہ تھا کیونکہ عاشورہ
کا روزہ پہلے فرض تھا۔ پس یہ روزہ علی عادتہ رکھا گیا۔ مگر فرضیت کا حکم اب نازل ہو گیا۔ پھر دوسرے
سال فرضیت منسوخ ہو گئی۔ تو صاف ظاہر ہے کہ شکر نجات حضرت موسیٰ کی وجہ سے یہ روزہ
نہ رکھا تھا بلکہ علیٰ عادتہ و بافتراض اللہ تعالیٰ تھا۔ اور یہود کا کہنا کہ فنحن نصومہ ای اتباعاً
لموسیٰ یعنی خود یہود کا روزہ باتباع سنت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھا نہ بوجہ شکر کے
پس تو عالم کا روزہ بھی شکر کا نہ ہوا بلکہ اتباع حضرت موسیٰ کی سنت کا ہوا۔ اور آپ نے فرمایا فنحن
احق بموسیٰ منکم یعنی ہم اتباع سنت موسیٰ میں تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ قول بطریق الزام
کے تھا کہ تم کس امر میں موسیٰ کے متبع ہو تم تو ہر ہر امر میں اپنی ہویٰ کے تابع اور مخالف شرع و حکم
موسیٰ کے ہو پھر دعویٰ اتباع تمہارا بے محل ہے ہاں ہم متبع موسیٰ کے ہیں۔ پس یہ الزام تھا نہ وجہ
صوم۔ بہرحال یہ روزہ اعادہ شکر و سرور کا نہ ہوا بلکہ علیٰ عادتہ و بافتراض اللہ تعالیٰ تھا اور اس میں
اتباع حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت کا بھی اتفاق ہوا۔ صحیح مسلم میں ہے عن ابی موسیٰ قال
کان یوم عاشوراء یوماً یعظمہ الیہود وتتخذہ عیداً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صوموہ انتم وفی روایۃ وخالفوا الیہود۔ سو یہود اس دن دو کام کرتے تھے۔ ایک روزہ

جو بطریق سنت موسوی کے تھا باقی بطریق شکر من اللہ ہوگا۔ دوسرے سو روزہ عید لیوم النجاۃ ۔
پس آپ یہود کی عید کی مخالفت کا حکم فرما چکے۔ ہاں زور دو رکھو کہ صوم عید کے منافی اور خلاف ہے
پھر قیاس کس چیز پر کیا جاتا ہے کیا نص کے خلاف۔ بر علاوہ اس کے ہیئت اجتماعی کا بدعت
ہونا جواب بھی رفع نہ ہوا۔ فتدبر۔ (۲) یہاں بھی وہی تقریر سابق ہے کہ شکر وجود ذی جود آپ کا
نص مطلق سے مطلق ثابت ہوا ہے پس اس فرع میں قیاس غلط ہے اور بسبب تغیر حکم نصی
کے اطلاق سے تقیید کی طرف یہ قیاس باطل ہے۔ لہٰذا فاکہانی کا یہ اعتراض قائم رہا۔ اور مولود
مروجہ کو تو یہ دونوں اصلیں کسی وجہ سے بھی مفید نہیں۔ فتدبر فی التدبر۔

(نوٹ) میں پہلے لکھ چکا کہ مانعین نفس مولود کو جائز کہتے ہیں۔ البتہ قیود زائدہ کی کراہت
اور بدعت کے قائل ہیں اور قیود محفل مروجہ کی دو قسم ہیں۔ بعض وہ امور ہیں کہ باصلہ مکروہ و حرام
ہیں اور قسم دوم وہ امور ہیں کہ باصلہ مباح ہیں یا مندوب لیکن شرعاً کراہت عارض ہوگئی۔
پس ان امور قسم ثانی کا وجود مجلس مولود میں اس وقت تک مباح اور جائز ہے کہ اپنی حالت اصلیہ
پر رہیں اور جس وقت خواص یا عوام کے ذہن میں ان کی کیفیت اندازِ اباحت و ندب سے
بڑھی وہ بھی مکروہ ہو جاتے ہیں اور ایسی محفل کی شرکت اور اس کا عقد مکروہ ہو جاتا ہے اور وہ
عمل مولد جو ششم صدی میں ایجاد ہوا اور آخر تک جاری رہا وہ ہے جو جلال الدین سیوطی
کے رسالہ حسن المقصد سے نقل کر چکا کہ جمع ہو کر کچھ قرآن پڑھیں اور آپ کا ذکر کر کے کھانا کھا کر
چلے جاویں اور اس سے زیادہ کچھ نہ ہو۔ انتہی تو اس عمل میں ذکر مندوب پر اجتماع یوم معین
اور اطعام طعام زائد ہوا۔ اور یہ دونوں امر باصلہ مباح ہیں اور کوئی امر منکر نہیں تھا۔ محقق یہ
دو امر مباح تھے کہ خواص و عوام میں علماً و عملاً اپنے درجہ سے نہیں خارج ہوئے تھے تو وہ
محافل مباح رہے اور انہیں امور کا ایجاد ہے آخر تک یہی وضع مباح رہی اگرچہ بعض علماء کو اس میں
خدشہ تھا انہوں نے اس کو مکروہ سمجھا۔

اب شاہ ولی اللہ صاحب کی محفل کی کیفیت سنو۔ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں۔
وكنت قبل ذلك بمكة المعظمة في مولد النبي صلى الله عليه وسلم في يوم ولادته والناس
يصلون على النبي صلى الله عليه وسلم ويذكرون ارهاصاته التي ظهرت في ولادته
ومشاهده قبل بعثته فرأيت انوارا سطعت دفعة واحدة لا اقول اني ادركتها
ببصر الجسد ولا اقول ادركتها ببصر الروح والله اعلم كيف الامر بين هذا وذلك

۱۳

فتاملت تلك الانوار فوجدتها من قبل الملائكة الموكلين بامثال هذه المشاهد و
بامثال هذه المجالس ورأيت يخالطه انوار الملائكة انوار الرحمة انتہی - ناظرین غور
فرمادیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب جو مولد النبی میں اپنا ہونا بیان فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں آپ کی جائے
پیدائش ہے جہاں قبہ بنا ہے۔ لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ شاہ صاحب اور جو لوگ وہاں
جمع ہوئے تو زیارت مکان کے واسطے جمع ہوئے اور وہاں جو صلوۃ وسلام اور آپ کے حالات
کا ذکر تھا وہ نفس ذکر آپ کا تھا نہ اجتماع تداعی ہوا تھا نہ وہاں طعام وشیرینی وقیام کا ذکر
ہے نہ وہاں فرش وبخور کا نشان ہے نہ وہاں امردان صحیح الوجہ نہ فسقہ بلباس وزی مکروہ کا
پتہ ہے فقط وہاں ولادت کے دن لوگوں کا خود بخود جمع ہوجانا اور آپ کے ذکر اور صلوۃ
کا ہونا مذکور ہے۔ ذرا انصاف درکار ہے کہ اس میں تو وہ امر مباح کہ سیوطی کے عمل مولد میں
منقول تھے وہ بھی نہیں۔ اب دیکھو کہ یہ عمل مولود ابتداء ایجاد سے شاہ ولی اللہ تک جو ثابت
ہوا اہل بدعت زمانہ کی محفل اور دعوے کو اس سے کیا مناسبت ہے کیونکہ اس وقت کی محافل
میں منکرات شرعیہ جو باصلہ مکروہ وحرام ہیں۔ موجود ہوتے ہیں اور وہ امور کہ باصلہ مباح تھے
اور ان کے عقیدے اور عمل میں علماً یا عملاً واجب یا سنت ہوگئے ہیں اور مکروہ و بدعت بن گئے
ہیں ضرور موجود ہوتے ہیں۔ اگر پہلے علما اس وقت موجود ہوتے تو بالاتفاق سب کے سب منع
ہی فرماتے۔ ابتداء ایجاد دسکتہ ھ میں جو بعض امور مباحہ کا اضافہ کیا گیا تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں یہ
امور عمل میں مؤکد نہ تھے۔ علماً وعملاً حد اباحت سے خارج نہ ہوئے تھے۔ لہٰذا اس میں حسن ظن
تو بھی ہے کہ ان علماء کے زعم میں خواص تو کیا عوام کو بھی اس سے مضرت نہ تھی۔ اگرچہ جن
علماء کو اس میں تردد تھا انھوں نے اس کو مکروہ کہا تھا۔ چنانچہ ایک مختصر فہرست مع عبارات
ان علماء مانعین کی ہدیہ ناظرین ہے جو سب عالم اپنے زمانہ میں علم وفضل وتفقہ میں شہرۂ آفاق ہوئے
اقران میں ممتاز تھے۔

(۱) علامہ تاج الدین فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ جو اجلۂ فقہاء سے ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں
لا اعلم لهذا المولد اصلاً فی کتاب ولا سنة ولا ینقل عمله عن احد من علماء الائمة الذین
هم القدوة فی الدین المتمسكون باثار المتقدمین بل هو بدعة احدثها البطالون و
شهوة نفس اعتنی بها الاكالون بدلیل انا اذا ادرنا علیها الاحكام الخمسة قلنا اما ان
یكون واجباً او مندوباً او مباحاً او مكروهاً او محرماً لیس بواجب اجماعاً ولا مندوباً لان حقیقة

المنذر وبعد الطلبة الشرع من غير نذر على تركه وهذا لم يأذن فيه الشرع ولا فعله الصحابة
ولا التابعون المتدينون فيما علمت وهذا جوابي عنه بين يدي الله عزوجل ان عنه سئلت
ولا جائز ان يكون مباحًا لان الابتداع في الدين ليس مباحًا باجماع المسلمين فلم
يبق الا ان يكون مكروهًا او حرامًا۔ انتہی (۲) امام علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے
اکابرین متقدمین سے ہیں مدخل شریف میں لکھتے ہیں۔ ومن جملة ما احدثوه من البدع
مع اعتقادهم ان ذلك من اكبر العبادات واظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر
ربيع الاول من المولد وقد احتوى ذلك على بدع ومحرمات الخ یعنی بدعتوں اور محرمات اور
قبائح وفواحش کی تفصیل کے بعد لکھتے ہیں۔ فان خلا منه وعمل طعامًا فقط ونوى به المولد
ودعى اليه الاخوان وسلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس نيته فقط لان ذلك
زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين واتباع السلف اولى ولم ينقل عن
احد منهم انه نوى المولد ونحن تبع فيسعنا ما وسعهم انتہی۔ (۳) اور علامہ
عبدالرحمن المغربی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔ ان عمل المولد بدعة
لم يقل به ولم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم والخلفاء والائمة انتہی کذا فی الشرعۃ الالٰہیۃ۔
(۴) اور علامہ نصیر الدین الاودی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بجواب سائل لا يفعل لانه
لم ينقل عن السلف الصالح وانما احدث بعد القرون الثلاثة في الزمان الطالح ونحن
لا نتبع الخلف فيما اهمل السلف لانه يكفي بهم الاتباع فاي حاجة الى الابتداع
انتہی وهكذا قال ابو الحسن علی بن الفضل المقدسی المالکی فی كتابه جامع المسائل۔
(القول المعتمد)۔ (۵) اور شیخ الحنابلہ علامہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ان
ما يعمل بعض الامراء في كل سنة احتفالًا لمولده صلى الله عليه وسلم فمع اشتماله على
التكلفات الشنيعة بنفسه بدعة احدثه من يتبع هواه ولا يعلم ما امر به صلى الله
عليه وسلم صاحب الشريعة وقفاه انتہی کذا فی القول المعتمد (۶) اور قاضی شہاب الدین
دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ تحفۃ القضاۃ میں فرماتے ہیں سئل القاضی عن مجلس المولد
الشريف قال لا ينعقد لانه محدثة وكل محدثة ضلالة وكل ضلالة في النار وما يفعلون
من الجهال على راس كل حول في شهر الربيع الاول ليس بشيء ويقومون عند ذكر مولده
صلى الله عليه وسلم ويزعمون ان روحه صلى الله عليه وسلم يجيء وحاضر فزعمهم باطل

بل هذا الاعتقاد شرك وقد منع الائمة الاربعة عن مثل هذا انتہی۔ (٧) اور علامہ فضل اللہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کنز العشاق میں فرماتے ہیں: ما یفعل العوام فی القیام عند ذکر وضع خیر الانام علیه التحیة والسلام لیس بشئ بل هو مکروه انتہی۔ (٨) اور قاضی نصیر الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ طریقۃ السلف میں فرماتے ہیں: وقد احدث بعض جهال المشائخ امورًا کثیرة لا نجد لها اثرًا ولا رسمًا فی کتاب ولا فی سنة منها القیام عند ذکر ولادة سید الانام علیه التحیة والسلام انتہی۔ (٩) حافظ ابوبکر بغدادی الشہیر بابن نقطہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: ان عمل المولد لم ینقل عن السلف ولا خیر فی ما لم یعمل السلف انتہی۔ (١٠) سیرت شامی میں ہے: جرت عادة کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعه صلی اللہ علیه وآله وسلم ان یقوموا تعظیمًا له صلی اللہ علیه وآله وسلم وهذا القیام بدعة لا اصل لها۔ انتہی۔ اور ظاہر ہے کہ جس بدعت کی کوئی اصل نہیں ہے وہ بدعت سیئہ ہوتی ہے۔ کما مر سابقًا۔ (نوٹ) علامہ احمد بن محمد بن محمد مصری مالکی نے اپنی نفیس کتاب القول المعتمد میں مذاہب اربعہ کے بڑے بڑے علماء کے اقوال نفس انعقاد مجلس مولود کی ممانعت و مذمت میں نقل کئے ہیں جس کا جی چاہے مطالعہ کرے اور لکھا ہے: قد اتفق علماء المذاهب الاربعة علی ذم العمل به۔ (١١) ذخیرۃ السالکین میں ہے: چیزے کہ نام آن مولد ست نا شد از بدعت چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این مجلس را ابداً بفرمودہ است و نہ خلفاء راشدین و نہ ائمہ و نہ خود این فعل کردہ اند۔ انتہی۔ (١٢) اور علامہ حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ طریقۃ السنۃ میں لکھتے ہیں: وما احدثته الصوفیة الجهلة من مجلس المولد فی شهر الربیع الاول لا اصل له فی الشرع بل هو بدعة مذمومة وفیها مناکر کثیرة۔ منها تخصیص یوم من الایام بفعل غیر معین وهو منصب الشارع فالتخصیص من عند نفسه ادعاء منصبه والقیاس علی تخصیص الشارع بدون علة مشترکة لیس بصحیح علی انه یشترط فیه الاجتهاد ومنها انه طعن ومذمة وملامة علی السلف حیث لم یفعلوا اصلًا فیه خیر کثیر ویدل علی غایة المحبة برسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مع انهم اکمل فی محبة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بل علی النبی صلی اللہ علیه وسلم حیث لم یبین لامته امرًا فیه غایة محبته صلی اللہ علیه وسلم۔ ومحبته صلی اللہ علیه وسلم عین الایمان لقوله علیه السلام لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین فیجب نسبة البخل به علیه السلام عما هو غایة الایمان الاسلام

بل علی الله حیث لم یکمل شریعته صلی الله علیه وسلم وقد قال الله تعالی فی تکمیل شریعته
صلی الله علیه وسلم الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی وایضا قال الله تعالی وتمت
کلمة ربک صدقا وعدلا ومنها التشبه بالنصاری من اهل الکتاب فانهم یعظمون یوم
ولادة عیسی علیه السلام ویسمونه باسم معناه یوم عظیم ومنها التشبه بکفرة الهند
حیث یعظمون یوما من ایام السنة ویقولون هذا یوم ولادة کنهیا ویترجمونه بالهندیة جنم
یجتمعون الخ انتہی۔ (۳) علامہ شامی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں۔ ومن جملته النذر بقراءة المولد
فی المنائر مع اشتماله علی الغناء واللعب وایهاب ثواب ذلک الی حضرة المصطفی صلی الله
علیه وسلم انتہی۔ (۴) مواہب لدنیہ میں لکھا ہے۔ لیلة مولده صلی الله علیه وسلم افضل
من لیلة القدر من وجوه ثلاثة الخ اس کے تحت میں علامہ ابی الدین میر الحلبی شارح مواہب لدنیہ
لکھتے ہیں۔ قوله افضل من لیلة القدر ذکر واشکل هذا فی المفاضلة بین لیلة الاسراء و
لیلة القدر واجابوا عنه بان لیلة الاسراء بالنسبة له صلی الله علیه وسلم افضل و
لیلة القدر بالنسبة لامته افضل وذکر ابن حجر الهیتمی فی مولده بعد ما ذکره
المصنف من الوجوه الثلاثة ما نصه هذا غایة ما وجه به هذا القول وفیه احتمال
واستدلال بما لا ینتج المدعی لانه ان ارید تلک اللیلة ومثلها فی کل سنة الی القیا
افضل من لیلة القدر فهذه الافضلیة لا تنتج ذلک کما هو جلی وان ارید عین
تلک اللیلة فلیلة القدر موجودة والتی فضلها فی الاحادیث الصحیحة علیها ثم ما الی
السنة بعد الولادة بل المبعث بل الهجرة فلم یکن اجتماعهما حتی یأتی التفضیل
بینهما وان تلک انقضت وهذه باقیة الی القیامة وقد نص الشارع علی افضلیتها
ولم یتعرض للیلة مولده ولا لامته لها بالتفضیل دلیلا فوجب علینا ان نقتصر علی ما
جاء عنه ولا نبتدع شیئا من عند نفوسنا القاصرة عن ادراکه الا بتوقیف منه صلی الله
علیه وسلم علی انا لو سلمنا افضلیة مولده صلی الله علیه وسلم لم یکن له فائدة اذ لا فائدة
بتفضیل الازمنة الا بفضل العمل فیها واما تفضیل ذات الزمن الذی لا یکون العمل
فیه فلیس له فائدة۔ انتہی (۵) حضرت مجدد صاحب رحمة الله علیه مکتوب میں لکھتے ہیں۔
الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا
بالحق علیهم من الصلوات اتمها ومن التحیات اکملها بعد التفات کلمہ و کلام نامزد

را این حقیر ساختند بود ند بوصول آن مبتہج ومسرور گردیده جزاکم اللہ سبحانہ خیر الجزاء اندراج یافته بود
که اگرچه نا نجیب الغدر منع سمع متضمن نفع مولود که عبارت از قصائد نعت و اشعار غیر نعت خواندن ست
نیز بود ما خوی اعزی میر محمد نعمان و بعضے یاران اینجا که در واقعہ آنحضرت صلعم دیده اند که ازین امر که
مولود بسیار ناراضی اند پس چه باز ترک شنودن مولود بے مشکل است، مخدوما اگر واقعه را اعتبار بود و پیرزادگان را
اعتبار باشد مریدان را به پیران هیچ احتیاج نباشد و التزام طریقه از طرق عبث می افتد چه هر
مریدے موافق وقائع خود عمل خواهد کرد و مطابق منامات خود زندگی خواهد نمود آن وقائع و منامات
موافق طرق پیر باشند یا نباشند و مرضی او بود یا نبود بریں تقدیر سلسلہ پیری مریدی برہم خورد
و هر بوالهوسے بوضع خود مستقل میگردد مرید صادق هزار وقائع را با وجود پیر به نیم جو نمی خرد و طالب رشید
بدولت حضور پیر منامات را اضغاث احلام می شمرد و هیچ التفات بآنها نمی نماید شیطان لعین
دشمنے است قوی منتهیان از کید او ایمن نیستند و از مکر او لرزان بوده ترسانند از مبتدیان و متوسطان
چه گوید غایته ما فی الباب منتهیان محفوظ اند و از سلطان شیطان مصئون بخلاف مبتدیان و
متوسطان لیس وقائع ایشان شایان اعتماد نباشد و اگرچه ممکن محفوظ بوند الخ اور اسی مکتوب میں
ہے بنظر انصاف به بینید که اگر فرضاً حضرت ایشان درین زمان در دنیا زنده می بودند و این مجلس و اجتماع
منعقد می شد آیا باین امر راضی می شدند و این اجتماع را می پسندیدند یا نه یقین فقیر آن ست هرگز این
معنی را تجویز نمی فرمودند مقصود فقیر اعلام بود قبول کنند یا نه کنند هیچ مضائقه نیست و گنجائش مشاجره
نه اگر مخدوم زادها و یاران آنجا بر همان وضع مستقیم باشند ما فقیران را از صحبت ایشان غیر از حرمان چاره
نیست زیاده چه تصدیع دہد والسلام اولاً و آخراً۔ انتہی۔

(۱۴) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:۔

نوع یازدہم۔ امثال متجددہ را یک چیز بعینہ دانستن۔ این وہم خیلے بر ضعیف العقلاں غلبہ دارد
حتی که آب دریا و شعله چراغ و آب فواره را اکثر اشخاص یک آب و یک شعله خیال کنند و اکثر شیعه
در عادات خود متمسک این خیال اند مثلاً روز عاشورا را در هر سال که بیاید آن را روز شهادت حضرت
امام حسین گمان برند و احکام ماتم و نوحه و شیون و گریه و زاری و فغان و بیقراری آغاز نهند مثل
زنان که هر سال بر میت خود این عمل نمایند حالانکه عقل بالبداهت میداند که زمان امر سیال غیر
قار ست هرگز جزء او ثبات و قرار ندارد و اعاده معدوم محال، و شهادت حضرت امام در روزے واقع
شده بود که این روز را از آن روز فاصله هزار و دو صد سال داد این روز را با آن روز چه اتحاد

وکدام مناسبت وروز عید الفطر وعید النحر را برین قیاس نباید کرد کہ در آنجا مایہ سرور وشادمانی سال
بسال تجدد است یعنی ادائے روزۂ رمضان وادائے حج خانہ کعبہ کہ شکراً للنعمۃ المتجددہ
سال بسال فرحت وسرور نو پیدا می شود ولہذا اعیاد شرائع برین وہم فاسد نہادہ بلکہ اکثر عقلاء
نیز نوروز ومہرجان وامثال اینہا تجددات وتغیرات آسمانی را عید گرفتہ اند کہ ہر سال چیزے نو پیدا
میشود وموجب تجدد احکام می باشد وعلی ہذا القیاس تعید عید بابا شجاع الدین وتعید بعید غدیر و
امثال ذلک مبنی برہمین وہم فاسد است ازینجا معلوم شد کہ روز نزول آیت الیوم اکملت لکم دینکم
وروز نزول وحی وشب معراج را چرا در شرع عید قرار دادہ اند وعید الفطر وعید النحر را قرار دادہ
اند وروز تولد ووفات ہیچ نبی را عید نگردانیدند وچرا صوم یوم عاشورا کہ سال اول بموافقت
یہود آنحضرت صلعم بجا آوردہ بودند منسوخ شد درین ہمہ ہمین سر است کہ وہم را دخلے نباشد
بلکہ تجدد نعمت حقیقتہ سرور وفرحت نمودن یا غم وماتم کردن خلاف عقل خالص از شوائب
وہم است۔ انتہی (۶۷) ایک عبارت کبیری شرح منیہ سے نقل کرتا ہوں اس کو محفل مولود
سے نہایت مناسبت ہے اور اس سے کراہت اس مجلس کی واضح ہو جاتی ہے۔ صلوۃ الرغائب ایک
نماز نفل ہے جو سنہ ۴۸۰ھ کے بعد حادث ہوئی اور ایسا ہی صلوۃ شب برات وصلوۃ لیلۃ القدر
شارح منیہ نوافل مستحبہ بیان کرنے کے بعد ان کی کراہت کے بیان میں لکھتے ہیں:۔ وبعد
ذلک فی الصلوۃ خیر موضوع مالم یلزم منہا ارتکاب کراہۃ اعلم ان النفل بالجماعۃ
علی سبیل التداعی مکروہ علی ما تقدم ما عدا التراویح وصلوۃ الکسوف وصلوۃ
الاستسقاء فعلم ان کلاً من صلوۃ الرغائب لیلۃ اول جمعۃ من رجب وصلوۃ
البراءۃ لیلۃ النصف من شعبان وصلوۃ لیلۃ القدر لیلۃ السابع والعشرین
من رمضان بالجماعۃ مکروہۃ وقال ابو الفرج ابن الجوزی وابو بکر الطرطوسی صلوۃ الرغائب
موضوعۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذب علیہ وقد ذکروا لکراہتہا وجوہا منہا
فعلہا بالجماعۃ وھی نافلۃ ولم یرد بہ الشرع ومنہا تخصیص سورۃ الاخلاص والقدر
ولم یرد بہ الشرع ومنہا تخصیص لیلۃ الجمعۃ دون غیرہا وقد ورد النہی عن
تخصیص یوم الجمعۃ لصیام ولیلۃ لقیام ومنہا ان العامۃ یعتقدونہا انہا سنۃ
من سنن النبی صلعم فیکون فعلہا سببا لکذبہم علیہ علیہ السلام قلت بل کثیر من
العوام ببلاد الروم یعتقدونہا فرضا وکثیرا منہم یترکون الفرائض ولا یترکونہا

وهو المصيبة العظمى ومنها ان فعلها ذريعة لقصد وضع الاحاديث بالوضع والافتراء
على رسول الله صلى الله عليه وسلم ومنها ان الاشتغال بعدد السور مما يخل بالخشوع
والتدبر وهو مخالف السنة ومنها ان في صلوة الرغائب مخالفة السنة في
تعجيل الفجر ومنها ان سجدتيها مكروهتان اذ لم يشرع التقرب بسجدة منفردة
بلا ركوع غير سجدة تلاوة عند ابي حنيفة ومالك وعند غيرهما غيرها وغير
سجدة الشكر ومنها ان الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الائمة المجتهدين
لم ينقل عنهم هاتان الصلوتان فلو كانتا مشروعتين لما فاتتا عن السلف وانما
حدثتا بعد الاربع مائة وليس لاحد ان يستدل على شرعيتهما بما روى عنه
عليه السلام انه قال الصلوة خير موضوع فان ذلك يختص بصلوة لا تخالف
الشرع بوجه من الوجوه وقد صح النهي عن الصلوة في الاوقات المكروهة. انتهى
پس غور کرنا چاہیے کہ صلوۃ نفل بھی افضل القربات ہے اور خیر موضوع ہے۔ ان امور مذکورہ
بالا کی بنا پر بدعت ہو گئی۔ اسی طرح انہی بعض امور مذکورہ بالا کی بنا پہ یہ مجلس مولود مروجہ
بھی بدعت ہو گی۔ فتدبر و تشکر۔ (۱۸) وکان مالک مبالغا في تعظيم العلم والدين
حتى كان اذا اراد ان يحدث توضأ وجلس على صدر فراشه وسرح لحيته واستعمل
الطيب وتمكن من الجلوس على وقار وهيبة ثم حدث فقيل له في ذلك فقال احب ان
اعظم حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ومر يوما على ابي حازم وهو جالس
يحدث فجازه فقيل له في ذلك فقال اني لم اجد موضعا اجلس فيه فكرهت ان
آخذ حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا قائم انتهى (الاكمال في اسماء الرجال
للعلامة الخطيب التبريزي صاحب المشكوة) نوٹ[۱]: ۔ اس سے معلوم ہوا کہ
حضرت امام مالکؒ باوجودیکہ اس قدر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم فرمایا کرتے
تھے مگر کھڑے ہو کر حدیث و ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سننے کو مکروہ اور خلاف ادب
جانتے تھے۔ نوٹ[۲]: ۔ البتہ تفریح بخوشی اور یہ عید منانا اس مہینے کی اس تاریخ میں اسلئے
کیجاتی ہے کہ خیال ہے کہ اس میں حضور تولد ہوئے۔ میں کہتا ہوں اسی طرح یہ بھی مشہور ہے
کہ اس مہینے کی اسی تاریخ کو حضور کا انتقال بھی ہوا بلکہ عوام میں تو اس مہینے کا نام ہی بارہ وفات
ہے تو کیا اس انتقال کا صدمہ کچھ نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ہر قلب مسلم اس صدمہ جانکاہ سے پارہ پارہ

جو جاتیگا پس یہ مہینہ اور یہ تاریخ اگر اپنے ساتھ ایک بہت بڑی خوشی لائی ہے تو اسی کے برابر ایک
بہت بڑا رنج بھی لائی ہے ۔ پس حکمت الٰہی کا مقتضی یہی تھا کہ حضور کے یوم و ماہ ولادت کو یوم
سرور و عید نہ بنایا جائے ۔ غرض اسی تاریخ و مہینہ میں آپ کے انتقال کی حکمت یہی ہے ۔ پھر
کس قدر مجرمانہ غفلت ہے کہ خوشی کو تو سامنے رکھا جائے اور رنج کا خیال تک نہ آئے ۔

(۱۹) امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاعتصام بالسنۃ جلد اول ص۳۷ میں فرماتے ہیں: فالبدعۃ
عبارۃ عن طریقۃ فی الدین مخترعۃ تضاھی الشرعیۃ یقصد بالسلوک علیھا المبالغۃ
فی التعبد للہ سبحانہ تعالیٰ قولہ تضاھی الشرعیۃ یعنی انھا تشابہ الطریقۃ الشرعیۃ
من غیر ان تکون فی الحقیقۃ کذالک بل ھی مضادۃ لھا من اوجہ متعددۃ منھا وضع الحدود
ومنھا التزام الکیفیات والھیئات المعینۃ کالذکر بھیئۃ الاجتماع علی صوت واحد
واتخاذ یوم ولادۃ النبی عیدًا وما اشبہ ذالک ۔ انتہی ۔

سوال :- تاریخ ولادت ماہ ربیع الاول کی بلکہ پیر کے دن کی جب افضلیت ثابت ہے تو
اس میں بہ نسبت اور دنوں کے عبادت بھی افضل ہوگی ۔ پس یہی وجہ اس تخصیص کی ہے ۔ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزہ کے متعلق دریافت کیا گیا ، آپ نے فرمایا فیہ وُلِدْتُ یعنی اسلئے کہ پیری
ولادت کا دن ہے اور ابولہب کے بوجہ مسرت ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دن عذاب ہلکا کیا جاتا ہے ۔

الجواب :- اس روایت میں توجیہ ولادت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس
دن اعمال پیش ہوتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل بھی پیش ہو ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام
نے یہ علت بیان نہیں کی تھی بلکہ حکمت بیان کی ہے ۔ بہرحال ربیع الاول یا یوم ولادت یا یوم
الاثنین کی افضلیت سے اور اس دن میں روزہ رکھنے کی تخصیص سے ہر عبادۃ کا افضل
ہونا اور ہر عبادت کی تخصیص ثابت نہیں ہو سکتی ۔ یوم جمعہ اور شب جمعہ سب دنوں سے افضل
ہے مگر ان عبادات کے سوا جو شارع علیہ السلام نے اس میں مقرر کر دی ہیں دوسری عبادت اور
دنوں کی بہ نسبت افضل نہیں بلکہ دوسری عبادات کو جمعہ یا شب جمعہ میں خاص کرنا مکروہ ہے
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من اللیالی ۔ اور
لا تختصوا یوم الجمعۃ بصوم من بین الایام ۔ اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور
شب جمعہ کو صوم و صلوٰۃ کے واسطے خاص مت کرو کیونکہ جس قدر امور جمعہ اور شب جمعہ میں مشروع
فرمادئے ہیں وہی ان میں افضل و مستحب ہیں ۔ اور روزہ اور نماز تو نفل مطلق اوقات میں یکساں

میں خصوصیت اور تقیید کسی وقت کی بدون ہمارے علم کے درست نہیں بحر الرائق میں ہے
لان ذکر اللّٰہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشیء دون شیء لم یکن مشروعا
حالانکہ بدیہہ مشروع اور تخصیص سورۃ اور تخصیص مکان کی کراہت جمیع کتب فقہ میں
موجود ہے۔ مثلاً ربیع الاول یا یوم ولادت کی افضلیت سے اس میں مجلس مروجہ کی تخصیص
اور افضلیت کس طرح جائز ہو سکتی۔ باقی رہا آپ کی ولادت پر سرور کرنا تو ہر وقت ہر مسلمان کا ایمان
ہے اس کا کون منکر ہو سکتا ہے۔ بحث تخصیص اور آخر حکم مطلق شرح میں ہے۔ دیکھو شرح مواہب
لدنیہ للعلامۃ نور الدین سیرا لحلبی کما مرفی صفحہ

سوال ۔ گو فقہاء نے التزام اور اصرار اور تخصیص کو مکروہ لکھا ہے لیکن امر ثابت ہے کہ التزام
واصرار و تخصیص جائز بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ ایک صحابی نے سورۃ اخلاص کو لازم کر لیا تھا اور اس پر
اصرار تھا چنانچہ یہ مقدمہ حضور علیہ السلام کے حضور میں پیش ہوا آپ نے بھی اجازت دی پس
جب کسی مباح یا مستحب کے فعل پر التزام اور اصرار جائز ہے تو دوام اور مواظبت بدرجہ اولیٰ جائز ہو
لہٰذا فقہاء کا مطلق التزام و اصرار کو اور ایسے دوام کو جس میں جہلاء اور عوام کو تغییر مشروع کا ایہام ہو
یعنی عوام کے مثل سنت واجب اعتقاد کر لینے سے مکروہ کہنا غلط ہے۔ ہاں التزام اعتقادی ممنوع ہے

الجواب ۔ ایک صحابی نے جو سورۃ اخلاص کو لازم کر لیا تھا اس کی صورت یہ تھی کہ جب
اس صحابی نے اس پر التزام کیا اور جماعت صحابہ نے اس پر اعتراض کیا تو اس التزام پر صحابہ کا اعتراض
بلا وجہ شرعی نہ تھا اسی واسطے جب حضور کی خدمت میں یہ امر پیش ہوا تو آپ نے صحابہ کو منع نہ فرمایا بلکہ
خود بلا کر اس کا سبب پوچھا اور آپ کا اس امر کے لئے بلا کر پوچھنا بھی بلا وجہ شرعی نہ تھا پس اگر یہ امر
ناجائز نہ ہوتا تو آپ صحابہ کو منع فرما دیتے۔ جب اس نے اس سورت کی محبت کا حال بیان کیا اور
باوجودیکہ اس سورت کی فضیلت محقق بھی تھی اور فی نفسہ امر جائز بھی تھا تو حضور نے صفۃ الرحمٰن
کی محبت کی وجہ سے جنت کی بشارت دے دی۔ حبک ایاھا ادخلک الجنۃ لیکن حدیث میں اجازت
دینا ہرگز ثابت نہیں ہے۔ پس دوسروں کے لئے صحابہ کا انکار اور ان کے انکار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے تقریر ہونا اور ایہام التزام کا رفع فرمانا التزام کے غیر مشروع ہونے پر حجت ہو گیا پس اس
واقعہ سے کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ فتدبر ولا تزل۔ اس کی نظیر ایک دوسری روایت ہے کہ ایک صحابی
نے رکعت کے پانے کے واسطے قبل وصول صف کے نیت کر کے رکوع میں شریک ہو کر رکوع کی حالت
میں چل کر صف کے برابر ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا زادک اللّٰہ حرصاً ولا تعد دیکھو فعل

مکروہ تھا اگر اس پر آپ نے مدح فرمائی اور پھر نسخ بھی فرما دیا۔ فافہم۔ لہٰذا اس فہم پر فقہاء کے اجتہاد اور دیگر احادیث نبوی پر نکتہ چینی کرنا بیجا ہے۔ پس التزام مالا یلزم اور اصرار و تخصیص فعل مندوب عملاً و اعتقاداً باتفاق ہر طرح ناجائز ہاں دوام بلا اصرار و التزام اور دوام بلا ایہام عوام بعض کے نزدیک جائز ہے لیکن فتح القدیر میں ہے۔ والحق ان المداومۃ مکروہ مطلقاً سواء راٰہ حتماً اولاً انتہیٰ اور حدیث احب الاعمال ما دیم علیہ میں دوام منطقی مراد نہیں بلکہ مواظبت عرفیہ ہے یعنی استعمال اکثر مع ترک فی بعض الاحیان مراد ہے۔ نہ اعمال پر اصرار کہ کبھی ترک ہی نہ ہو۔ المراد من الدوام المواظبۃ العرفیۃ (یعنی لا المنطقیۃ) کرمانی وقسطلانی شرح بخاری پارہ ۲۶)۔

سوال ۔ متعدد رسائل میں دیکھنے میں آیا کہ ذکر ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام میلادی مستحب ہے۔ اور اذکار سے جو صورت علیہ ولادت کی ذہن میں مرتسم ہوتی ہے اس کو قیام ہے جو حضور علمی کو حضور بصری کے قائم مقام کیا گیا جیسے کہ حضور علیہ السلام نے کفار کو دکھانے کیلئے مسلمانوں کو حج میں رمل کا امر کیا تھا لیکن اب زوال علت کے بعد بھی رمل کیا جاتا ہے اور یہ رمل مستحب ہے۔ (از انوار ساطعہ)

الجواب ۔ مطلق ذکر اللہ و ذکر رسول میں نفس قیام جائز ہے اس کا کوئی منکر نہیں۔ فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم الآیۃ۔ مگر ہاں جب التزام یا تخصیص مطلق عارض ہو جائے بدعت کہتے ہیں ورنہ نفس قیام میں خلاف نہیں۔ باقی رہا قیام میلادی مذکور تو اس کا شریعت میں کچھ اصل ہی نہیں جیسا کہ سیرت شامیہ میں ہے۔ حتی ان القیام بدعۃ لا اصل لھا۔ چنانچہ صحابہ کرام جب حالات فخر عالم علیہ السلام کے بیان کرتے تھے تو وہ تجلی پاک نظر میں آجاتا تھا خواہ وہ حلیہ ہوتا یا اور کوئی واقعہ ہوتا کانی انظر الیٰ اُنکے اور احادیث میں بکثرت موجود ہے مگر یہ تو دیکھو کہ اس حکایت اور صورت ذہنیہ کے ساتھ کبھی معاملہ خود ذات کا کیا ہو اگر کسی روایت میں یہ معاملہ ثابت ہوا ہو تو کوئی نشان دے کہ ولادت کے ذکر میں یا گھر سے باہر تشریف لانے کے ذکر میں یا غزوات سے آنے کے ذکر میں کسی نے ۱۳۰۰ برس تک تا علامہ تجلی و صورت ذہنیہ کو قیام یا اُس صورت سے مصافحہ کیا ہو یا اس صورت کو سلام کیا ہو کیونکہ ذات کی تعظیم اور ہے اور ذکر و اسم کی تعظیم اور ہے تمام دنیا کا مانا ہوا دستور العمل ہے کہ کسی محترم ذات کی تعظیم اور اس کا اکرام سلام۔ مصافحہ۔ معانقہ اور قیام احترام سے کیا جاتا ہے۔ اور مذاکرہ کے وقت اس کے ذکر و اسم کی تعظیم صرف الفاظ تعظیمی ہی کی جاتی ہے۔ اگر مذاکرہ کے وقت اسکے ذکر یا اسم کو سلام۔ مصافحہ۔ معانقہ اور قیام کیا جائے تو یہ بے محل ہی نہ ہوگا بلکہ اس فعل کو اُس محترم کے حق میں مذاق اور استہزا کرنے میں شمار کیا جائیگا۔ تجربہ کر دیکھو۔ اور التحیات

میں جو خطاب اور ندا ہے وہ صورت ذہنیہ کو نہیں ہے بلکہ بوجہ صلوٰۃ وسلام کے ہے کہ اس میں وعدہ ایصال ہو چکا ہے یا عند البعض یہاں یہ صیغہ محض نقل کے لئے ہے اس پر بھی بعض صحابہ نے التحیات سے بعد انتقال حضور علیہ السلام کے حرف خطاب اور حرف ندا کو نکال دیا تھا یا بوجہ سریان حقیقۃ محمدیہ کے ہے کما قالہ الشیخ فی ترجمۃ المشکوٰۃ۔ پھر بھلا سوچو کہ استحباب و استحسان کا کون رستہ ہے جب شریعت میں حکایت کے ساتھ تعین محکی عنہ کا مد نظر کرنے کا ثبوت ہی نہیں تو کیا اپنے نفس سے اس کے لئے اصل پیدا کیجئے گا۔ اور یہ غلط ہے کہ باوجود زوال علت کے رمل مستحب ہے۔ ایک علت کے زوال سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس حکم کے لئے کوئی دوسری علت بھی نہ ہو چنانچہ خود ملا علی قاریؒ نے اس کا جواب شرح مناسک میں دیا ہے کہ لا ینقال الاصل فی الحکم ان یزول بزوال العلۃ فانا نقول قد فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال المشروعیۃ تذکرۃ النعمۃ الامن بعد الخوف لیشکر علیھا فھذہ علۃ اخری والحکم قد یثبت بعلل متبادلۃ وانتفاء شخص علۃ لا یوثر فی انتفاء نوع الحکم ولان سلم فالحکم ھھنا مع عدم العلۃ فھو غیر معقول المعنی الخ

الحاصل ذکر مبارک آپ کا لاریب موجب کمال سرور مومن کا ہے مگر ذہن میں ولادت کا تصور جما کر اس تصور ولادت کے ساتھ مواطین ولادت کا کرنا محض بے اصل ہے۔ ہاں کوئی عشق اور وجد میں کھڑا ہو جائے یا ایسے اختیاری میں کچھ کرے یا عالم غیب و برزخ میں دیدار پر تو جمال جہاں آرا سے مشرف ہو جائے یا مشاہدہ تمثال ہو وہ اس بحث سے خارج ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں بعد حکایات اولیاء اور کشف الغطاء میں ہے کہ یہ سب منام اور یقظہ میں تمثالاً ہو تمثال ہے نہ عین حقیقت۔ علاوہ اس کے قیام میلادی میں التزام و اصرار اور تخصیص بھی ہے جو اس کے بدعت ہونے کو اور بھی مؤکد بنا دیتا ہے۔ اور نیز اکثر جہلاء اور بعض علماء بدنیاطن کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا فرض ہے قیام نکر نیوالا کافر ہے (دیکھو ان کا مشہور اور بہت مستند مجموعہ فتاوی غایۃ المرام ص۵۵ و ص۶۵ و ص۶۶ و ص۷۱) حالانکہ یہ محض اعتقاد فاسد اور غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور قیام احترام و اکرام یعنی جو وقت عند القدوم بھی حضور علیہ السلام کو اپنے لئے بوجہ بے تکلفی پسند نہیں تھا۔ ترمذی میں حدیث ہے لم یقوموا اذا راؤہ لما یعلمون من کراھیتہ لذلک الخ۔ قیام تعظیمی یعنی قائم رہنا جس طرح کا قیام سلاطین عجم کے لئے کیا جاتا تھا وہ تو خود حرام ہو چکا تھا کیا صحابہ یعنی اذ

عنہم ممنوع و حرام قیام کرتے۔ معاذ اللہ بلکہ قیام احترام کو حلال جانتے تھے بوجہ ارضاء خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترک کرتے تھے۔ اور ادنیٰ اس پر یقینی قرینہ ہے۔ اور یہ حدیث مقام مدح صحابہ میں مذکور ہے کیا احترام کا ترک بھی قابل مدح ہے۔ الحاصل یہ قیام اکرام و احترام کسی کی تشریف آوری پر جائز ہے اور اس کو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے بوجہ بے تکلفی پسند نہیں فرماتے تھے اور جہاں معلوم ہوتا تھا کہ آپ راضی ہیں تو یہ قیام احترام بھی کرتے تھے بشرح طیبی ملاحظہ ہو۔ اهل الکراهة المحبة والاتحاد الموجب رفع التکلف والحشمة یدل علیه قوله لم یکن شخص احب الیهم من رسول الله صلی الله علیه وسلم انتهی۔ لیکن حضور علیہ السلام کے ہر محفل میلاد میں تشریف لانے کا عقیدہ بالکل باطل ہے۔ اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ احادیث صحیحہ کثیرہ کے مخالف ہے۔ احادیث کثیرہ سے یہ ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مجھ پر تمہارا درود و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ جس وقت اور جہاں کہیں بھی تم درود بھیجو برابر مجھ کو پہونچایا جاتا ہے۔ ان صلوتکم تعرض علی حیث ما کنتم اور ایک جماعت ملائکہ کی خاص اسی کام کے لئے متعین ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی امتی درود و سلام حضور علیہ السلام پر بھیجتا ہے وہ برابر پہونچاتے ہیں لیکن حضور علیہ السلام نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ میں خود وہاں تشریف لیجاتا ہوں تاکہ اس پر عقیدہ رکھا جائے۔ اس عقیدہ کا بدعت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اور اگر اس میں عقیدہ حضور روح فخر عالم کا بعلم غیب استقلالاً ہو تو شرک ہوگا۔ کما فی تحفۃ القضاۃ۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب۔

(اعتراض) حضرت محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ذکر مولود شریف کو کنہیا کے جنم کے مشابہ اور ناجائز کہتے ہیں۔

(جواب) یہ بھی صریح جھوٹ ہے۔ معاذ اللہ ذکر مولود شریف کو ہرگز مشابہ نہیں کہتے۔ اور نہ منع کرتے ہیں۔ علماء اہل حق کے نزدیک ذکر مولود شریف باعث برکات وحسنات ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب المہند صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ قولہ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلعم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز و نشست و برخاست اور بیداری اور خواب کا تذکرہ ہو الخ۔ حاشا ہم تو کیا کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہ آنحضرت صلعم کی ولادت شریفہ کا بلکہ

آپ کی جوتیوں کے غبار آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے۔ انتہی۔ یہاں البتہ اگر کوئی مولود شریف میں ذکر ولادت کے وقت یہ اعتقاد کرے کہ نعوذ باللہ رسول مقبول گویا اب اس وقت پیدا ہو رہے ہیں اور بطن مادر سے عالم شہود میں آرہے ہیں اس لئے تعظیم کے لئے کھڑا ہونا چاہئے اور ہر مرتبہ از سرِ نو ولادت کی نقل اتاری جاتی ہے تو یہ اعتقاد اور خیال ہنود کے اعتقاد کی طرح ہے جو منع ہے۔ پس ایسے غلط خیال کے ساتھ قیام کرنے کو بوجہ تشابہ اہل ہنود منع فرماتے ہیں چنانچہ عبارت یہ ہے۔ **قولہ** یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک آنحضرت علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی (یعنی پیدا ہوئے) اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام از وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہئے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے۔ پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں...... یا مثل روافض کے سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا۔ انتہی۔ دیکھئے اس بدبخت گروہ نے اس میں یہ تصرف کیا کہ اعادہ ولادت کی جگہ اعادہ ذکر ولادت قرار دیا پھر اتنے تحریف سے بات کہاں سے کہاں پہونچا دی۔ غرض علماء اہل حق ہرگز ذکر ولادت کے منکر نہیں بلکہ نقل ولادت کے منکر ہیں نصاریٰ اور ہنود اور روافض کی دیکھا دیکھی جب مسلمانوں نے اپنے پیغمبر کی ولادت مبارک کی نقل اتارنا شروع کی تو لازمی طور پر حامی سنت علماء کو اندیشہ ہوا کہ رفتہ رفتہ کہیں بیانات کنہیا جنم کی صورت نہ اختیار کرلے۔ چنانچہ بدعتیوں کا ایک گروہ صوبہ راجپوتانہ کی ایک ریاست میں بروقت ذکر ولادت توپ کے گولے چھوڑتا ہے گویا اس وقت حضور کی پیدائش ہو رہی ہے اور بعد اس میں نقارہ اور ڈھول بجاتے ہیں اور بعض جگہ مارے خوشی کے رقص بھی کرتے ہیں کیونکہ وہاں یہ رسم ہے کہ لڑکے کی پیدائش کے وقت بندوق یا توپ چھوڑتے ہیں اور کہیں نقارے اور ڈھول بجاتے ہیں اور ہندوستان میں عام رواج ہے کہ بروقت ذکر ولادت تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ اور بعض بعض جگہ جھک جھک کر زبان اور ہاتھ سے لکھنوی سلام کرتے ہیں اس خیال سے کہ گویا اس وقت حضور بطن مادر سے عالم شہود میں تشریف لارہے ہیں اور ان کے اکثر علماء قیام میلادی کی یہی وجہ اپنے معتقدین اور اپنے رسالوں میں بیان کرتے ہیں یہ محض ذکر ولادت نہیں ہے بلکہ اس کی نقالی بھی ہے۔ پس مولود شریف میں ایسی ناشائستہ حرکات دیکھکر اگر علماء اہل حق نے منع کیا اور ان نقالیوں کو ہندوؤں کی نقالی کی طرح جانا تو کیا برا کیا وہ ذکر ولادت کو برا نہیں کہتے بلکہ ولادت کی نقل اتارنے کو انہوں نے برا کہا ہے۔ کنہیا جنم میں بھی یہ اتارا جاتا ہے

اور مسلمانوں میں بھی اسی طرح کی بنیاد پڑ چکی ہے۔ دیکھو رسالہ الطریقۃ السنت للعلامۃ حسن بن علی کما مرلی ص۱۴۹۔ مگر معترض صاحب بیچارے اعادہ ولادت اور اعادت ذکر ولادت میں بھی فرق نہ دیکھے۔ دیکھو ہدایہ میں لکھا ہے قرآن کریم کو دیکھ کر نماز میں پڑھے کہ تشبہ باہل کتاب ہے اور آگ کا مصلی کے سامنے ہونا تشبہ بالمجوس ہے۔ اب کہو کہ فقہاء رحمہم اللہ نے قرآن اور نماز کو یہود اور مجوس کے فعل سے مشابہ کر دیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور نیز اکثر اہل بدعت کا یہ بھی بے اصل اور غلط عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام خود ہر ایک مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں قیام تعظیما واجب ہے اور انہی حضرات کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ روح مبارک ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ لیکن اس عقیدے کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام جب حاضر و ناظر ہیں اور ہر ایک مجلس میلاد میں شریک تو پھر وقت ذکر ولادت قیام کی کیا تخصیص ہے۔ آغاز سے مجلس کے خاتمہ تک قیام کرنا چاہیے چونکہ خود بنفس نفیس مجلس میں موجود ہیں لہذا تعظیم کرنا فرض عین ہے۔ اگر کہا جائے کہ تشریف آوری پہلے سے نہیں ہوتی بلکہ عین وقت ذکر ولادت پر ہوتی ہے تو پھر اس عقیدے سے دست برداری کرنا ہوگی کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ جن امور کا اہل حق کو انکار ہے وہ یہ ہیں:۔

(۱) فساق کا پڑھنا اور امردوں کا گانا اور ان کا اعزاز۔ (۲) روشنی و شیرینی میں اسراف اور فخر و نمود۔ (۳) غیر اہم کو اہم قرار دینا جس سے دین اور شریعت میں تحریف اور تبدیلی ہو گئی۔ سلف صالحین بدعت کا اطلاق صرف اسی فعل پر نہیں کرتے تھے جو بالکل جدید اور حادث ہو بلکہ ثابت شدہ فعل پر بھی بدعت کا حکم لگاتے تھے جبکہ اس میں غیر معمولی طور پر اہمیت پیدا کر لی جاتی تھی۔ (۴) فرائض کی طرح اہتمام سے تداعی کرنا۔ (۵) نقل ولادت اور اس کا چربہ اتارنا۔ (۶) حضور کو ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر جاننا۔ (۷) بروقت ذکر ولادت حضور کا مجلس میلاد میں تشریف لانے کا عقیدہ رکھنا۔ (۸) موضوع روایات پڑھنا سنانا اور سننا۔

تمام بدعتیوں کی زبانیں ان جرائم کے بارے میں گونگی ہیں اور جو حضرات اصلاح کی غرض سے امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں تو یہ تمام حضرات عوام اور جہال کے ساتھی ہو کر حضرات مصلحین کو منکر ذکر ولادت شریف قرار دے کر محب نبی بن بیٹھتے ہیں۔ اس عیاری اور چالاکی کا کیا ٹھکانا ہے اور جب یہ بدعتی لوگ مروجہ مولود کا اثبات کرنے بیٹھتے ہیں تو کس معصومانہ انداز سے کہتے ہیں کہ ذکر ولادت شریف میں کیا حرج ہے۔ فلاں فلاں روایت فلاں صحابی فلاں بزرگ سے ثابت ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ثابت ہے لیکن کیا اس کے ساتھ وہ امور بھی ثابت ہیں جو کر

ولادت میں لازمی طور پر شامل کرلئے گئے ہیں، مقصود تو ہے ترویج بدعت اور ہدم سنت لیکن اسکو
پردہ میں رکھکر کس سادگی سے نفس ذکر ولادت کو روایات سے ثابت کرنے لگتے ہیں جس سے ناظرین
کو بادی النظر میں یہ دھوکا ہوجاتا ہے کہ علماء حق نفس ذکر کے منکر ہیں۔

تنبیہ۔ (۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین بدء غریبا وسیعود
کما بدء فطوبی للغرباء وهم الذين يصلحون ما افسد الناس من بعدي من سنتي رواه
الترمذي (مشکوۃ کتاب الاعتصام بالسنۃ)۔ (۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا
یزال طائفة من امتی علی الحق منصورین لا یضرهم من خالفهم حتی یاتی امر اللہ متفق
علیہ۔ (۳) قال علیہ السلام فانه من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی
وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم
ومحدثات الامور فان كل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار۔ وفي رواية أخرى ان
بني اسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة
كلهم في النار الا ملة واحدة قالوا من هي يا رسول الله قال ما انا عليه واصحابي و
قال علیہ السلام من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله اجر مائة شهيد (مشکوۃ)
طائفہ خود قلت شے کا ہوتا ہے اور قلت پر دلالت کرتا ہے، اور حدیث ثوبان میں اسی قلیل
کی مدح کی جارہی ہے جو بدعات کی تردید کرکے احیاء سنت کرتے ہیں۔ اور یہی قلیل جماعت
ہے جو اختلاف کثیر کے وقت محدثات امور سے بچتے ہیں اور سنت رسول اور صحابہ و خلفاء
راشدین کی سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑتے ہیں اور ما انا علیہ واصحابی کے مصداق
ہیں اور سو شہیدوں کا اجر حاصل کرتے ہیں۔ توضیح میں ہے السواد الاعظم عامة المسلمين
ممن هو امة مطلقة والمراد بالامة المطلقة اهل السنة والجماعة وهم
الذين طريقتهم طريق الرسول عليه السلام والصحابة دون اهل البدع۔ انتہی
اور علامہ طیبی لفظ جماعت کی تفسیر میں شرح السنۃ سے نقل کرتے ہیں۔ الجماعة عند اهل
العلم اهل الفقه والعلم انتہی۔ اور نیز شرح السنۃ سے لکھتے ہیں۔ قال سفيان في تفسير
الجماعة لو ان فقيها على راس جبل لكان هو الجماعة۔ انتہی۔ اور ابن ملک مفاتیح
میں شرح حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالة میں لکھتے ہیں۔ الاجماع اجماع علماء
المسلمين ولا اعتبار لاجماع العوام لان قول العوام لا يكون عن علم فلا اعتبار به

میزان شعرانی جلد اول میں ہے سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سواد اعظم سے مراد اہل سنت والجماعت ہی ہیں، چاہے ایک ہی فرد کیوں نہ ہو۔ حضرت مجدد صاحب مکتوبات میں لکھتے ہیں: در اجتناب از رسم و رسم بدعت تا از بدعت حسنہ در رنگ بدعت سیئہ احتراز ننماید بوئے ازیں دولت بمشام جان او نرسد و ایں معنی امروز متعسر است کہ عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است و بظلمات بدعت آرام گرفتہ کرا مجال است کہ دم از رفع بدعت زند یا باحیاء سنت لب کشاید اکثر علمائے ایں وقت رواج دہندہائے بدعت اند و محو کنندہائے سنت بدعتہائے پہن شدہ را تعامل خلق دانستہ بجواز بلکہ باستحسان آں فتویٰ می دہند و مردم را بدعت دلالت مے نمایند چہ می گویند اگر ضلالت شیوع پیدا کند و باطل متعارف شود تعامل گردد مگر نمی دانند کہ تعامل دلیل استحسان نیست تعاملے کہ معتبر است ہماں است کہ از صدر اول آمدہ است تا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ كما ذكر في الفتاوى الغياثية قال الشيخ الامام الشهيد رحمه الله سبحانه لا ناخذ باستحسان مشائخ بلخ وانما ناخذ بقول اصحابنا المتقدمين رحمهم الله سبحانه لان التعامل في بلدة لا يدل على الجواز وانما يدل على الجواز ما يكون على الاستمرار من الصدر الاول فيكون ذلك دليلا على تقرير النبي عليه وعلى آله الصلوة والسلام اياهم على ذلك فيكون شرعا منه عليه وعلى

عن غضيف بن الحارث الثمالي قال بعث الي عبد الملك بن مروان فقال يا ابا سليمان انا قد جمعنا الناس على امرين فقال وما هما قال رفع الايدي على المنابر يوم الجمعة والقصص بعد الصبح والعصر فقال اما انهما امثل بدعتكم عندي ولست مجيبكم الى شيء منهما قال لم قال لان النبي صلى الله عليه وسلم قال ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من احداث بدعة (رواه احمد) وعن حسان قال ما ابتدع قوم بدعة في دينهم الا نزع الله من سنتهم مثلها ثم لا يعيدها اليهم الى يوم القيامة (ترغيب وترهيب للمنذري ج ۱ ص)

اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں چنگ زدن بسنت اگرچہ اندک باشد بہتر است از نو پیدا کردن بدعت اگرچہ حسنہ است زیرا کہ از اتباع سنت پیدا می شود نورے و از احداث بدعت ظلمت بدعت آید اتباع سنت بہتر است از جماعت باطلہ ... سالک برعایت آداب سنت ترقی میکند بمقام قرب و ترک آں تنزل میکند تا آنکہ از انوار محروم بگردد و ترک افضل اولیٰ تا بحد قساوت قلب کہ آثار ایں قلب و طبع و ختم گویند میرسد نعوذ باللہ من ذلک۔ انتہی۔ قال عليه السلام ان الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة حتى يدع بدعته (ترغيب ترهيب) لا يقبل الله لصاحب بدعة صوما ولا صلوة ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهادا ولا صرفا ولا عدلا يخرج من الاسلام كما تخرج الشعرة من العجين (ترغيب) عن ... قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة لعنتهم ولعنهم الله وكل نبي مجاب ... والتارك لسنتي (ترغيب وترهيب) من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام (ترغيب ترهيب للمنذري)

۱۴

أما الصلوة والسلام و أما الذين من بعدهم كذالك لا يكون فعلهم حجة إلا إذا كان ذالك من الناس كافة في البلد ان كلها فيكون اجماعا و الاجماع حجة الا ترى انهم لو تعاملوا على بيع الخمر و على الربوا لا يفتى بالحل الخ انتہی۔

اور کسی بدعت شرعیہ کے جواز میں حرمین شریفین کے عامۃ الناس کے تعامل کو پیش کرنا بھی صحیح نہیں۔ ملا علی قاری مرقاۃ صفحہ ۲۱ جلد ۳ میں فرماتے ہیں سقی الحرمین الشریفین من شیوع الظلم و کثرۃ الجھل و قلۃ العلم و ظھور المنکرات و فشوع البدع و اکل الحرام و الشبھات۔ انتہی یعنی حرمین شریفین کے لوگ آج کل ظالم و جاہل قلیل العلم منکر و بدعت اور برائیوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور حرام و مشتبہ چیزیں کھاتے ہیں۔

الحاصل مثل آفتاب نصف النہار کے واضح ہو گیا کہ اکثر المسلمین اور جماعت کثیرہ اور سواد اعظم اہل سنت والجماعت ہیں جن کا طریقہ طریقہ رسول اور صحابہ کا ہے نہ اہل البدع اور اس کے ہی التزام کا حکم ہے اور موافقت سنت اور طریقہ صحابہ کی واجب التمسک ہے پس جو اس کے موافق ہے اگرچہ ایک ہی عالم ہو وہ سواد اعظم اور حق ہے اور جو تعامل اس کے خلاف ہو اگرچہ تمام عالم کا ہو باطل ہے۔ اکثریت سے انہیں کی اکثریت مراد ہے نہ اہل اہواکی کیا معلوم نہیں کہ مبتدعین فسقہ ہمیشہ متبعین سنت سے زائد ہی ہوتے ہیں پس اب سوچو کہ مانعین تو طریقہ معمولہ مروجہ صحابہ کی حمایت کرتے ہیں اور اس بدعت مروجہ کو انکے طریقہ کے خلاف ثابت کر کے منع کرتے ہیں اور مجوزین اسکے بدعت ہونیکا اقرار کر کے اسکے حسن کو بلا دلیل وابیہ رکیکہ ثابت کرتے ہیں پس سواد اعظم مانعین ہوئے ہو قائل جان سکتا ہے۔ چہ جائیکہ یہاں حجج اربعہ سے اس طریقہ مروجہ کی ضلالت ثابت ہو چکی ہے۔

تنبیہ ثانیہ:۔ اگر کوئی قواعد شرعیہ سے جاہل اور ناواقف ہے تو وہ اتنا ہی سمجھ لے کہ اس فعل کے بدعت سیئہ اور حسنہ ہونے میں علماء معتبرین کا پہلے سے اختلاف چلا آ رہا ہے تو ترک ہی مناسب اور احوط ہے کیونکہ یہ فعل مندوب ہی ہے واجب تو نہیں تو متعدین کو یہی کافی ہے مگر جس کو بدعت کی چڑ لگی ہے اسکا کوئی علاج نہیں۔ خود فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر سنت اور بدعت دونوں کا احتمال ہو تو سنت کو بھی ترک کر دے ترک لازم ہے۔ اور اگر واجب اور بدعت ہونے میں احتمال ہو تو اس کے ترک میں اشتباہ ہے۔ شامی میں بحر الرائق سے نقل ہے۔ لانه اذا تردد الحكم بين سنة و بدعة كان ترك السنة راجحا على فعل البدعة انتہی اور طریقہ محمدیہ میں ہے ثم اعلم ان فعل البدعة اشد ضررا من ترك السنة بدليل ان الفقهاء قالوا اذا تردد في شيئ

بین کونہ سنۃ وبین کونہ بدعۃ فترکہ لازم و اما ترک الواجب فعل هو اشد من فعل البدعۃ او علی
العکس ففیہ اشتباہ وحیث صرحوا بعض تردد بین کونہ بین بدعۃ وواجبا انہ یفعلہ وفی
الخلاصۃ مسئلۃ تدل علی خلافہ ۔ الخ (نوٹ) تعجب ہے کہ مؤلف تحقیقات نے حضرت مولانا
گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور انکے خلیفہ رفیق مولانا محمد علی صاحب سلمہ کو حضرات اہل حق کے مخالف العقیدہ
ظاہر کیا ہے۔ افسوس احباب مولانا سلمہ القید حیات ہیں تسلی فرمالیں ۔ جناب مولانا حضرت محدث
گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں۔ قولہ دعا بھی ایک عبادت ہے کل
حاجتیں چھوٹی بڑی اللہ ہی سے مانگے دوسرے کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔ ہاں انبیاء کرام و اولیاء
عظام کو وسیلہ بنانا اور ان سے جناب الٰہی میں دعا منگوانا اور ان سے شفاعت چاہنا جائز ہے۔
(فیوض رحمانی ملخصاً)۔ (۲) فرماتے ہیں بیشک شیرینی پر فاتحہ کرنیکی عادت حضرت قبلہ کی (یعنی
حضرت محدث گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی) نہ تھی۔ مگر کبھی کر لیتے تھے اسکو التزاماً نہیں کرتے
تھے اور کبھی قبل آنے شیرینی کے آپ نے فاتحہ پڑھ لی اور پھر شیرینی آئی اور تقسیم ہوگئی۔ (جلد ثانی
فضل رحمانی ص۲ ملخصاً)۔ (۳) اور اسی کتاب ص۳۶ میں ہے کہ کسی نے مولود شریف کے متعلق پوچھا
اسوقت حدیث شریف ہو رہی تھی آپ نے فرمایا یہی ہی مولود ہے جو اسوقت ہو رہی ہے۔ پھر مولود موضوع
حال کی نسبت بیان کر کے پوچھا آپ نے فرمایا بھائی یہ تو نیکی برباد گناہ لازم ہے نا جائز ہے۔ (ملخصاً)۔
(۴) اور اسی کتاب ص۵ میں ہے کہ ذریعلی شاہ نے وصیت فرمائی تھی کہ سوم چہلم یہ سب ہمارا نہو۔
حضرت قبلہ نے جب یہ سنا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا ہاں یہی چاہئے شریعت کی پابندی عمدہ
چیز ہے (ملخصاً) بس اسی سے حضرت محدث گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد حقہ کا اندازہ فرمالیجئے
مولوی عباس بن ناصر علی المورخ بن فضل اللہ العلامۃ الحاجوی مصنف جمع کا استاد ص۱۲۵۹ھ
مترجم دقائق الاخبار نے اپنے رسالہ تحفہ مسائل ضروریہ کے ص۲۵ پر لکھا ہے کہ قاضی عبد الکریم
بریلوی قدس سرہ کہ ہمارے زمانہ کے ولی کامل تھے اپنے رسالہ میں لکھ گئے کہ تیجے جو چالیسویں کہ ہند
میں ہوتی ہیں سو بدعات ہیں۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوهاب واخر دعوانا
ان الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الامین محمد صلی اللہ
علیہ وسلم وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ وانا الراجی رحمۃ ربہ الغنی الاحقر
المدعو محمد عبد الغنی الحنفی عفا اللہ عنہ ما جناہ و اوصلہ غایۃ متمناہ ۱۲۔ ذیقعدہ

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جب خداوند عالم نے حضور علیہ السلام کی تعظیم کو تمام مومنین پر فرض قرار دیا ہے اور قیام سے بھی تعظیم ہوتی ہے۔ اسی بنا پر صحابہ کرام حضور علیہ السلام کی تعظیم کیلئے قیام کرتے تھے تو پھر کیوں یہ قیام ذکر میلاد پاک میں بدعت سیئہ ہے ؟ بینوا توجروا

محمد حسن خاں از فیروالی ریاست بہاولپور، محرم سنہ

الجواب :۔ قیام میلادی مروجہ کا شرعی فیصلہ :۔ مرحباً و حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد۔ (۱) اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں تمام بنی نوع انسان کو حکم صادر فرما کر اپنے نبی کی دل سے زبان سے اور اعضاء سے تعظیم و توقیر اور ادب کرنے کو فرض قرار دیتا ہے۔ تعزروہ و توقروہ الآیۃ۔ اور فرماتا ہے کہ میرے نبی پر درود بھیجا کرو۔ اور میرے نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند مت اٹھاؤ ورنہ تمہارے سب اعمال اکارت ہو جائیں گے۔ بہت ادب اور تعظیم سے نام لیکر پکارو۔ چنانچہ صحابہ کرام نے آپ کی موجودگی میں اس پر پورا پورا عمل کیا۔ جب حضور کلام فرماتے تھے تو کانوں کان علی رؤسہم الطیر سنتے تھے چہرہ مبارک کی طرف اوپر نظر نہیں اٹھاتے تھے۔ آپ کے حکموں کی تعمیل کیلئے جھپٹتے تھے۔ آواز پست رکھتے تھے۔ کفار کے اکثر وفود نے اقرار کیا کہ دنیا کی کوئی قوم اپنے بادشاہوں کی اس قدر تعظیم نہیں کرتی جس قدر صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ ناک اور تھوک مبارک اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں۔ اپنے منہ اور سینہ پر ملتے ہیں (بخاری) لیکن جب صحابہ نے عجمیوں کی دیکھا دیکھی قیام تعظیمی جو بادشاہوں کی تعظیم کے لئے تصویر بنکر دست بستہ چپ چاپ کھڑے ہوتے تھے کرنا چاہا تو آپ نے نہی حرمت فرمائی لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضہم بعضاً (ابوداؤد، ابن ماجہ) اور قرآن مجید میں حکم دیا وقوموا للہ قانتین یعنی یہ قیام تعظیم تو اللہ ہی کیلئے مخصوص ہے۔ اور قیام ادب و احترام و محبت یعنی کسی کریم و محبوب کے تشریف لانے پر ادباً و اکراماً و محبتاً کھڑا ہو جانا یہ شرعاً جائز ہے۔ مگر حضور علیہ السلام کو اپنے لئے یہ قیام اکرام بھی بوجہ بے تکلفی پسند نہیں تھا۔ (۲) وجہ سے صحابہ کرام اکثر اوقات آپ کے تشریف لانے پر کھڑے نہ ہوتے تھے کہ آپ کو ناگوار گذرے گا۔ لم یقوموا اذا رأوہ لما یعلمون من کراھیتہ لذالک۔ (ترمذی) یہ تو حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات کے ساتھ صحابہ کرام کا معاملہ ادب و اکرام تھا۔۔۔۔ اور آپ کی عدم موجودگی میں آپ کا نام مبارک نہایت محبت اور نہایت ادب و تعظیم سے زبان پر لاتے تھے۔ درود و سلام بھیجتے تھے اور غلبہ محبت سے والہانہ آپ کے اقوال اور اعمال کی کمال اتباع کرتے تھے۔ اور آپ کے حالات بیان کرتے ہیں کہ کانّی انظر الی اُحُدٍ تھے۔ لیکن آپ کے حالات کے

بیان اور تذکرہ بعد دنیا وارکرانا کبھی کسی نے نام سن کر قیام نہیں کیا۔ کیونکہ یہ قیام تشریف لانے والی ذات کے اکرام کے لئے ہے نہ ذکر وا سم کی تعظیم کے لئے۔ اور صرف ذکر و اسم کو سن کر یہ قیام ادب بے ثبوت بے محل اور بے موقع ہی نہیں بلکہ استہزاء اور خلاف ادب ہے۔

(۲) اسی طرح زمانۂ صحابہ کے بعد زمانہ تابعین و تبع تابعین و مجتہدین میں یکسات سو برس تک فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر اور قبل ولادت اور بعد ولادت کے حالات اور شرح صدر وغیرہ کا بیان بطور مذاکرہ اور وعظ و تدریس اور تحدیث کے طریقے پر اکثر ہوتا تھا لیکن ان قرون میں کبھی اس ذکر نبوی پر قیام ادب ہرگز نہ تھا۔ ۷۰۰ ہجری کے بعد ایک دفعہ حضرت علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ پر کیفیت قائمہ طاری ہوگئی اور اسی حالت میں وہ غلبہ حال سے بوقت ذکر ولادت کھڑے ہوجاتے تھے اور حاضرین بھی متابعۃً کھڑے ہوجاتے تھے۔ علامہ سبکی کے بعد عوام کو یہ فعل بھلا معلوم ہوا۔ علامہ سبکی کی نقل کرنے لگے اور قیام مروجہ میلادی کی بنیاد پڑ گئی۔ حالانکہ تصوف کا مسئلہ اور کھلا ہوا مسئلہ ہے یجوز للسکاری ما لا یجوز للصحا وی۔ (مکتوبات مجددی)

(۳) غدر سے پہلے تک بعض علماء اہل سنت یہ فرمایا کرتے تھے کہ میلاد شریف کے قیام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک میلاد کی تعظیم ہے۔ اور یہ قیام منجملہ اذکار نبوی خاص ذکر ولادت شریفہ کی تعظیم کے لئے جو مؤمنین صالحین خصوصاً علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۰۰ھ کے بعد احداث و ایجاد کرلیا تھا بدعت حسنہ ہے۔ لقولہ علیہ السلام فما رأٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسنٌ۔ چونکہ یہ ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ یہ حدیث موقوف بھی ہے اور مرفوع بھی ہے۔ وہ یہ ہے: ان اللہ عزوجل نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد فجعلھم وزراء نبیہ فما رأٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسنٌ (رواہ احمد فی مسندہ و کنز العمال و کتاب العلل المتناھیۃ لابن الجوزی) اور حدیث مرفوع میں ہے۔ فما احسنو افھو عند اللہ حسنٌ۔ الغرض اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کو صحابہ کرام اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھی ہے مرفوع حدیث اس پر دال ہے اور حرف فلحو فما رأٰہ پر داخل ہے اسی کا مؤید ہے۔ اور جن فقہا علماء کی نظر صرف اسی ٹکڑے پر پڑی ہے وہ بوجہ لام استغراق کے اس سے کاملین فی الاسلام یعنی اجماع مجتہدین یا اجماع امت مراد لیتے ہیں (دیکھو مجالس الابرار و التعلیق المجد) لہٰذا اس حدیث

سے قیام میلادی کا بدعت حسنہ ہونا ثابت نہیں ہوتا تھا۔ اسلئے دیگر محققین علماء و فقہائے اہل سنت
اسکے حسن کا انکار فرماتے رہے چنانچہ مشہور صاحب سیرۃ علامہ حلبی سیرۃ حلبیہ میں اور علامہ شامی
سیرۃ شامیہ میں تصریح فرماتے ہیں جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ صلی اللہ
علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا یعنی
یہ قیام بدعت ہے جس کی کچھ بھی اصل نہیں ہے۔ یعنی بے اصل بدعت سیئہ ہے۔ اور اسی طرح قاضی
شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی تحفۃ القضاۃ میں اور علامہ فضل اللہ
جونپوری نے بہجۃ العشاق میں۔ ما یفعل العوام فی القیام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ
والسلام لیس بشیء بل ھو مکروہ۔ اور قاضی نصیر الدین گجراتی نے طریقۃ السلف میں اس قیام
میلادی کو بدعت سیئہ فرمایا ہے سو قد احدث بعض جھال المشائخ امورا کثیرۃ لا نجد لھا
اثرا علا سما فی کتاب ولا فی سنۃ منھا القیام عند ذکر ولادۃ سید الانام علیہ التحیۃ والسلام
اور ایسے ہی دیگر منکرات شرعیہ کی بنا پر جلیل القدر فقیہ حضرت علامہ تاج الدین فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے
رسالہ میں اور حضرت امام علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے مدخل شریف میں اور علامہ عبد الرحمن
المغربی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی میں اور علامہ نصیر الدین الاودی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ
نے۔ اور شیخ الحنابلہ علامہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اور حافظ ابوبکر بغدادی الشہیر بابن نقطہ
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاووں میں اور علامہ احمد بن محمد بن محمد مصری مالکی نے اپنے رسالہ القول
المعتمد میں قد اتفق علماء المذاھب الاربعۃ علی ذم العمل بہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ
علیہ نے اپنے مکتوبات میں اپنے زمانے کے میلاد کو مکروہ بدعت فرمایا اور حضرت مولانا شیخ مراد آبادی
رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ص۳۳ میں ہے کہ کسی نے مولود شریف کے متعلق پوچھا اسوقت حدیث شریف
ہو رہی تھی آپ نے فرمایا بس یہی مولود ہے جو اسوقت ہو رہی ہے۔ پھر مولود مروجہ حال کی نسبت بیان
کرکے پوچھا آپ نے فرمایا بھائی یہ تو نیکی برباد گناہ لازم ہے ناجائز ہے (فضل رحمانی جلد ۲) ——— اور
بدعت حسنہ کے مجوز حضرت شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ حسن المقصد میں بلا ذکر قیام
مروجہ لکھا ہے کہ میرے نزدیک مولود شریف جو بدعت حسنہ ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ لوگ جمع ہوکر کچھ قرآن
شریف پڑھیں کچھ ولادت شریف کے متعلق صحیح صحیح روایات بیان کی جائیں اور کھانا کھا کر چلے جاویں اس سے
زیادہ کچھ نہ ہو یعنی امور غیر مشروع کا اختلاط نہ ہو اور تقیید مطلق سے امور مباحہ حد اباحت سے نکل کر مکروہ
نہ ہو جائیں ورنہ بدعت سیئہ ہو جائیگا۔ چنانچہ دوسرے مجوز ملا علی قاری کتاب مورد الروی فی مولد النبی میں

لکھتے ہیں: وما کان من الملاہی اتخذ (غیر متین) ولو عن حد ما حضرۃ فلا باس بالحاق وما کان حراما او مکروها کما ہو قالہ او عرفہ فیمنع - انتہی - اور علامہ حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ طریقۃ السنۃ میں لکھتے ہیں: وما احدثہ الجہلۃ من مجلس المولد فی شہر الربیع الاول لا اصل لہ فی الشرع بل ہو بدعۃ مذمومۃ وفیہا مناکر کثیرۃ ...... ومنہا التشبہ بالنصاری من اہل الکتاب فانہم یعظمون یوم ولادۃ عیسیٰ علیہ السلام ویجعلونہ باسم معتاد یوم عظیم ــــ ومنہا التشبہ بکفرۃ الہند حیث یعظمون یوما من ایام السنۃ ویقولون لہ ہذا الیوم ولادۃ کنہیا ویتزاحمون لہ بالعندیۃ ویجتمعون - انتہی۔ علامہ شامی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: ما قیمتہ من الندرۃ بقراءۃ المولد فی المنائر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب وایصال ثواب ذالک الی حضرۃ المصطفیٰ صلعم۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں: ازیں جا معلوم شد کہ روز نزول آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم و روز نزول وحی و شب معراج ...... و روز تولد و وفات پیغمبر را عید گرفتن بد ...... و دریں امر کمال مراعات کردیم را دخلے نماند۔ بدون تجدید نعمت سرور و فرحت نمودن یا غم و ماتم کردن خلاف عقل ناقص از شوائب بالملاحات ــــ نیز تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں کہ یوم موت یا یوم ولادت کو حزن و سرور کا دن ٹھہرانا اوہام شیعہ سے ہے۔ یعنی ان مجالس مروجہ فی زماننا میں مناکر کثیرہ سے ایک بدعت مذمومہ یہ بھی ہے کہ ہر سال یوم ولادت کو عید منانا اور ہر سال اس دن کی تعظیم کرنا اور جمع ہو کر جشن منانا اور معازف و مزامیر اور آلات لعب باجے بجا بجا کر جلوس نکالنا قبیح تر ہے۔ تشبہ بالنصاریٰ اور تشبہ بکفرۃ الہند اور اوہام باطلہ سے ہے۔ ایسے جلوس مع المعازف والمزامیر کے عدم جواز پر بنا بر احادیث صحیحہ علماء اسلام کا اتفاق ہے اور اہل بدعت کا ان معازف و مزامیر آلات لعب کو نقارۂ اعلان جنگ و نحو افطار وغیرہ یا اعلان نکاح کے جواز پر قیاس کر لینا جہالت محضہ ہے۔

(۴) قدرے کچھ پہلے یہ مسئلہ بدعت حسنہ اور سیئہ کی بحث سے نقل کر فرض احکفری حد بیان ہو چکا۔ چنانچہ رسالہ القاۃ الکلام جو ایک مشہور اور بہت سے نامی گرامی علماء اہل سنت کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ شائع ہوا اس کے صفحہ ۳ و ۴ و صفحہ ۱۵ و ۱۶ میں بالوثوق لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں۔ (بروقت تشریف آوری جو عین وقت ذکر ولادت ہے) تعظیم کے لئے کھڑا ہونا فرض ہے۔ قیام نہ کرنے والا کافر ہے۔ چنانچہ اسکے بعد اکثر حنفی کے مسلمان ذکر ولادت کے وقت اسی عقیدے سے قیام اور سلام عرض کرتے ہیں۔ اور یہی عقیدہ عوام جہال میں شائع ہے۔ حالانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب اور شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جمہور علماء اہل سنت نے تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام حقیقتاً اپنی اپنی قبروں میں جو مقبول کئے گئے اور بعد چہاء جنت میں زندہ ہیں اگر وہاں قبر و عالم برزخ سے کہیں دوسری جگہ نقل نہیں کیا

۱۴

الاقی معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے الانبیاء احیاء فی قبورھم ۔ اور نیز جمہور علماء اہل سنت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام ملائکہ کے ذریعہ قبر مطہر میں آپ کے پاس پہونچایا جاتا ہے۔ آپ کہیں قبر سے باہر خود تشریف نہیں لیجاتے اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ اور یہ عادۃً منافی آپ کی شان اور عظمت کے خلاف بھی ہے۔ الغرض اس تشریف آوری کے عقیدے سے حیاۃ الانبیاء فی قبورھم کے عقیدہ کا بھی انکار لازم آتا ہے۔ فتفکر۔ (۵) سکے بعد انکے بعض فضلاء نے یہ بھی اضافہ در ترمیم اور توضیح فرمائی ہے کہ حضور علیہ السلام تو عالم الغیب اور ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر ہیں خود بنفس نفیس اول سے آخر تک مجلس میں موجود رہتے ہیں خود درود و سلام وغیرہ سنتے ہیں تو پھر تشریف آوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہاں قیام کی وجہ یہ ہے کہ ذکر ولادت کے سننے سے جو ولادت کی صورت ذہن میں جم جاتی ہے یعنی عالم خیال میں گویا حضور علیہ السلام بطن مادر سے عالم شہود میں تشریف لاتے ہوئے نظر آتے ہیں اس صورت ذہنیہ خیالیہ کو قیام ہے۔ اور اسی کو سلام ہے۔ اور یہ قیام اور سلام صورت ذہنیہ خیالیہ کیلئے مستحب ہے فرض نہیں ہے (ملخص از انوار ساطعہ)۔ اس قیام کی بھی شریعت میں کچھ اصل نہیں ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام جب حالات فخر عالم علیہ السلام کے بیان کرتے تھے تو وہ محلی پاک نظر میں آجاتا تھا خواہ وہ حلیہ ہوتا یا اور کوئی واقعہ ہو تو کانی انظر الیہ بول اٹھتے تھے اور احادیث میں بکثرت موجود ہے مگر یہ تو دیکھو کہ اس حکایت اور صورت ذہنیہ کے ساتھ صحابہ نے کیا معاملہ کیا اگر کسی روایت میں یہ معاملہ ثابت ہوا ہو تو کوئی نشان دے کہ ولادت کے ذکر میں یا گھر سے باہر تشریف لانیکے ذکر میں یا غزوات سے آنیکے ذکر میں کسی صحابی نے صورت ذہنیہ کو قیام یا اس صورت کو سلام کہا ہو۔ بصورت عدم کیا استحباب اور استحسان اور قیاس کا کون رستہ ہے جبکہ شریعت میں اس کیلئے کوئی اصل ہی نہیں اسی لئے حضرت علامہ شامی اور حضرت علامہ حلبی نے تصریح فرمادی۔ ھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا اور قریب زمانہ عذر کے مشاہیر اکابر ہند حضرت شاہ عبد الغنی صاحب محدث دہلوی اور حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری اور حضرت مولانا کرامت علی صاحب جونپوری اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی اور حضرت مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی رحمہم اللہ نے بھی ناجائز بدعت ہونیکا فتویٰ دیا۔

(۶) علماء ربانیین اہل سنت کا ایک گروہ بلا خوف لومۃ لائم ان عقیدوں کو غلط اور ضلالت بتلاتا ہے کیونکہ ہر مجلس میلاد میں بروقت ذکر ولادت تشریف لانا بالکل بے اصل اور غلط ہے اور نہ تعظیم کے لئے کھڑا ہونا فرض ہے اور نہ قیام نہ کرنے والا کافر ہے اور نہ حضور علیہ السلام عالم الغیب اور ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر ہیں یہ عقیدہ تو شرک ہے۔ ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر ہونا یہ اللہ ہی کی صفت ہے اور حضور علیہ السلام کی شان میں یہ ارشاد ہوگا فیقول اللہ لا علم لک بما احدثوا بعدک ۔ یعنی ان کے اعمال بد کا آپکو علم نہیں جو انہوں نے آپ کے بعد کئے ہیں (بخاری) لہٰذا ان نا سمجھ ، غلط اور مضل عقیدوں کی بنا پر

یہ قیام بھی غلط اور ضلالت اور حرام ہے۔ چنانچہ حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی تحفۃ القضاۃ میں فرماتے ہیں: ویقومون عند ذکر مولدہ صلعم ویزعمون ان روحہ صلعم یجیٔ وحاضر فزعمھم باطل بل ھذا الاعتقاد شرک۔ اور حضرت سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہما توضیح میں فرماتے ہیں: منھم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء ..... بالاعتقاد ان ارواحھم حاضرۃ تسمع النداء وتعلم الحوائج ذلک شرک قبیح وجھل صریح۔ اور فتاوی بزازیہ میں ہے: قال علماءنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر۔ اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا لوازم الوہیت است این ہر دو صفت خاصہ ذات پاک او تعالی است ہیچ مخلوق را حاصل نیست۔ اور ہر وقت ذکر ولادت صرف ذکر ولادت کی تعظیم کیلئے یا ولادت کی صورت خیالیہ ذہنیہ کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا بھی بے اصل بدعت ہے جیسا کہ سیرت شامیہ اور حلبیہ میں تصریح ہے۔

(۷) البتہ اگر اللہ اور رسول کے ذکر میں جذبہ اور غلبہ حال سے یا عالم برزخ میں نظر پڑ گیا اور یہ تو جمال نبوی صلعم سے مشرف ہو جائے یا ان کا قطعی مشاہدہ تمثال ہو جیسا کہ مدارج النبوۃ اور کشف الغطا میں ہے کہ سب بیداری اور خواب میں مشاہدہ و تمثال ہوتا ہے نہ عین حقیقت غلبۂ حال سے کھڑا ہو جائے جیسا کہ حضرت علامہ سبکی اور دیگر حضرات اہل کشف رحمہم اللہ کھڑے ہو گئے تھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یجوز للسکاری مالا یجوز للصحاوی۔ مگر اس کیلئے کوئی وقت معین اور مقرر نہیں ہے بلکہ جس وقت اور جب کبھی بھی اذکار و سیر نبوی صلعم سننے سے یہ حالت طاری ہوگی وہ خود بخود بے اختیار غلبۂ حال سے کھڑا ہوگا بہر حال یہ قیام میلادی نہ ہوگا بلکہ یہ قیام قیام وجدی ہوگا جو اس بحث سے خارج ہے۔ یجوز للسکاری مالا یجوز للصحاوی۔ فقط واللہ اعلم۔ وانہ لقول فصل وما ھو بالھزل۔

تنبیہ:۔ دیکھئے اس گروہ نے ایک معمولی چیز کو لیکر کہاں تک پہونچایا ہے۔ حضور علیہ السلام کو ہر جگہ ہر آن موجود حاضر ناظر اور عالم الغیب ہونے کا یا ہر مجلس میلاد میں تشریف لانے کا عقیدہ جمایا۔ اور حضور علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر زمانہ ایجاد تک یعنی سات سو برس تک تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین اور قیام میلادی کے ایجاد سے پہلے تک کے تمام مسلمانوں پر ولادت کے ذکر میں قیام نہ کرنے کی وجہ سے کفر لازم قرار دیا اور اہل حق پر بے ادبی اور توہین نبوی کا الزام لگایا۔ افسوس یہ بدعتی گروہ چلے کہاں سے ہیں اور پہونچے کہاں ہیں۔ فقط

احقر محمد عبد الغنی غفرلہٗ
از دار الافتاء سعیدیہ شاہجہانپور

تقریظ حضرت علامۂ زمان عالم باعمل محدث و فقیہ مفسر و ادیب حضرت استاذ الاساتذہ مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب

صدر جمعیۃ علماء ہند دہلی و مفتی اعظم ہند

میں نے رسالہ "الجنۃ لاہل السنۃ" کو دیکھا فاضل مؤلف عزیز محترم مولوی محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اُن تمام مسائل کی پوری تحقیق فرما کر جنکی وجہ سے ہندوستان کے مقدس علماء کی جماعت کو دوسرے لوگ وہابی کے نام سے یاد کرتے اور عامۃ المسلمین کو انکی طرف سے غلط فہمیوں میں مبتلا کر کے نفرت دلاتے تھے مسلمانان ہندوستان پر احسان عظیم کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد منصف مزاج مسلمان کسی کے دھوکے میں نہیں آئیں گے اور انکو اتباع سنت کی سعادت نصیب ہو گی اور ابرار امت کی معیت کے مستحق ہونگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ مؤلف نے تہذیب و متانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور نہایت تحقیق و تدقیق اور انصاف سے کام لیا ہے۔ جزاہ اللہ عنا و عن المسلمین خیراً۔ اللہ تعالیٰ اسکو قبول عام عطا فرمائے اور امت مرحومہ کیلئے اسکو مشعل ہدایت بنائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی

ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ